® Scanned PDF By HAMEEDI

''آپ کو کس قسم کا ثبوت درکار ہے مہاراج؟'' میں نے انکا کے اشارے پر پوچھا۔

''سنو میاں جمیل۔ انکا ایک ایسی پُراسرار مہان شکتی کا نام ہے جسے اپنانے کے لیے منش کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تربینی بھی اسی شکتی کے کارن منڈل میں دھونی رمائے بیٹھا ہے پھر میں کیسے وشواش کرلوں کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ ٹھیک ہے۔''

''مہاراج' میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حرف بحرف ٹھیک ہے۔'' میں نے انکا کے کہے ہوئے جملے کو دہراتے ہوئے کہا۔'' آپ کو اگر میری زبان پر وشواش نہیں تو آزما کر دیکھ لیجیے گا لیکن آپ کو اس بات کا وچن دینا ہوگا کہ اگر میں امتحان میں پورا اترا تو آپ تربینی کو اس کے منڈل سے باہر نکالنے میں میری مدد ضرور کریں گے۔''

''پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ مجھے بتاؤ کہ انکا کس روپ میں تمہارے سر پر آتی ہے؟'' بھگوان پرشاد نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں نہیں مہاراج!'' اس بار میں نے مسکرا کر کہا۔'' انکا کا روپ سندر ناریوں جیسا ہے۔ وہ سب سے سندر ہے..... وہ تو کوئی دیوی ہے۔''

''تم نے کبھی اسے بھوجن کرتے بھی دیکھا ہے؟''

''دیکھا ہے مہاراج!'' میں بولا۔'' انکا اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے انسانی خون پیتی ہے۔''

''اور..... اور اس سے وہ تمہارے سر پر براجمان ہے۔'' بھگوان پرشاد اب بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''کیا اب بھی آپ کو میری بات کا وشواش نہیں ہے؟'' میں نے چڑ کر کہا۔

''وشواش کا کیول ایک ہی طریقہ ہے جمیل احمد۔ اگر انکا کی شکتی سندر ناری کے روپ میں تمہارے سر پر موجود ہے تو اس سے کہو کہ وہ مجھے اپنی شکتی کا کوئی تماشا دکھائے۔''

میرے جواب دینے سے پیشتر ہی انکا کسی چھلاوے کی طرح اچھل کر میرے سر سے اتر گئی۔ بھگوان پرشاد مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دوں۔ انکا کے سر سے اتر جانے کی وجہ سے میں کچھ پریشان ہو گیا تھا لیکن میری پریشانی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ بھگوان پرشاد کے رویے میں اچانک تبدیلی آگئی تھی۔ وہ یوں مسرور نظر آنے لگا جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں..... الفاظ اس کے منہ سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔ وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہہ رہا تھا۔

''میاں جی جمیل۔ تم تو مہان ہو۔ میاں جی مجھے معاف کردو۔ میں تمہیں غلط سمجھا۔ انکا تمہارے پاس آتی ہے' تم سب سے خوش قسمت آدمی ہو۔ میاں جی! مجھے بتاؤ میں تمہارا کیا کام کر سکتا ہوں۔ پرنتو تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔'' بھگوان پرشاد کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

''وہ کیا؟''

''ابھی تم صرف مجھے زبان دے دو۔'' بھگوان پرشاد نے مسکرا کر کہا۔'' جب تم اپنے کام میں سپھل و جاؤ گے پھر میں تمہیں اپنا کام بتاؤں گا۔''

''مجھے منظور ہے مہاراج۔'' میں نے بغیر سوچے سمجھے وعدہ کرلیا۔

''تم یہیں پدھارو۔ میں ابھی واپس لوٹتا ہوں۔''

بھگوان پرشاد تیزی سے اٹھ کر اندر چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ انکا ابھی تک میرے سر پر واپس نہیں آئی تھی۔ میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ اس وقت بھگوان پرشاد کے سر پر ہوگی اور اسی نے اسے میری مدد کرنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ بہر حال اب مجھے امید کی کرن پھوٹتی نظر آرہی تھی۔ میں اس دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جس دروازے سے ہو کر بھگوان پرشاد اندر گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اس وقت بھی کسی اندرونی خوشی کے جذبے کے تحت کندن کی طرح دمک رہا تھا۔ جس وقت وہ اپنے تخت پر بیٹھا ٹھیک اسی وقت انکا دوبارہ میرے سر پر واپس آگئی۔ میں نے کن انکھیوں سے انکا کی طرف دیکھا تو وہ بھی خوش دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اسے بھی اپنے بچاؤ کی امید چلی تھی۔ اسی کے اشارے پر میں نے بھگوان پرشاد کو مخاطب کیا۔

''مہاراج!'' اگر تم تربینی کو اس کے منڈل سے نکالنے کا کوئی اُپائے کردو تو میں تمام زندگی تمہارا احسان مند رہوں گا اور جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکا' تمہارے لیے ضرور کروں گا۔''

''تم قسمت کے دھنی ہو میاں جمیل جو بغیر کسی جاپ کے انکا جیسی مہان شکتی کو پا گئے ہو۔'' بھگوان شاد نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔'' میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔ پرنتو اس کے لیے تمہیں ابھی ایک ہفتے اور انتظار کرنا ہوگا۔''

''ایک ہفتے۔'' میں نے پریشان ہو کر کہا تو بھگوان پرشاد بولا۔'' کوئی چنتا نہ کرو میاں جمیل' مجھے خبر ہے کہ تربینی کا جاپ مکمل ہونے میں کیول آٹھ نو دن باقی رہ گئے ہیں۔ پرنتو میں تم کو جو چیز دان کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے ابھی سے پورا نہیں ہے۔ تمہیں ایک ہفتے تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے مہاراج کہ میں تربینی کو ایک دو روز میں منڈل سے باہر دیکھ سکوں؟''

''میں جانتا ہوں کہ تم انکا دیوی کی وجہ سے بہت بیاکل ہو لیکن دھیرج سے کام لو میاں جی۔''

''کیا میں تربینی کو اس کے ارادوں سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟''

''کل کیا ہونے والا ہے' یہ کیول پرماتما ہی جانتا ہے پر مجھے وشواش ہے کہ تم تربینی کو منڈل سے باہر نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ پرنتو اگر ایسا نہ ہوا تو.....''

بھگوان پرشاد اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ایک جاتا تھا۔وہ کسی کشمکش سے دوچار تھا اس لیے میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''اگر میں کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا مہاراج؟''

''تمہارا کچھ نہیں ہوگا پر......'' بھگوان پرشاد نے ایک بار پھر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔دوسرے ہی لمحے وہ بات بدل کر بولا۔''ابھی تم جاؤ میاں جی جمیل......آج سے ٹھیک سات روز بعد پورنماشی کی رات ہوگی۔تم اس رات پورے بارہ بجے میرے پاس آجانا۔میں تمہیں ایک ایسی چیز دوں گا' جس کی شکتی تربینی کو اس کے منڈل سے اوش باہر گھسیٹ لائے گی۔''

بھگوان پرشاد نے جس وقت یہ کہا اس وقت بھی اس کی نظروں میں ایک نامعلوم سی الجھن طاری تھی، لیکن میں نے دیدہ و دانستہ اسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا اور اٹھ کر خاموشی سے باہر آگیا۔ہندوؤں کی بستی کو عبور کر کے جب میں اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا تو انکا نے مجھ سے کہا۔

''جمیل بھگوان پرشاد تمہاری مدد ضرور کرے گا۔ہوسکتا ہے کہ وہ جو چیز تمہیں دے وہ ہماری پریشانیوں کے خاتمے کا سبب بن سکے۔''

''کیا تم میرے سر سے اتر کر اس کے سر پر چلی گئی تھیں؟''

''ہاں۔'' انکا نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔''جانتے ہو وہ تربینی کا معاملہ نمٹانے کے بعد تم سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟''

''مجھے بھلا کیا علم؟''

''تم بھگوان پرشاد کو نہیں جانتے۔بہت مکار اور عیار آدمی ہے۔اس کا کاٹا ہوا پانی بھی نہیں مانگتا لیکن تم سے وہ کسی دھوکے سے کام نہیں لے گا۔اس لیے کہ وہ ایک پرانے خزانے کا راز جاننے کے چکر میں ہے۔اسی وجہ سے اس نے مجھے بھی قبضے میں کرنے کے خواب دیکھے تھے۔''

''جہنم میں گیا خزانہ۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔''تم یہ بتاؤ کہ بھگوان پرشاد کچھ کہتے کہتے کیوں رک گیا تھا۔اگر وہ حقیقتاً کالے جادو کا ماہر ہے تو پھر اسے فکر کس بات کی ہے۔''

''جلدی کیا ہے۔پورنماشی کی رات آلینے دو۔جو بات بھی ہوگی سامنے آجائے گی۔''

''کیا تمہیں بھی اس کا علم نہیں ہے؟'' میں نے انکا سے چبھتا ہوا سوال کیا۔نہ جانے کیوں مجھے یہ گمان ہو رہا تھا کہ انکا بھگوان پرشاد کی الجھن کی وجہ جانتی ہے لیکن مجھ سے اس وجہ کو پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے۔

ایک دو بار جب میں نے اپنے سوال کو گھما پھرا کر پوچھا تو وہ مجھے ٹال گئی پھر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو انکا نے ملول ہو کر کہا۔

''سنو جمیل۔اب جبکہ تم نہیں مانتے تو سنو۔میں تم سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتی۔مجھے نہیں معلوم

کہ تربینی کا انجام کیا ہوگا لیکن مجھے معلوم ہے کہ اگر بھگوان پرشاد کا جادو بھی منڈل کے اندر بیکار ثابت ہوا تو بات بہت بگڑ جائے گی۔تم سے دور ہونا ہی پڑے گا۔''

''بات بگڑنے سے تمہاری مراد کیا ہے؟ صاف صاف کہو۔''

''جمیل۔میں نہیں چاہتی کہ تمہارے اوپر کوئی آنچ آئے لیکن کالے جادو کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ناکام ہونے کی صورت میں ضرور پلٹتا ہے اور یا تو جادو کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے یا پھر اس شخص کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے جو جادو کراتا ہے۔''

''گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تربینی کے بچ جانے کی صورت میں میرے یا بھگوان پرشاد میں سے کسی ایک کی تباہی لازم ہے۔

''ہاں!''

''کیوں؟''

''جمیل۔'' انکا آبدیدہ ہو کر بولی۔''کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور خود کو ان بکھیڑوں میں نہ ڈالو۔'' میں نے محسوس کیا اس کی حسین آنکھوں میں آنسو ہیں۔اس کا لہجہ کچھ اس قدر دردانگیز تھا کہ میرا جی بھر آیا اور میں فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

''انکا اگر تم مجھے اپنا سچا ہمدرد اور دوست سمجھتی ہو تو اب یہ بات زبان پر نہ لانا۔اگر میری قسمت میں بربادی درج ہے تو تربینی کی راہ چھوڑ دوں تب بھی نہیں بچ سکوں گا اور اگر قسمت میرے اوپر مہربان ہے تو تربینی اور اس کے تمام دیوی دیوتا مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

انکا نے عقیدت مندانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا' ان نگاہوں میں اظہار تشکر کے علاوہ محبت کے بے پناہ جذبات موجزن تھے۔راستے بھر ہمارے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی۔انکا آلتی پالتی مارے افسردہ اور خاموش بیٹھی رہی۔دوسری طرف میں نے اٹل فیصلہ کر لیا تھا کہ انکا کے پُراسرار وجود کو ہر قیمت پر اپنائے رکھوں گا۔اپنے خیالوں میں الجھا الجھا میں گھر پہنچا تو نرگس نے مجھے ایک نئی اطلاع سنائی۔

''نازلی کے متعلق کچھ سنا آپ نے!''

''کیا ہو گیا؟'' میں نے بے پروائی سے اپنے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

''صابر علی صاحب نے اسے اسمگلنگ کے چکر میں پھنسوا دیا ہے۔آج صبح پولیس نے نازلی کے گھر پر چھاپہ مار کر اسے گرفتار کر لیا۔بہت ساری اسمگل کی ہوئی اشیاء بھی ملی ہیں لیکن ڈیڈی کا خیال ہے کہ صابر علی نے اپنی اس روز کی بے عزتی کا انتقام لینے کی خاطر نازلی کے گرد جال بنا ہے۔''

''تمہارے ڈیڈی کو آخر نازلی سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے؟'' میں جلدی میں کہہ گیا پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔''میرا مطلب ہے کہ نازلی جانے اور صابر علی صاحب۔ہمیں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کیا ضرورت پڑی ہے کہ دوسروں کے معاملے میں دخل دیں۔"

"کچھ بھی سہی لیکن صابر علی صاحب کو ایک عورت کے ساتھ ایسی اوچھی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔" نرگس نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ "میرا تو خیال ہے کہ اس روز بھی نازلی نے بلاوجہ ان پر کیچڑ نہیں اچھالی ہوگی۔ دال میں ضرور کچھ کالا رہا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے۔ ویسے مجھے تمہارا یہ مجسٹریٹ بھی کوئی اچھے قماش کا آدمی نہیں لگتا۔" میں نے نرگس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا پھر راز داری کے انداز میں پوچھا۔ "کیا تمہیں حقیقتاً نازلی سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی ہے؟"

"ہونی بھی چاہیے۔" نرگس نے تیزی سے کہا۔ "صابر علی صاحب نے اسے جس الزام میں پھنسانے کی کوشش کی ہے اگر وہ درست ثابت ہوگیا تو بے چاری کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

"اگر کہو تو میں نازلی کو بچانے کی کوشش کروں؟"

میں نے یہ جملہ نہ جانے کس لہجے میں کہا تھا کہ نرگس نے پلٹ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھا پھر جیسے نازلی کے ساتھ اس کی تمام تر ہمدردیاں اچانک ختم ہوگئی ہوں۔ وہ بھویں چڑھا کر بولی۔

"آپ کو کیا ضرورت ہے اسے بچانے کی۔ وہ جانے اور صابر علی صاحب جانیں! آپ آرام سے کپڑے تبدیل کر کے لیٹئے۔ میں ابھی آپ کے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

نرگس چلی گئی تو میں ایک بار پھر تربینی کے بارے میں سوچنے لگا جو انکا کو مجھ سے چھین لینے کی خاطر جاپ کر رہا تھا۔ انکا بھی اپنے خیالوں میں گم تھی اس لیے میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ نرگس نے کافی لا کر دی تو میں نے اپنے بوجھل اعصاب کو سکون دینے کی خاطر جلدی جلدی دو چار لمبے گھونٹ لیے۔ پھر کافی ختم کر کے لیٹ رہا۔ نرگس کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ اگر میں خود سے نہ جاگوں تو دوپہر کے کھانے پر مجھے جگانے کی کوشش نہ کرے۔

☆============☆============☆

پنڈت بھگوان پرشاد سے ملے مجھے چار روز گزر چکے تھے۔ میں نے یہ چار دن بڑے کرب میں گزارے۔ انکا اس عرصے میں برابر میری ڈھارس بندھاتی رہی لیکن مجھے کسی پل چین نصیب نہ تھا۔ ہر لمحہ فکر لاحق رہتی کہ اگر تربینی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو میرا کیا ہوگا۔ انکا کی جدائی کا وقت قریب آتا جا رہا تھا اور اس سے میری محبت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اکثر رات کو جب وہ میرے سر پر محو خواب ہوتی تو میں جاگتا رہتا اور اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتا۔ ان چار دنوں میں انکا بے حد جھلک گئی تھی۔ خود میرا بھی یہی حال تھا کہ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ بھوک پیاس کا ہوش نہ رہتا۔ بس ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی کہ دیکھیں آنے والے لمحات میرے حق میں کیا گل کھلاتے ہیں۔ میری عزیز شے

مجھ سے رخصت ہونے والی تھی۔

نرگس اور اس کے والدین سے اپنی کیفیت چھپانے کی خاطر میں صبح سویرے ہی صرف چائے پی کر دوستوں سے ملنے کا بہانہ کر کے چلا جاتا اور رات کے کھانے کے بعد لوٹتا۔ نرگس کے والدین کو تو کوئی خیال نہ ہوا کہ میرا پروگرام اچانک کیوں تبدیل ہوگیا۔ البتہ نرگس کے کان ضرور کھڑے ہوگئے۔ چار روز تک تو وہ چپ رہی لیکن پانچویں روز جب میں رات گئے واپس آیا اور اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو نرگس میری منتظر تھی۔ جب تک میں کپڑے تبدیل کرتا رہا وہ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی۔ مگر جب میں بستر پر دراز ہوگیا تو نرگس میرے قریب آگئی اور بڑے پیار سے بولی۔

"کیا بات ہے۔ آپ آج کل زیادہ تر گھر سے باہر ہی رہتے ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔" میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "دوستوں سے ملنے چلا جاتا ہوں۔ وقت اچھا خاصا گزر جاتا ہے۔"

"ایسا بھی کیا کہ انسان منہ اندھیرے کا نکلا رات ڈھلے واپس لوٹے۔ نصیب دشمناں کہیں آپ کو کوئی پریشانی تو لاحق نہیں۔"

"پریشانی کیسی؟"

"کھائیے میرے سر کی قسم۔"

میں نے ہر چند نرگس کو ٹالنا چاہا لیکن جب وہ کسی طرح نہ مانی تو میں نے انکا کے اشارے پر اسے بھی مختصراً اپنی پریشانی کا احوال سنا دیا۔ نرگس میری باتیں سن کر رنجیدہ ہوگئی۔ جب تک میں اسے حالات بتاتا رہا وہ حیرت سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خاموش ہوا تو وہ بولی۔

"کیا آپ کو قوی امید ہے کہ آپ انکا کو اس پنڈت سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"خیال تو ہے۔ آگے قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہوگا۔"

"جادو وغیرہ کا کھیل بہت برا ہوتا ہے۔" نرگس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ انکا کو ایک مصیبت سے نجات دلاتے دلاتے آپ خود کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائیں۔"

"سب کچھ ممکن ہے نرگس۔" میں نے بظاہر بڑے عزم سے جواب دیا۔ "لیکن اب خواہ کچھ ہو، میں انکا کو اس موذی پنڈت سے نجات دلا کر ہی دم لوں گا۔ چاہے مجھ پر کتنی ہی تباہیاں کیوں نہ نازل ہوں۔"

"کیا آپ کو میرا کوئی خیال نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں مگر انکا بھی میری محسن ہے۔ اس کے احسانوں کو فراموش بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس نے میری مدد نہ کی ہوتی اور امیر کبیر نہ بنایا ہوتا تو میں تمہیں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"مگر اکثر موقعوں پر اسی انکا نے آپ کے ساتھ ایسی حرکتیں بھی کی ہیں جو انتہائی اخلاق سوز تھیں۔" نرگس نے نظریں نیچی کیے کہا پھر یک لخت تیز ہو کر بولی۔ "آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں جمیل کہ اسی انکا کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ بھی ضائع ہوا ہے۔"

"مجھے سب معلوم ہے لیکن اس کے باوجود میں انکا کو ہر قیمت پر پنڈت کے چنگل سے بچانے کی کوشش کروں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ گنوانی پڑے۔"

"گویا انکا آپ کو مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔" نرگس کے چہرے پر رقابت کی سرخی پھیل گئی۔

"حماقت کی باتیں کیوں کرتی ہو نرگس۔" میں جھلا کر بولا۔ "انکا محض ایک تصوراتی وجود ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں اس کے سلسلے میں کسی غلط قسم کے خیال کو ذہن میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔"

نرگس کو غالباً اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ وہ ششدر سی میرا منہ دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس کی غزالی آنکھوں میں شکایت بھری ہوئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ نرگس انکا سے میری ہمدردی کو غلط رنگ دے گی اور مفت میں بیٹھے بٹھائے میری پریشانیوں میں اضافہ کرے گی۔ بہرحال جب میں نے اس کے تیور بدلے دیکھے تو برا لگا۔ میں خشک لہجے میں بولا۔

"میرا تو خیال تھا کہ تم پڑھی لکھی ہو۔ وسیع النظر بھی ہو گی' لیکن معلوم ہوا ہے کہ رقابت کے جذبے کا تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"مجھے بھی اس بات کا احساس آج پہلی بار ستا رہا ہے کہ آپ میرے مقابلے پر کسی اور کو ترجیح دے سکتے ہیں۔" نرگس نے ہونٹ چباتے ہوئے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا تو میں اور بھڑک کر بولا۔

"تم جو چاہو سوچتی رہو لیکن میں انکا کی ضرور مدد کروں گا۔"

نرگس نے بڑے غصے میں منہ کھولا۔ وہ جواب میں یقیناً کوئی سخت بات کہنا چاہتی تھی لیکن پھر نہ جانے کس جذبے کے تحت اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتی ہوئی تیزی سے اٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر انکا کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں کچھ اس قدر انکا کی وجہ سے پریشان تھا کہ مجھے نرگس کی ناراضگی کا بھی کوئی خیال نہ ہوا لیکن نرگس کے بگڑ کر چلے جانے کے بعد انکا نے جو میری اور نرگس کی تمام گفتگو سن چکی تھی' مجھے مخاطب کر کے اداس لہجے میں کہا۔

"جمیل۔ تمہیں میری وجہ سے نرگس کو ناراض نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ تم سے کس قدر محبت کرتی ہے۔"

"اگر اسے مجھ سے محبت ہوتی تو وہ تمہاری مدد کرنے سے مجھے کبھی منع نہیں کرتی۔" میں نے جھلا کر

کہا۔

"ارے اس قدر جذباتی نہ بنو جمیل۔ تمہیں نرگس کے جذبات کی قدر کرنی چاہیے۔"

انکا بڑی دیر تک مجھے سمجھاتی رہی اور نرگس کی وکالت کرتی رہی لیکن میں اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ شاید اس لیے کہ میں سوائے انکا کے اور کسی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا اور اس کی وجہ بھی معقول تھی۔ تربینی کے جاپ کو مکمل ہونے میں اب صرف تین چار ہی دن باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے نرگس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تو انکا یہ کہہ کر میرے سر سے اتر گئی کہ اب وہ نرگس کے سر پر جا رہی ہے تاکہ حالات کی نوعیت سمجھا سکے اور اس کے ذہن میں میری جڑیں مضبوط کر سکے۔ میں نے انکا کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وہ میرے سر سے اتر گئی تو میں کچھ دیر تک حالات کے الجھے ہوئے تانے بانے کو سلجھانے کے لیے ذہن میں مختلف اسکیمیں مرتب کرتا رہا پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔

صبح میں حسب معمول جانے کے لیے تیار ہوا تو نرگس نے میرا راستہ روک لیا۔ اپنی رات کی باتوں پر شرمندگی کا اظہار کر کے اس نے انکا کی سلامتی کے سلسلے میں مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا تو میرے دل کا بوجھ کس قدر ہلکا ہو گیا۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے گھر سے نکل گیا۔ انکا دوبارہ میرے سر پر آ چکی تھی لیکن آج اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی الجھن کچھ زیادہ ہی دکھائی دے رہی تھی۔ میں دن بھر ادھر ادھر مارا مارا پھرا۔ شام کو مرگھٹ پر جا کر ایک نظر تربینی پر ڈالی جو ابھی تک بڑے آرام سے اپنے جاپ میں مصروف تھا۔ میں خون کے گھونٹ پیتا ہوا واپس گھر آ گیا۔ نرگس کل کے مقابلے میں زیادہ مہربان نظر آتی تھی۔ رات گئے تک وہ انکا کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔

سات روز بعد میری وحشت میں جو اضافہ ہوا' اسے تحریر میں لانا میرے بس کی بات نہیں۔ بہرحال اس روز تمام دن میرے اوپر کرب کی سی کیفیت طاری رہی۔ انکا تو اداسی کا مجسمہ بن کر رہ گئی تھی۔ دن بھر میں اسے دلاسا دیتا رہا اور بڑی بے چینی سے رات کا منتظر رہا۔ خدا خدا کر کے رات آئی اور گیارہ بجے تو میں پنڈت بھگوان پرشاد کے گھر کی سمت چل پڑا۔ آسمان پورنماشی کا چاند چمک رہا تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہندوؤں کی بستی میں داخل ہوا تو انکا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"جمیل۔ آج کی رات مجھ پر بڑی بھاری ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔"

"صبر سے کام لو۔ خدا نے چاہا تو تربینی اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

انکا نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر میرے سر پر چٹ کر پورنماشی کے چاند کو گھورنے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لگی۔ میں قدم بڑھاتا بھگوان پرشاد کی حویلی میں حاضر ہوا۔ وہ میرا ہی منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔

"آؤ میاں جی جمیل۔ میں تمہاری ہی راہ تک رہا تھا۔ تم ٹھیک سے پر آئے ہو۔"

"مہاراج۔ کیا آپ نے میری چیز تیار کر لی ہے؟"

"ہاں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

میں بھگوان پرشاد کے اشارے پر اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ساتھ لے کر ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوا جہاں نہ جانے کیا الم غلم بھرا ہوا تھا۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بے شمار بھوت پریت کے درمیان آ گیا ہوں۔ بظاہر وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس سے میں خوف زدہ ہوتا لیکن کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور تھی جس نے مجھے اختلاجی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

بھگوان پرشاد نے کمرے میں داخل ہو کر کوری مٹی کی ایک ہانڈی درمیان میں رکھی ہوئی میز سے اٹھائی پھر میرے قریب آ گیا۔ میں نے ہانڈی پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ اس کا منہ مٹی کے کورے ڈھکنے سے بند تھا اور چاروں اطراف سوکھا ہوا آٹا لگا ہوا تھا۔ بھگوان پرشاد نے وہ ہانڈی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میاں جی۔ اسے سنبھالو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس ہانڈی کو لے کر سیدھے مرگھٹ کی طرف جاؤ۔ راستے میں کسی دوسرے منش سے بات مت کرنا۔ جب تم تربینی کے منڈل کے قریب پہنچ جاؤ تو تربینی کو اس طرح مخاطب کرنا کہ اس کی نظریں اس ہانڈی پر پڑ جائیں۔ اس کے بعد تم کالی مائی کا شبھ نام لے کر اس کو تربینی کی طرف منڈل کے اندر پھینک دینا۔ دیوتاؤں نے چاہا تو تربینی اپنا جنتر منتر بھول کر منڈل سے نکل پڑے گا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ پر میرا وعدہ یاد رکھنا۔"

"اس مٹی کی ہانڈی میں کیا بند ہے مہاراج!" میں نے ہانڈی کو اپنے ایک ہاتھ پر سنبھالتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"اس میں ایک ایسی شکتی بند ہے جو تربینی کو جلا کر بھسم بھی کر سکتی ہے۔ پرنتو اس کا دھیان رکھنا کہ جب تک تربینی کی نظر ہانڈی پر نہ پڑے، تم اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑو گے۔"

"مہاراج۔ کیا آپ کو وشواش ہے کہ تربینی اپنا جاپ پورا کئے بغیر منڈل سے باہر آ جائے گا۔"

"کالی مائی کی آ گیا سے ایسا ہی ہو گا۔" بھگوان پرشاد نے کچھ بے چینی سے کہا۔ "اب سدھارو میاں جی۔ اگر سمے زیادہ بیت گیا تو کھیل بگڑ جائے گا۔"

میں نے جواب میں بھگوان پرشاد کا شکریہ ادا کیا اور مرگھٹ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ایک دو بار میرا جی چاہا کہ انکا سے دریافت کروں کہ اس ہانڈی میں کیا ہے لیکن بھگوان پرشاد نے چونکہ مرگھٹ تک

Downloaded from Paksociety.com

پہنچنے تک زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی اس لیے میں نے انکا سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ البتہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ جیسے جیسے مرگھٹ قریب آتا جا رہا تھا' انکا کے چہرے کی زردی بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو شاید میرے فرشتے بھی اتنی رات گئے مرگھٹ تک جانے کی جرأت نہ کرتے لیکن یہ انکا تھی کہ اس کے لیے میں موت سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یوں بھی پورنماشی کے چاندکی روشنی اتنی کافی تھی کہ مجھے ہر چیز بہ آسانی نظر آ رہی تھی اور کسی خوف کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

مرگھٹ پہنچ کر میں نے تربینی کو دیکھا جو منڈل کے درمیان آلتی پالتی مارے بیٹھا بڑے پُرسکون انداز میں جاپ میں مگن تھا۔ اس کی محویت دیکھ کر میرے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہانڈی کو اٹھا کر سینے کے آگے کی سمت اونچا کرتے ہوئے اس مردود پنڈت تربینی کو للکارا۔

"او ناہنجار پنڈت' آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیری موت اس وقت تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

تربینی انہماک سے اپنے جاپ میں مگن رہا یا تو اس نے اپنی محویت میں میری آواز سرے سے سنی ہی نہیں تھی یا پھر دیدہ و دانستہ آنکھیں بند کئے رہا۔ میں نے جھلا کر اسے دوسری بار للکارا لیکن اس بار بھی تربینی پر کوئی اثر نہ ہوا مگر تیسری بار جب میں حلق پھاڑ کر چیخا تو مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ تربینی نے اس بار آنکھیں کھولیں اور اس کی نظر ہانڈی پر پڑی' میں نے دل میں بھگوان پرشاد کے کہنے کے مطابق کالی مائی کا نام لیا اور ہانڈی کو منڈل کے اندر تربینی کی سمت اچھال دیا۔

ہانڈی میرے ہاتھ سے نکل کر تیر کی طرح تربینی کی طرف لپکی لیکن تربینی کے قریب پہنچ کر اس سے ٹکرانے کے بجائے فضا میں معلق ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے چاروں طرف بھیانک شور و غل کی ایسی آوازیں ابھرنے لگیں جیسے لاتعداد ماورائی شیطانی قوتیں غصے میں بپھر کر آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ ان آوازوں کو سن کر مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ میں ڈر کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن میری پھٹی پھٹی نظریں بدستور ہانڈی پر مرکوز تھیں۔ ٹھیک اسی لمحے انکا نے مجھے مخاطب کر کے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"جمیل۔ کھیل بگڑ گیا ہے! جادو کی ہانڈی اب ضرور واپس ہو گی۔"

انکا کی بات سن کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ میں نے پلٹ کر بھاگنا چاہا لیکن میرے پاؤں جیسے زمین پر جکڑ کر رہ گئے تھے۔ میرا سارا جسم خوف کے مارے تھرتھرا رہا تھا اور پیشانی سے بہنے والا پسینہ پیروں تک پہنچ رہا تھا۔ میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ میں وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن بھاگ نہیں سکتا تھا۔ کسی ان دیکھی قوت نے میرے پیروں میں جیسے بیڑیاں ڈال دی تھیں۔

بھیانک آوازوں کا شور ہر لمحہ بڑھتا جا رہا تھا پھر اچانک میرے کانوں سے ایک جانی پہچانی آواز

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ٹکرائی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بھگوان پرشاد نظر آیا۔ تو اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ مجھے دیکھے بغیر وہ بھاگتا ہوا منڈل کے قریب گیا پھر چلا کر بولا۔

"دیا کالی مائی دیا۔ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی سیوک تیرے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس بار مجھے شما کر دے۔"

بھگوان پرشاد عجیب کرب کی حالت سے دوچار تھا۔ کبھی وہ کالی مائی سے مخاطب ہو کر گڑگڑانے لگتا اور کبھی زمین پر گر کر ڈنڈوت کرنے لگتا۔ مٹی کی ہانڈی ابھی تک تربنی کے سر کے اوپر فضا میں معلق تھی اور شیطانی قوتوں کے شور و غل کی آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک عورت کی منمناتی ہوئی خوفناک آواز ابھری' جسے میں بالکل نہ سمجھ سکا۔ البتہ اس کے جواب میں بھگوان پرشاد نے گڑگڑا کر کہا۔

"مجھے سویکار ہے کہ میں نے تیرے داس کو کشٹ دینا چاہا تھا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ کس شکتی کو پراپت کرنے کے لیے جاپ کر رہا ہے۔ میرے من میں کھوٹ تھا۔ دیوی میں نے تیرے دشمن کے ساتھ ملاپ کر کے تجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھے شما کر دے دیوی۔ تیرا سیوک تیرے آگے ہاتھ باندھ کر تجھ سے دیا کی بھکشا مانگتا ہے۔" بھگوان پرشاد رو رہا تھا اور لرز رہا تھا۔

عورت کی ناقابل فہم آواز دوبارہ ابھری پھر اچانک میری نظر کوری ہانڈی پر پڑی جو تربنی کی طرف سے واپس آ رہی تھی۔ منڈل کے اندر اس کی رفتار سست تھی لیکن منڈل سے باہر آتے ہی وہ بجلی بن کر بھگوان پرشاد پر گری۔ ہانڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی بھگوان پرشاد ایسے کرب ناک لہجے میں چیخا کہ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر میں نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل بیان منظر تھا۔ بھگوان پرشاد زمین پر پڑا اچھل رہا تھا اور اس کے جسم سے بے شمار چھوٹے چھوٹے ناگ لپٹے ہوئے تھے۔ میرے جسم کی حالت اس پودے کے مانند تھی' جو زمین سے پھوٹتے ہی طوفان کی زد میں آ گیا ہو۔ میری نظروں کے سامنے اندھیرے لپک رہے تھے۔ میں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اپنی خواب گاہ میں پایا۔

نرگس اداس اور غم زدہ میرے سرہانے بیٹھی میری پیشانی سہلا رہی تھی۔

"میں یہاں کس طرح آ گیا؟" میں نے اپنے حواس مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

"جس وقت آپ گھر سے روانہ ہوئے تھے' میں نے احتیاطاً اپنے ایک ملازم کو آپ کے پیچھے روانہ کر دیا تھا تاکہ اگر آپ پر کوئی افتادہ پڑے تو وہ آپ کے کام آ سکے۔" نرگس نے مجھے بتایا۔ "وہی آپ کو مرگھٹ کے قریب سے بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لایا ہے۔"

میں نے نرگس کی بات کا جواب دینے کے بجائے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ذہن پر ابھی تک ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ اپنی ناکامی کا صدمہ برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہو رہا تھا۔ یہ

احساس مجھے مارے ڈال رہا تھا کہ اب انکا مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ تربنی کو جاپ مکمل کرنے میں میری معلومات کے مطابق صرف ایک دن اور باقی رہ گیا۔ پھر میں کیا کروں؟ انکا کو بچانے کی خاطر کیا اقدام کروں؟

میرا ذہن سوچتا رہا۔ پھر میرے ذہن پر دھند طاری ہو گئی۔ میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔ دوسری بار ہوش آیا تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ نرگس بدستور میرے سرہانے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر اس نے جلدی سے ایک دل آویز مسکراہٹ اپنے سوکھے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔

"جمیل۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ آپ ایک دو روز تک مکمل طور پر روبہ صحت ہو جائیں گے۔"

"نرگس۔" میں نے نقاہت سے کہا۔ "تم نے میری بے ہوشی کی وجہ اپنے والدین کو تو نہیں بتائی۔"

"نہیں جمیل۔ آپ اس سلسلے میں بالکل فکر مند نہ ہوں۔"

میں نے نرگس کے معصوم چہرے پر نظر ڈالی پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرے سر پر انکا کے نکیلے پنجے کی چبھن تیز ہو گئی۔ میں اپنی بے ہوشی کی وجہ سے اسے بالکل فراموش کر بیٹھا تھا۔ میں نے عالم تصور میں سر پر نظر ڈالی تو انکا کو بے انتہا مضطرب پایا۔ وہ پریشان پریشان سی کھڑی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"جمیل' مجھے اجازت دو۔ میں اب تم سے جدا ہو رہی ہوں۔ ہمارا ساتھ اب چھوٹنے والا ہے۔ میں اب تربنی کی غلام بننے والی ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں!" میں چیخ پڑا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا میں تمہیں بچانے کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔"

"اب سب بیکار ہے جمیل۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سب بگڑ چکا ہے۔ اب کھیل ختم ہو چکا ہے۔ بس میں کسی بھی لمحے میں تم سے جدا ہونے والی ہوں۔ میں مجبور ہوں جمیل۔ تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گے۔ میں جا رہی ہوں۔ مجھے مسکراتے ہوئے رخصت کرو۔"

میں نے انکا کے لہجے میں پہلی بار ایسی شدید مایوسی اور بے چارگی کی جھلک محسوس کی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اور وہ لمحہ آن پہنچا۔

وہ بڑے دل گرفتہ لہجے میں مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اسے مسکراتے ہوئے رخصت کروں۔ انکا کی خواست میرے لیے پیغام اجل سے زیادہ کربناک تھی۔ میں حیرت سے گنگ عالم تصور میں انکا کے اور حسین وجود کو دیکھ رہا تھا جو گہنائے ہوئے چاند کے مانند اداس اور سوگوار نظر آ رہا تھا۔ میں سوچ رہا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھا کہ کاش انکا کی جدائی سے پہلے مجھے موت آجائے۔ انکا کی جدائی میرے لیے ناقابل برداشت تھی۔ میں حیرت سے بت بنا انکا کی آنکھوں سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا اور میرا دل ڈوب رہا تھا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ بولی۔

''جمیل' اگر تم مجھے مسکراتے ہوئے رخصت نہیں کرو گے تو میں ہمیشہ اداس رہوں گی۔''

''کس دل سے رخصت کروں میری زندگی؟'' میں تڑپ کر بولا۔ ''تمہارے بغیر شاید میں ایک پل بھی زندہ نہ رہ سکوں۔''

''مجبوری ہے جمیل' بتاؤ میں کیا کروں؟ سب کچھ تو کر کے دیکھ لیا۔'' انکا نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تربینی کی غلامی میں جانے پر مجبور ہوں۔ اس کا جاپ مکمل ہو چکا ہے۔ اب کوئی شکتی مجھے نہیں روک سکتی۔''

''انکا! مگر میرا کیا ہوگا' تم میری ضرورت بن گئی تھیں کیا اب میں تمہیں کبھی نہیں پا سکوں گا؟''

''حالات پر منحصر ہے جمیل۔'' انکا بسورتے ہوئے بولی۔ ''کل جو کچھ ہونے والا ہے' میں جانتی ہوں لیکن اب میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتی۔ کچھ بھی نہیں۔''

''کیا؟'' میں نے حیرت سے دریافت کیا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو انکا۔ کیا تم اتنی جلدی بدل گئیں؟''

''یہ بات نہیں جمیل اب میں صرف تربینی کی تابع ہوں اس کے حکم کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔ میری مجبوریوں کا خیال رکھنا جمیل۔'' انکا نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''تم کیا جانو کہ اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ مجھے مسکراتے ہوئے رخصت کرو جمیل۔ کیا تم اپنی انکا کی اس چھوٹی سی درخواست کو قبول نہیں کرو گے؟''

انکا کے لہجے کی بے بسی مجھے خون کے آنسو رلا رہی تھی لیکن جس انداز میں اس نے مجھ سے درخواست کی اس پر مجبوراً میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''انکا۔ میں تمہیں ایک بار پھر حاصل کرنے کی کوشش کروں گا خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ گنوانی پڑے۔''

''میں اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اچھا جمیل اب میرا وقت آگیا ہے۔ میں چلتی ہوں۔''

''ٹھہرو انکا۔ ٹھہرو۔'' میں نے تیزی سے کہا پھر بولا ''کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کبھی کبھار کچھ دیر کے لیے مجھ سے ملنے چلی آیا کرو۔''

''میں مجبور ہوں جمیل۔ ایسا ممکن نہیں ہے' میں اب تربینی کی غلام ہوں جس نے مجھے میرا جاپ کر کے حاصل کیا ہے۔'' انکا نے اداسی سے کہا پھر نرگس پر ایک نظر ڈالی اور بولی۔ ''جمیل۔ اب تم نرگس کا

پورا پورا خیال رکھنا۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور...... اور کوشش کرنا کہ تم اس کے دل میں پیدا ہونے والی بدگمانیاں دور کر سکو...... اور سنو...... ممکن ہے میرے بعد تم اپنی زندگی کے بہت برے حالات سے دوچار ہو جاؤ' ایسے میں تم صبر و تحمل سے کام لینا۔ اچھا میرے محبوب' میرے دوست! میں چلی۔ مجھے معاف کر دینا۔''

انکا کے آخری جملوں میں ایسا درد و کرب تھا کہ میں تڑپ اٹھا' کتنی سوگوار لگ رہی تھی انکا اس وقت۔ یوں جیسے سہاگ رات ہی کو کوئی سہاگن بیوہ ہو گئی ہو۔ میں اندر ہی اندر اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔ میں نے انکا کو رخصت کرنے کی خاطر اپنے دل پر جبر کر کے اپنے لرزیدہ ہونٹوں پر زبردستی تبسم سجانے کی کوشش کی۔ انکا کو آخری بار مخاطب کرنا چاہتا تھا لیکن الفاظ میرے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ انکا نے حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے پھدک کر میرے سر سے نیچے اتر گئی۔

''انکا۔ انکا۔ انکا خدا کے لیے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ واپس آجاؤ انکا۔ واپس آجاؤ میرے لیے۔ میری بات سنو انکا۔''

مگر انکا چلی گئی اور انکا کے سر سے اترتے ہی ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ کر بکھر گئے۔ میں اتنی زور سے چیخا کہ مجھ پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ میری کیفیت ماہی بے آب جیسی تھی۔ میں بستر پر تڑپ تڑپ کر انکا کو واپس بلانے کے لئے چیخ رہا تھا۔ مجھے نرگس کا مطلق دھیان نہ تھا۔ ایک دو بار جب اس غریب نے مجھے سمجھانے اور کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو میں نے اسے جھڑک دیا۔ اب مجھے کوئی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ انکا چلی گئی تو اب کیا رہ گیا تھا۔ انکا کے جانے کے بعد پتا چلا کہ انکا کیا تھی۔ مجھے اس سے کس قدر محبت تھی۔ انکا کے جانے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ نرگس اور انکا میں کون مجھ سے زیادہ قریب تھا۔

میں اپنی حالت کیا بتاؤں' سات آٹھ روز تک مجھ پر کچھ ایسی وحشت اور دیوانگی کا عالم طاری رہا جسے بیان کرنا' خود میرے بس کی بات نہیں۔ مختصراً اتنا بتا دوں کہ میں ان سات آٹھ دنوں میں قطعی طور پر اپنے ہوش و حواس میں نہ تھا۔ اس کے بعد جب میری طبیعت کچھ سنبھلی تو سب سے پہلے میں نے نرگس کو واپس بمبئی چلنے کو کہا۔ انکا کے بعد اب میری آمدنی کا ذریعہ صرف وہی کاروبار تھا جسے میں بمبئی میں چھوڑ آیا تھا۔ نرگس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تو میں جھلا کر بولا۔

''کیا ابھی تک تمہارا دل اپنے ماں باپ سے نہیں بھرا جو میرے ساتھ چلنے میں پس و پیش سے کام لے رہی ہو؟''

''آپ کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ یہاں کچھ دن آرام کر لیں تو بہتر ہے۔''

''نہیں۔ اب میرا دل یہاں سے اچاٹ ہو گیا ہے۔ میں اب یہاں بالکل نہیں رہوں گا۔ اب

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے لیے یہاں کوئی کشش نہیں رہی۔“

نرگس نے میرے لہجے کی تلخی محسوس کر لی تھی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے سراسیمہ نگاہوں سے تکتی رہی پھر بہت دھیمے لہجے میں بولی۔

”جمیل۔ کیا آپ کو انکا کی جدائی کا بہت زیادہ صدمہ ہے؟“

”بحث مت کرو نرگس۔“ میں تلملا کر بولا۔ ”مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم میرے ساتھ واپس چل رہی ہو یا نہیں؟“

”اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں ہر وقت تیار ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ تم آج ہی ملازموں کے ساتھ مل کر سامان وغیرہ باندھ لو۔“ میں یہ کہہ کر کل کے لیے نشستیں حاصل کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا۔ شام کو جب میں دن بھر کا تھکا ہارا واپس لوٹا تو اندر ڈرائنگ روم میں نرگس اور اس کے والدین بیٹھے میری اچانک واپسی پر گفتگو کر رہے تھے مجھے دیکھ کر نرگس کے والد نے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولے۔

”میں نے سنا ہے کہ تم کل واپس جا رہے ہو۔“

”جی ہاں......!“

”اتنی جلدی کیا ہے۔ کچھ دن اور آرام کر لیتے تو بہتر تھا۔ تمہاری صحت بھی ابھی ٹھیک نہیں ہے۔“

”بمبئی میں بھی علاج ہو سکتا ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ ”کاروبار کی دیکھ بھال بے حد ضروری ہے۔“

”اگر صرف کاروبار کا مسئلہ ہے تو میں اپنا کوئی قابل اعتماد آدمی وہاں بھیجے دیتا ہوں۔“

”جی نہیں۔“ میں نے اس بار قدرے خشک لہجے میں کہا۔ ”اب تو آپ اجازت ہی دے دیں۔“

نرگس کے والدین مجھے بڑی دیر تک سمجھاتے رہے لیکن میں نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہاں بالکل نہیں رکوں گا چنانچہ وہ چپ ہو گئے۔ میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ نرگس بھی میرے ساتھ تھی لیکن وہ کچھ بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کی وہ اداسی گراں گزری۔ میں نے کمرے میں پہنچ کر اس سے کہا۔

”اگر تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔“

”جمیل، آپ کیسی باتیں سوچ رہے ہیں۔“ نرگس بڑی اپنائیت سے بولی۔ ”بھلا میں آپ کے کسی حکم سے انکار کر سکتی ہوں۔ آپ کی ہر خوشی میری اپنی خوشی ہے۔“

”پھر تمہارا منہ کیوں پھولا ہوا ہے۔“ میں نے درشت لہجے میں اسے گھور کر کہا پھر کپڑے تبدیل کرنے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

نرگس کے دل میں میرے جواب سے کیا گزری، مجھے اب اس بات سے کوئی سروکار نہ تھا جبکہ انکا کی جدائی نے میرے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو مفلوج کر رکھا تھا۔ مجھے تو بس ہر وقت یہی دھن سوار رہتی تھی کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں جس سے میری انکا مجھے واپس مل جائے، مگر کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ مجھے وہ جاپ بھی معلوم نہیں تھا جس سے میں انکا کو حاصل کرنے کی جستجو کر سکتا۔ بھگوان پرشاد بھی مر کھپ چکا تھا۔ بس ایک طریقہ رہ جاتا تھا کہ تربینی کو تلاش کروں اور اسے کسی طرح موت کے گھاٹ اتار دوں۔ یقیناً انکا کو اس کی غلامی سے نجات مل سکتی تھی پھر وہ دوبارہ میری ہو جاتی۔ اس مقصد کے پیش نظر نتائج پر غور کیے بغیر میں نے سات آٹھ روز کے اندر پورے شہر کو کھنگال ڈالا تھا لیکن تربینی مجھے کہیں نہ مل سکا۔ بمبئی واپسی کا فیصلہ میں نے دو وجوہ کی بنا پر کیا تھا۔ اول یہ کہ وہاں جا کر کاروبار سنبھالوں اور پھر اس کے بعد آرام سے تربینی کی تلاش میں نکلوں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ انکا کی جدائی کے بعد نرگس نے ایک بار مجھ سے حقیقت حال پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا کی وہ آئندہ انکا کے سلسلے میں مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہ کرے۔ نرگس کو میری بات سے بہت صدمہ ہوا تھا لیکن اس کے بعد اس نے انکا کے ضمن میں خاموشی اختیار کر لی۔

میں کپڑے تبدیل کر کے واپس آیا تو نرگس کسی کام سے باہر جا چکی تھی۔ آٹھ بجے تک میں بے خبر سوتا رہا پھر اٹھ کر میں نے غسل کیا۔ غسل سے فراغت پا کر میں باہر آیا ہی تھا کہ ایک ملازم نے آ کر مجھ سے کہا کہ اصفہانی صاحب مجھے ڈرائنگ روم میں بلا رہے ہیں۔ ملازم کے لہجے میں گھبراہٹ نمایاں تھی جسے معلوم کر کے میں نے دریافت کیا۔

”کیا کوئی ضروری کام ہے؟“

”پتا نہیں صاحب۔ ویسے بڑے صاحب کے پاس اس وقت ایک خاتون بھی آئی ہوئی ہیں۔“

”خاتون۔“ میں نے تعجب سے کہا۔ ”کسی خاتون کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے؟“

”میں کیا بتا سکتا ہوں صاحب۔“

”اچھا تم چلو میں کپڑے تبدیل کر کے آتا ہوں۔“

ملازم کے جانے کے بعد میں نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کیے اور باہر راہداری میں آ گیا۔ یہ بات میرے فرشتوں کے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ کسی خاتون کو اچانک مجھ سے کیا کام پیش آ سکتا ہے لیکن جیسے ہی میں نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، سب سے پہلے میری نظر جس عورت پر پڑی وہ نازلی تھی۔ اس کے تیور اس وقت بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ کمرے میں نازلی کے علاوہ نرگس اور اس کے والدین بھی موجود تھے۔ میں نے سب کے چہروں پر چھائی ہوئی سنجیدگی کو محسوس کیا تو میرا ماتھا ٹھنکا کہ یقیناً کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ بہر حال میں دل کڑا کر کے اندر داخل ہوا اور نرگس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ کر براہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

راست اپنے سسر سے بولا۔

"آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔"

"ہاں۔" اصفہانی صاحب نے بڑی گمبھیر آواز میں جواب دیا پھر نازلی کی طرف اشارہ کر کے خشک لہجے میں بولے۔ "ان خاتون کو تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"مجھ سے۔" میں سٹپٹا گیا پھر میں نے نازلی کی سمت دیکھا تو وہ ایک دم غصے سے بپھر کر بولی۔

"ہاں آپ سے جمیل صاحب۔ آپ سے نہیں کروں گی تو اور کس سے کروں گی۔ میں کہتی ہوں آپ نے مجھے جس قماش کی عورت سمجھ رکھا ہے اس خیال کو اپنے دل سے نکال دیجئے۔ مجھے دولت سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے۔ خدارا ان وعدوں کا تو بھرم رکھ لیجئے جو آپ نے مجھ سے کئے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا تو نازلی بڑی ڈھٹائی سے بولی۔

"مجھے تباہ کر کے اب مطلب پوچھا جا رہا ہے۔ بہت خوب۔" نازلی نے بڑی دیدہ دلیری سے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ہی کے ایما پر میں نے ناجائز تجارت کے ذلیل پیشے کو اپنایا تھا۔ آپ ہی کی محبت کی وجہ سے میں نے عدالت کے روبرو سارا جرم خاموشی سے اپنے سر لے لیا۔ میں کن مشکلوں سے ضمانت پر رہا ہو سکی ہوں' یہ میرا دل ہی جانتا ہے میں نے یہ سب کچھ آپ کی خاطر کیا ہے جمیل صاحب اور آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ آپ مجھے اس مصیبت میں پھنسا کر خود یہاں سے بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں لیکن میں بھی عورت ہوں' میں اتنی آسانی سے آپ کو یہاں سے فرار نہیں ہونے دوں گی۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔" میں نازلی کے سفید جھوٹ پر آپے سے باہر ہو کر بولا۔ "تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سراسر بہتان ہے۔ تم ان باتوں سے تم کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"جمیل' کیا میں نے اسی دن کے لیے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا تھا کہ جب مجھ پر کوئی وقت پڑے تو تم یوں اپنی دولت اور عزت کی آڑ لے کر نظریں بدلو۔" نازلی رونے لگی۔

"شٹ اپ۔" میں غصے سے کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا پھر کن انکھیوں سے اصفہانی صاحب کی طرف دیکھ کر بولا۔ "مجھے خوب معلوم ہے کہ تم کس کے اکسانے پر مجھ پر الزامات تراش رہی ہو ورنہ تمہارے پاس ان باتوں کا ثبوت کیا ہے۔"

"ثبوت چاہتے ہو جمیل صاحب۔" نازلی نے تلخ لہجے میں کہا پھر بولی۔ "کیا تم وہ واقعہ بھول گئے جب تم نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر مجھے یہاں بلوا کر صابر علی مجسٹریٹ کی عزت پر بلاوجہ کیچڑ اچھلوائی تھی۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔" میں حلق کے بل چلایا۔ "دفع ہو جاؤ' یہاں سے کمینی عورت۔"

نرگس اور اس کے والدین خاموش بیٹھے میری اور نازلی کی گفتگو سن رہے تھے۔ نازلی نے مجھے غصے

میں کانپتے دیکھا تو وہ بھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور مجھے خونخوار نظروں سے گھور کر بولی۔

"جمیل۔ تم نے مجھے کمینی عورت کہہ کر اچھا نہیں کیا۔ میں اگر چاہوں تو تمہاری شرافت کا بھرم اسی وقت خاک میں ملا سکتی ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا ثبوت بھی میرے پاس موجود ہے لیکن میں تمہیں ایک موقع اور دیتی ہوں۔ اپنی روانگی سے قبل تم مجھے فون ضرور کر لینا۔ ہو سکتا ہے کہ اس مدت میں تمہارا دماغ راہ راست پر آجائے ورنہ پھر مجبوراً وہ دستاویزی ثبوت تمہارے سسر اور تمہاری بیوی کو دکھانے ہوں گے جو میرے پاس بڑی حفاظت سے محفوظ ہیں۔"

نازلی نے اپنا جملہ مکمل کیا پھر تیزی سے گھومی اور لمبے لمبے قدم بڑھاتی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ میں اپنی جگہ کھڑا غصے سے لرزتا کانپتا رہا۔ نرگس کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ اس کی ماں منہ لٹکائے بیٹھی تھی اور اصفہانی صاحب شدید نفرت بھرے انداز میں اپنے ہونٹ چبانے میں مصروف تھے۔ خود میں بھی نازلی کی اچانک آمد اور اس کی الزام تراشی سے بوکھلا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نازلی نے اچانک ایسا کیوں کیا۔ کس کے اشارے پر مجھے اس نے ہدف بنایا۔ صرف ایک بار میں نازلی سے ملا تھا اور میں نے اس کی پوری قیمت ادا کر دی تھی۔ ناجائز تجارت اور دوسرے الزامات سے میرا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا۔

ڈرائنگ روم میں کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر نرگس اٹھی اور باہر چلی گئی۔ غالباً اصفہانی صاحب کے اشارے پر اس نے وہاں سے جانے کی ضرورت محسوس کی تھی اس لیے کہ نرگس کے جاتے ہی اصفہانی صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"کیا نازلی نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے؟"

"نہ صرف غلط بلکہ بکواس ہے۔" میں نے بھی سرد لہجے میں جواب دیا۔

"اور اگر اس بدقماش عورت نے کوئی ایسا ثبوت پیش کر دیا تو؟"

"آپ کی تفتیش کا مقصد کیا ہے؟" میں نے قدرے برہم لہجے میں پوچھا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم فی الحال اپنی روانگی کا پروگرام ملتوی کر دو۔" اصفہانی صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"وہ کیوں؟"

"دیکھو جمیل! جب تک تمہاری پوزیشن صاف نہیں ہو جاتی' مجھے نرگس کو ساتھ بھیجنے میں یقیناً تامل ہونا چاہیے۔"

جواب میں میرا دل چاہا کہ اصفہانی صاحب کو کھری کھری سنا دوں اور ان کے اور نازلی کے تعلقات کا' جس کا علم مجھے انکا کی زبانی ہو چکا تھا۔ بھانڈا پھوڑ دوں لیکن میرے پاس چونکہ کوئی ٹھوس ثبوت

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نہیں تھا اس لئے میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور انہیں خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ نرگس نے نازلی کے سلسلے میں کوئی باز پُرس نہیں کی لیکن بہر حال وہ چپ چپ سی تھی۔ میں نے بھی اس سے کوئی بات نہیں کی۔ رات کو اس نے بہت اداس انداز میں کھانا کھانے کو کہا تو میں نے سخت لہجے میں انکار کر دیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ نرگس میرے ساتھ جائے یا نہ جائے میں کل ضرور بمبئی کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔

رات گئے تک میں حالات پر غور کرتا رہا لیکن اس کی وجہ میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ پھر کب میری آنکھ لگی اور کب میں نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا' مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن میری آنکھ اس وقت کھلی جب میں نے نازلی کی بہکی ہوئی مدھم سی آواز سنی۔

''جمیل۔ میرے قریب آ جاؤ۔ دور دور کیوں ہو؟''

نازلی کی آواز کے ساتھ ہی مجھے اس کے گداز اور گرم جسم کا لمس بھی محسوس ہوا۔ میں نے آہستہ سے کروٹ بدلی اور پھر...... پھر میری اور نازلی کی بہکی بہکی سانسیں ایک دوسرے میں غلط ملط ہونے لگیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کوئی بہت ہی سہانا خواب دیکھ رہا ہوں مگر بجلی کا کوندا ہوا تو میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں خود بھی ششدر رہ گیا۔ اب تک جن باتوں کو میں خواب سمجھ رہا تھا وہ خواب نہیں بلکہ ایک تلخ اور گھناؤنی حقیقت تھی۔ نازلی اس وقت میرے بستر پر میری آغوش میں برہنہ حالت میں موجود تھی۔ میری اپنی حالت بھی نازلی سے مختلف نہ تھی اور میری نظروں کے سامنے خواب گاہ کے دروازے پر اصفہانی صاحب ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس سینہ تانے کھڑے مجھے غضب ناک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نرگس اپنے بستر پر موجود نہیں تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو جیسے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے پھر دوسرے ہی لمحے میں نے گھبرا کر پیروں کے قریب پڑی ہوئی چادر کو اپنے جسم پر کھینچ لیا۔ نازلی دونوں ہاتھوں سے اپنے جسم کی ستر پوشی کرتی ہوئی تیزی سے اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ ابھی میں حیرت واستعجاب کی تصویر بنا حالات کی نوعیت کو سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ اصفہانی صاحب کی کڑکتی ہوئی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''بے غیرت' ننگ خاندان! تیری اتنی جرأت کہ تو میری ہی چھت کے نیچے میری بیٹی کے سہاگ پر ڈاکا مار رہا ہے۔''

میں نے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کی جا سکی۔

''کمینے' رذیل! اسی وقت نکل جا میرے گھر سے اور اگر پھر تو نے کبھی ادھر کا رخ کیا یا میری معصوم بچی کا نام زبان تک لایا تو میں تجھے شوٹ کر دوں گا۔''

اصفہانی صاحب غصے میں دانت پیستے کمرے سے باہر گئے تو میں نے جلدی سے اٹھ کر کپڑے

بدلے پھر باہر جانے کے ارادے سے آگے بڑھا ہی تھا کہ نازلی لباس پہن کر دوسرے کمرے سے برآمد ہوئی۔ میں نے نازلی کو دیکھا تو میرے سر پر خون سوار ہو گیا۔ میں نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔

''سچ بتا کہ تو یہاں کس کے ایما پر آئی تھی؟ اگر تو نے غلط بیانی سے کام لیا تو میں اسی وقت تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔''

''ہوش میں آؤ جمیل! تم خود ہی مجھے ساتھ لے کر آئے تھے...... اور اب......''

''کمینی عورت...... میں سمجھ رہا ہوں کہ تو میرے ساتھ کیا فریب کر رہی ہے لیکن اب میں تجھے اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ تو آئندہ کبھی کسی اور کو اپنی بدقماشیوں کا نشانہ بنا سکے۔''

میں نے جھپٹ کر نازلی کو اپنے آہنی بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اگر میرے دونوں ہاتھ ٹھیک ہوتے تو شاید مجھے اسے قابو کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی پھر بھی میں نے اسے ایک ہاتھ سے اپنی گرفت میں لیا اور پاؤں کا سہارا لے کر اسے اٹھا کر نیچے گرا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور ایک ہی ہاتھ سے اس کے گلے کو دبانے لگا۔ نازلی کا گداز جسم میرے بوجھ تلے تڑپ رہا تھا۔ خود کو نجات دلانے کی خاطر وہ پوری جدوجہد کر رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے موت کا تصور پھوٹ رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ نازلی کسی کو اپنے انجام سے چیخ پکار کر کے باخبر کرے' میں اس کا کام تمام کر دوں لیکن ایک بار جو وہ نیچے تڑپی تو میرے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اس نے ہذیانی انداز میں چلانا شروع کر دیا۔

''بچ...... بچاؤ...... بچاؤ...... بچاؤ۔''

میں نے بڑی پھرتی سے اسے دوبارہ بے بس کر کے اس کے گلے پر اپنی گرفت جما لی لیکن افسوس کہ میں اس ذلیل عورت کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکا۔ اس کی کرب ناک چیخ کی آواز سن کر اصفہانی صاحب مع اپنے دو ملازموں کے خواب گاہ میں گھس آئے۔ پھر نرگس کے باپ کے اشارے پر دونوں ملازموں نے مجھے گھسیٹ کر نازلی سے علیحدہ کر دیا۔ نازلی چھٹکارا پاتے ہی جلدی سے اٹھی اور مجھے وحشت ناک نظروں سے گھورتی ہوئی باہر کی طرف بھاگ گئی۔ میں نے ملازموں کی گرفت سے نجات پانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سوائے اچھل کود کے اور کچھ نہ کر سکا۔

''اس حرام زادے کو جوتے مار کر میرے گھر سے باہر پھینک آؤ اور اگر یہ اندر آنے کی کوشش کرے تو اسے اتنا مارو کہ اس کا دم نکل جائے۔''

اگر میرے بس میں ہوتا تو شاید میں نرگس کے والد کو بھی جان سے مار ڈالتا لیکن دو ہٹے کٹے ملازموں نے مجھے بالکل بے بس کر رکھا تھا۔ اصفہانی صاحب کے حکم پر ملازموں نے اسی وقت مجھے دھکے مار کر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کی کوٹھی سے باہر پھینک دیا۔ میں نے مزید ذلیل ہونے سے بہتر یہی سمجھا کہ خاموشی سے چلا جاؤں۔ میں اسی وقت اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ حسن اتفاق سے میں نے جو کپڑے پہنے تھے اس میں وہ ٹکٹ بھی موجود تھے جو میں نے صبح حاصل کئے تھے۔ نقدی کی صورت میں بمشکل ستر روپے میرے پاس موجود تھے۔

وہ رات میں نے اسٹیشن پر ہی گزاری اور دوسرے روز تنہا بمبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ مجھے اگر افسوس تھا تو صرف اس بات کا کہ مجھے نرگس سے دو باتیں کرنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ حالات نے جس تیزی سے رخ بدلا تھا اس نے میری عقل خبط کردی تھی۔ یہ سب پے در پے ہوا تھا۔ میرے ہوش وحواس گم ہوئے جاتے تھے۔ رہ رہ کر میرے ذہن میں بس یہی خیال ابھرتا تھا کہ یہ سب کچھ اصفہانی صاحب کا کیا دھرا ہے۔ ممکن ہے نازلی نے انہیں اس بات سے آگاہ کردیا ہو کہ میں ایک بار اس سے آلودہ ہو چکا ہوں اور اصفہانی صاحب نے انتقامی جذبے کے تحت مجھے نازلی ہی کے ذریعے رسوا کرنے کی ٹھان لی ہو، لیکن یہ بات میری سمجھ میں کسی طرح نہ آسکی کہ انہوں نے اپنے انتقام کی خاطر نرگس کی زندگی کیوں کر برباد کرنا گوارا کرلیا؟ اور اگر کوئی بات ہے تو وہ کیا ہے؟

☆==========☆==========☆

بمبئی آئے مجھے ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ میرا کاروبار بخوبی چل رہا تھا۔ میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اصفہانی صاحب کے جو کارندے یہاں موجود تھے' انہیں نکال باہر کیا اور خود ہر کام کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ میرا بزنس منیجر میری واپسی پر بے حد خوش ہوا لیکن ذاتی طور پر میں نرگس کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ میں اس سے مل کر یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آئندہ کے لیے اس نے کیا سوچا ہے۔ کیا وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے گی یا حالات کے پیش نظر علیحدگی اختیار کرے گی مگر مجھے ابھی تک نرگس سے بات کرنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی تھی۔ خط کے ذریعے میں نے ان باتوں کا تصفیہ کرنا کچھ مناسب خیال نہیں کیا کہ کہیں میری تحریر اصفہانی صاحب کے کسی کام نہ آجائے۔

بہر حال میں نرگس کی طرف سے بہت پریشان تھا۔ بمبئی آنے کے بعد' متعدد بار مجھے اس کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ اکثر مجھے اس کا پیار اور اس کی بے لوث خدمت یاد آتی تو میں بے چین ہو جاتا۔ وہ صحیح معنوں میں ایک وفا شعار اور خدمت گزار عورت تھی لیکن حالات کی ستم ظریفی نے ہم دونوں کو الگ کردیا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن نرگس اچانک میرے پاس آجائے گی لیکن میرا یقین اس روز کانچ کے برتن کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا جس روز نرگس کی طرف سے مجھے اس کے وکیل کا نوٹس ملا تھا۔ نوٹس میں میرے اوپر بے شمار گھناؤنے الزامات عائد کئے گئے تھے اور ان الزامات کے پیش نظر اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ یا تو میں شرافت سے حق مہر ادا کر کے

نرگس کو طلاق نامہ روانہ کردوں یا پھر عدالت کے سامنے پیش ہونے کے لیے تیار ہو جاؤں۔

نرگس کی طرف سے ملنے والے نوٹس نے مجھے اور پریشان کردیا۔ دوسرے دن ہمت کر کے میں نے نرگس کو فون کیا۔ دوپہر کا وقت تھا اس لیے مجھے امید تھی کہ فون نرگس ریسیو کرے گی۔ میرا خیال درست ثابت ہوا۔ دوسری سمت سے کچھ دیر بعد نرگس کی جانی پہچانی مترنم آواز سنائی دی تو میں تڑپ اٹھا' ہمت کر کے بولا۔

"نرگس۔ میں جمیل بول رہا ہوں۔"

"فرمائیے کیا کام ہے؟" نرگس نے بڑی رکھائی سے دریافت کیا۔ میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"نرگس۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"کہئے میں سن رہی ہوں۔"

"نرگس۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔" آخر تم بھی بدل گئیں۔ میری جان یقین کرو، نازلی کے ضمن میں جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ مجھ پر سراسر الزام ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے مگر کیا میں دریافت کرسکتی ہوں کہ نازلی کو آخر اچانک آپ سے کیا پرخاش ہوگئی جو اس نے آپ کی ذات پر اتنے ڈھیر سارے الزامات عائد کردیئے۔"

"میں اس سلسلے میں خود بھی حیران ہوں کہ آخر یہ سب کیوں اور کیسے ہوگیا۔"

"کیا آپ نے محض اتنی سی بات کہنے کے لیے مجھے فون کرنے کی زحمت گوارا کی تھی؟"

"نرگس۔" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔" میں چاہتا ہوں کہ تم ان تمام باتوں کو بھول کر میرے پاس چلی آؤ۔ تمہارے بغیر مجھے ایک پل بھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ نرگس اگر تمہارا رویہ ایسا رہا تو پھر میں موت کو کیوں نہ ترجیح دوں۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے اور پھر ایسے موقع پر انکا بھی ساتھ نہیں ہے ورنہ وہ ضرور آپ کا دل بہلاتی رہتی اور آپ کو میری جدائی یا کمی کا احساس نہ ہوتا۔"

نرگس کے لہجے میں اتنا گہرا طنز تھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ اس نے انکا کے تذکرے کو درمیان میں لا کر میرے رستے ہوئے زخموں پر نمک پاشی کی تھی۔ میں نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے مجھ سے واقعی علیحدگی کا فیصلہ کرلیا ہے نرگس؟ کیا تم واقعی مجھ پر یقین نہیں کرتیں۔ میں بہت برا سہی مگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔"

"جمیل صاحب۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں ایک عورت ہوں۔ عورت جو مرد کے تمام ظلم وستم

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کوئی خوشی جھیل سکتی ہے' فاقے کر سکتی ہے' دنیا کی تمام مصیبتوں کو برداشت کر سکتی ہے مگر یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کا شوہر اس کی موجودگی میں کسی عورت کے ساتھ رنگ رلیاں منائے۔'' نرگس غصے میں بھری کہتی رہی۔ ''ہو سکتا تھا کہ میں نازلی کے سلسلے میں آپ کی باتوں کو درست تسلیم کر لیتی لیکن اس رات میں نے خود اپنی گناہ گار آنکھوں سے نازلی اور آپ کو اپنی خواب گاہ میں کھل کھیلتے دیکھا تھا۔ یہ میری برداشت کی انتہا تھی۔ میں نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ مجھے آپ سے علیحدگی اختیار کر لینی ہوگی۔ یہ فیصلہ میں نے دل پر پتھر رکھ کر کیا ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ اب مجھے آئندہ فون نہ کیجئے۔''

''اگر یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے تو میں کل ہی تمہارے مہر کی رقم اور طلاق نامہ تحریر کر کے روانہ کر دوں گا مگر کیا تم ان باتوں سے پیشتر ..... آخری بار مجھ سے دو گھڑی کے لیے ملنا پسند کرو گی۔ مجھے اپنی صفائی کا موقع دو۔ تم اتنی بے رحم کیسے ہو گئیں۔ آخر تم نے میرے ساتھ بڑے اچھے دن گزارے ہیں۔ کبھی سنجیدگی سے تو غور کیا ہوتا۔ ایک تم ہی تو میرا سہارا تھیں۔ کیا تم مجھ سے نہیں ملو گی؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ مجھ سے زیادہ مت کہئے' جو ہو چکا وہ بہت ہے بس اب یہ سلسلہ ختم کیجئے۔ میرے اندر زیادہ حوصلہ نہیں ہے۔''

''نرگس۔'' میں تڑپ اٹھا۔ ''کیا تمہیں اب مجھ سے ذرا بھی لگاؤ باقی نہیں رہا۔''

''کس کو کس سے لگاؤ تھا جمیل صاحب، اس کا ثبوت مل چکا ہے اب اور آزمائش مت کیجئے۔ ہم علیحدہ رہیں اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔'' نرگس نے تلخ آواز میں کہا پھر دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

نرگس کی بے رخی سے میرے دل پر جو چوٹ لگی اس کا اندازہ کچھ میرا دل ہی کر سکتا ہے۔ بہر حال میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر اسی روز طلاق نامہ تحریر کر دیا اور اگلے روز مہر کی رقم کے ساتھ اسے نرگس کے پتے پر روانہ کر دیا۔ تیسرے روز مجھے اس کی رسید مل گئی۔

نرگس سے مستقل علیحدگی کے بعد میری زندگی میں ایک خلا پیدا ہو گیا جسے پُر کرنا مشکل تھا۔ میں نے اپنے غم کو بھلانے کی خاطر ایک بار پھر شراب اور بازاری عورتوں کا سہارا لیا لیکن مجھے وہ سکون نہ مل سکا جو نرگس کی آغوش میں میسر تھا۔ میں اپنے ذہن کو معطل رکھنے کی غرض سے ہر وقت شراب کے نشے میں چور رہتا تھا۔

انکا گئی پھر نرگس بھی گئی اب میری زندگی میں کیا رہ گیا تھا۔ میرا نہ کاروبار میں جی لگتا تھا اور نہ زندگی میں۔ میں سوچتا تھا کیا ایسا ممکن ہے کہ نرگس جیسی وفا شعار بیوی بھی بدل جائے۔ مجھے کسی بات کا یقین نہیں آتا تھا مگر سب کچھ ہو چکا تھا۔ انکا مجھ سے چھین لی گئی تھی اور نرگس نے بھی مجھ سے علیحدگی اختیار

کر لی تھی۔ ایسے شخص کی محرومیوں کا اندازہ کیجئے' جسے شروع سے اب تک عجیب و غریب حالات و حادثات پیش آئے ہوں۔

قسمت نے میرے ساتھ کیسے ہولناک مذاق کئے تھے۔ اب میرے اندر زندہ رہنے کی امنگ ختم ہو چلی تھی اور اس کے بعد ہوا یہ کہ میں نے خود کو حالات پر چھوڑ دیا۔ میں نے چاہا کہ مجھ پر اور تباہیاں آئیں۔ میں اپنی داستان غم مختصر کرتا ہوں۔ میں صرف ان پے در پے حادثات کا ذکر کروں گا جنہوں نے میرے رہے سہے اوسان بھی مجھ سے چھین لیے۔ میرا کاروبار جو روز بروز ترقی کر رہا تھا اب میری بے پروائیوں اور بے نیازیوں کے سبب گرنے لگا پھر اچانک یہ افتاد آ پڑی کہ اس بینک میں آگ لگ گئی جہاں میرا زیادہ پیسہ جمع تھا۔ آگ اتنی شدید تھی کہ بینک کی اینٹیں تک جل کے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئیں۔ ابھی میں اس حادثے سے پوری طرح سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ میرا کیشئر جو شروع سے میرے پاس تھا اور نہایت قابل اعتماد شخص تھا' پانچ لاکھ کی رقم دوسرے بینک سے نکلوا کر فرار ہو گیا۔ مجھے اس کا علم تین روز بعد ہوا تھا اس لیے پولیس بھی میری شکایت پر اسے فوری طور پر گرفتار نہ کر سکی۔

میں نے اپنے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے خود کو داؤ پر لگا دیا۔ میں نے اپنا زیادہ تر وقت ریس کورس میں صرف کیا اور جو کچھ میرے پاس باقی رہ گیا تھا وہ بھی میں گنواتا گیا۔ جتنا میں ہارتا جاتا اتنی ہی شدت میرے اندر سوا ہو جاتی۔ دفتر کا کاروبار ٹھپ ہوتا گیا۔ ملازمین کی تعداد کم ہوتی گئی۔ مجھے چاروں طرف سے محرومیوں نے گھیر لیا۔ انکا گئی' نرگس گئی' دفتر گیا' روپیہ چوری ہوا' کاروبار گیا تو عزت بھی گئی۔ صرف ایک مکان رہ گیا تھا جو میری ہوس کی بھینٹ چڑھ گیا۔ میں نے اسے ریس کے میدان پر قربان کر دیا۔ میں نے شرابوں میں خود کو غرق کیا اور میری بصارت میں ضعف آ گیا۔ سب کچھ راکھ ہو گیا۔ وہ لڑکیاں بھی رخصت ہوئیں جو کل تک میری محبت کا دم بھرتی تھیں۔ وہ لوگ بھی جدا ہو گئے جو میرے اشاروں کے منتظر رہتے۔ اب کوئی حادثہ میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا میں بری سے بری خبر سننے کے لیے تیار رہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تباہیوں نے مجھے پہچان لیا ہے۔ باہر سب جل چکا تھا اور میں اندر سے جل رہا تھا' میرے سینے میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ کاش انکا نہ آئی ہوتی اور آئی تھی تو جانے کا نام نہ لیا ہوتا۔ اسی نے یہ چمک دمک دکھا کر تو میری آنکھوں کی روشنی چھین لی۔ میں اس کے سہارے خود کس قدر بے سہارا ہو گیا تھا۔ میری انکا کہاں ہے؟ میں تریبنی کی تلاش میں نہ جانے کتنے شہروں، مندروں' ویرانوں اور مرگھٹوں میں گیا اور میں نے اس امید میں کہ شاید انکا کو میں دوبارہ حاصل کر لوں جو کچھ میرے پاس رہ گیا تھا' اسے بے دریغ خرچ کر دیا پھر جب میں ناکام و نامراد واپس آیا تو میرے پاس کچھ نہ تھا۔ نہ مکان' نہ دفتر اور نہ بیوی۔ میں ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ میں مکمل طور پر بھکاری بن کر رہ گیا تھا۔ میں نے اپنے ملازموں کے آگے ہاتھ پھیلایا تو وہ بھی ایک ایک کر کے کنی کاٹ گئے۔ میرے منیجر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے میرے حالات پر ترس کھا کر مجھے صرف ایک سو روپے بطور قرض دیے تھے جو میری جیب میں پڑے تھے۔ ان سو روپوں سے میں نے ہوٹل کا دو روز کا بل ادا کیا پھر اسے چھوڑ کر ایک دوسرے سستے ہوٹل میں منتقل ہو گیا جہاں عام حالات میں شاید ایک پیالی چائے پینا بھی گوارا نہ کرتا۔ میرے جسم پر جو کپڑے تھے بس وہی میرا آخری سرمایہ تھے۔

اس رات جب میں ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا اور اپنی حرماں نصیبیوں پر غور کر رہا تھا کہ پھر مجھ پر انکا کا تصور غالب آ گیا۔ میں نے اسے ذہن سے نکال دینا چاہا اور نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرنے کا عزم پیدا کرنے کی کوشش کی مگر جو شخص دولت میں کھیل چکا ہو اور جس کے ہاتھوں کو فیاضی کی عادت پڑ گئی ہو اسے دوسرے حالات میں گزر کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ روپیہ آتا ہے تو مزاج اور ذہن بدل جاتا ہے۔ روپیہ جاتا ہے تو بدلے ہوئے مزاج اور ذہن کو بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پھر فیصلے کی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ لے دے کر میں ایک ہی نتیجے اور فیصلے پر پہنچا تھا کہ انکا کسی طور مجھے دوبارہ مل جائے۔ انکا جس نے مجھے فرش سے عرش پر بٹھایا تھا۔ جس نے میری عادتیں بگاڑ دی تھیں۔ جس نے مجھ سے محبت کی تھی اور جسے مجھ سے تربینی نے چھین لیا تھا۔ اس انکا کے چلے جانے کے بعد میں اب بھکاری بن گیا۔ انکا کے ساتھ مجھے تربینی یاد آیا اور ایک خیال بجلی بن کر میرے ذہن میں کوندا۔ کہیں یہ سب کچھ تربینی کی شرارت تو نہیں؟ میں نے اس سوال پر جتنا غور کیا اتنا یہ خیال مستحکم ہوتا گیا۔

اس رات میں خاصی دیر تک انکا اور تربینی کے خیال میں پیچ و تاب کھاتا رہا پھر سو گیا لیکن کچھ ہی دیر بعد میں دوبارہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ کوئی میرے بازو کو زور زور سے ہلا کر مجھے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک حسین و جمیل عورت زرق برق کپڑوں میں ملبوس قیامت بنی ہوئی میرے پاس بیٹھی تھی۔ میں چند ثانئے تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر میں نے اسے شناخت کر لیا۔ وہ ایک مقامی ہندو ڈاکٹر کی عیاش طبع لڑکی شکنتلا تھی۔ میں اسے متعدد بار اپنے دل بہلاوے کو استعمال کر چکا تھا لیکن اس وقت اتنی رات گئے اسے اپنے پاس دیکھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی۔ اس بات کا احساس مجھے ستا رہا تھا کہ میں اس وقت ایک گھٹیا قسم کے ہوٹل میں مقیم ہوں۔ کچھ دیر تک میں شکنتلا کو یونہی دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اتنی رات گئے تم یہاں کیسے آ گئیں اور میرا پتا تمہیں کیسے چلا؟"

"جمیل ڈیئر۔ میں بڑی بھاگوان ہوں جو تم اس سے یہاں نظر آ گئے ورنہ مجھے کسی اور کی سہائتا لینی پڑتی۔" شکنتلا نے تیزی سے کہا پھر میرے قریب ہو کر بولی۔ "ڈیئر اگر تم مجھے اس سے پونا تک چھوڑ آؤ تو میں سارا جیون تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"لیکن میں تو......"

"مجھے سب کچھ پتا چل گیا ہے جمیل۔" شکنتلا نے میری بات درمیان سے اچکتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "دھن دولت تم جو چاہو گے میں تمہیں دوں گی۔ بس تم میری اتنی سہائتا کرو کہ مجھے پونا تک ساتھ چل کر چھوڑ آؤ۔ اس چھوٹے سے کام کے لیے میں تمہیں دو ہزار روپے تک دینے کو تیار ہوں۔"

شکنتلا کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے تاثرات دیکھ کر میں نے یہ اندازہ تو کر لیا تھا کہ وہ اس وقت کسی خاص وجہ سے بہت گھبرائی ہوئی ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی کہ اس جیسی موڈرن لڑکی جو دنیا جہان میں تن تنہا گھومتی پھرتی تھی اس وقت پونا تک جانے کے لیے میری مدد کیوں مانگ رہی ہے چنانچہ میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا تمہارے اوپر کوئی خاص بپتا آن پڑی ہے؟"

"ہاں جمیل۔ میرے پتا جی میرا ویواہ ایک ایسے لڑکے سے کرنا چاہتے ہیں جو مجھے بالکل پسند نہیں۔ یوں بھی میں شادی کر کے خود کو قید نہیں کرنا چاہتی۔ اس کارن میں گھر سے بھاگ آئی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ رات اسی ہوٹل میں گزاروں پھر کل کی گاڑی سے پونا چلی جاؤں۔ اتفاق سے تم مجھے نظر آ گئے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ تم اسی سمے مجھے پونا چھوڑ آؤ۔"

"مگر تم اس وقت پونا کیسے جاؤ گی؟" میں نے کہا۔ "اس وقت تو کوئی گاڑی پونا نہیں جاتی۔"

"ہم ٹیکسی سے چلیں گے جمیل۔ اگر گاڑی سے جانا ہوتا تو پھر مجھے تمہاری سہائتا کی کیا ضرورت تھی۔" شکنتلا نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا پھر میری گردن میں اپنی مرمریں باہیں ڈال کر بولی۔ "بولو جمیل ڈیئر۔ کیا تم تیار ہو؟"

"تنہا جانے میں تمہیں کس بات کا خطرہ ہے؟" میں نے شکنتلا کو لپٹاتے ہوئے پیار سے کہا۔ "کیا تمہیں ڈر ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور تمہیں پونا کے بجائے کہیں اور لے جائے گا۔"

"ہاں......اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے بھائی یا پتا مجھے دیکھ لیں۔"

"اور اگر تمہارے ڈیڈی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا تو کیا وہ چپ ہو جائیں گے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں جمیل۔" شکنتلا اٹھلا کر بولی پھر اس نے زمین سے ایک پوٹلی اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو یہ برقع میں اپنی ایک سہیلی سے مانگ کر لائی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ برقع میں ہوں گی اس لیے کوئی بھی شبہ نہیں کر سکتا۔"

میں تھوڑے سے پس و پیش کے بعد شکنتلا کو پونا لے جانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس آمادگی ایک وجہ تو خود شکنتلا کی ذات تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے پیسوں کی بھی ضرورت تھی۔ شکنتلا نے مجھے رضا مند پایا تو خوشی سے مجھ سے لپٹ گئی۔ ہر چند کہ اب میری حیثیت اس مالدار لڑکی کے سامنے ایک بھکاری سے زیادہ نہ تھی لیکن اس وقت حالات نے شکنتلا کو میرے رحم و کرم پر لا ڈالا تھا۔ چنانچہ پہلے تو میں نے موقع

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سے پورا پورا فائدہ اٹھایا پھر اسی وقت جا کر ایک ٹیکسی لے آیا اور شکنتلا کو ساتھ لے کر پونا کے لیے روانہ ہوگیا۔ شکنتلا پچھلی سیٹ پر برقع میں ملبوس میرے ساتھ لگی بیٹھی تھی اور ٹیکسی سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو ہم دونوں خاموش رہے پھر میں نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آہستہ سے دباتے ہوئے پوچھا۔

''پونا میں تمہارا قیام کہاں ہوگا۔ کیا وہاں کوئی تمہارا واقف کار موجود ہے؟''

''شش۔'' شکنتلا نے برقع کا نقاب پلٹتے ہوئے مجھے خاموش رہنے کی تلقین کی پھر قدرے اونچی آواز میں بولی۔ ''اگر میری بہن کی حالت خراب نہ ہوتی تو میں اس وقت پونا چلنے کے لیے کبھی ضد نہ کرتی۔ آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟''

میں سمجھ گیا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور کو سنانے کی خاطر بات بنا رہی ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر واپس آجاؤں گا۔ تم کچھ دنوں بعد چلی آنا۔''

''کیا آپ دو ایک دن بھی قیام نہیں کریں گے؟''

''نہیں۔ مجھے یہاں بمبئی میں کچھ ضروری کام ہیں۔''

شکنتلا مجھ سے یوں بات کر رہی تھی جیسے وہ میری شریک حیات ہو۔ ٹیکسی ڈرائیور کی نظریں سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک میں شکنتلا کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا پھر ایک بار میں نے اسے گھسیٹ کر اپنی آغوش میں گرا لیا اور اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر پوچھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ پونا میں تمہارا کون چاہنے والا موجود ہے۔ کیا ہمیں بھی نہیں بتاؤ گی۔''

''میں فی الحال اپنے ایک فلم ایکٹر دوست کے ساتھ قیام کروں گی' اس نے ایک بار مجھے فلم میں کام کرنے کا آفر بھی دیا تھا۔'' شکنتلا نے سرگوشی کی پھر اس نے کسما کر میری آغوش سے نکلنا چاہا تو میں نے اپنی گرفت اور سخت کر لی۔

شکنتلا کے حسین قرب نے میرے جذبات کو ہوا دے دی تھی۔ میں اس سے چھیڑ خانی کرتا رہا اور وہ مجبوراً میری ہر شرارت کو برداشت کرتی رہی شاید اس لیے کہ اس وقت وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں اس کے قرب کے نشے سے کچھ ایسا سرشار ہوا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ وقت برق رفتاری سے گزرتا رہا پھر ہم دونوں اسی وقت چونک کر علیحدہ ہوئے جب ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی۔ میں نے باہر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ٹیکسی پونا کی ایک پولیس چوکی کے احاطے میں کھڑی ہوئی ہے۔ قبل اس کے کہ میں ٹیکسی ڈرائیور سے کچھ پوچھتا' وہ خود ہی پلٹ کر مجھ سے مخاطب ہوا اور بڑے بازاری لہجے میں بولا۔

''تم سالا دنیا کی آنکھ میں دھول جھونک رہا تھا' ابھی تم کو پتا پڑ جائے گا کہ یہ چھوکری کون ہے؟''

ی ڈرائیور نے آخری جملہ شکنتلا کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا پھر قبل اس کے کہ میں صورت حال ہو پاتا' ٹیکسی ڈرائیور نیچے اتر گیا۔ پولیس چوکی کے اندر جانے سے پہلے اس نے دروازے پر کھڑے سنتری سے کچھ گفتگو بھی کی تھی لیکن دوری کی وجہ سے میں ان دونوں کی بات نہ سن سکا۔ شکنتلا نے ی کو ٹیکسی کی طرف آتے دیکھا تو گھبرا کر بولی۔

''جمیل۔ اب کیا ہوگا؟''

''فی الحال خاموش رہو۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔'' میں نے آہستگی سے جواب دیا پھر اپنی جگہ بھل کر بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ اگر شکنتلا نے ہمت سے کام لیا تو پولیس والے ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے مگر میرا یہ اندازہ کچھ دیر بعد ہی ریت کی دیوار کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا۔

پولیس چوکی کے ڈیوٹی آفیسر نے شکنتلا کو پہلی ہی نظر میں شناخت کر لیا پھر جب اس نے یہ بتایا کہ تمام پولیس چوکیوں کو شکنتلا کے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی ہے تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی بھی میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ڈیوٹی آفیسر کو مخاطب کر کے کہا۔

''شکنتلا بالغ ہے اور اپنی مرضی سے میرے ساتھ جا رہی ہے۔ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا۔''

''کیوں محترمہ۔ کیا یہ ٹھیک درست کہہ رہا ہے۔؟'' ڈیوٹی آفیسر نے مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے شکنتلا سے دریافت کیا۔ وہ یک لخت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس مکار عورت نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

''آفیسر۔ یہی وہ کمینہ ہے جو مجھے زبردستی اغوا کر کے نہ جانے کہاں لئے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے شور مچایا تو مجھے جان سے مار دے گا۔ مجھے میرے پتا جی کے پاس پہنچا دو آفیسر۔''

شکنتلا کا بیان مجھے پھنسوا دینے کے لیے کافی تھا۔ میں نے اپنے بچاؤ کے لیے ڈیوٹی آفیسر کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی بہتیری کوشش کی لیکن میری ایک نہ چلی اور مجھے بری طرح مار پیٹ کر آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ عدالت میں پیشی ہوئی تو وہاں بھی میری کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ شکنتلا کے بیان اور اس کے باپ کی شہرت نے میری رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھیر دیا۔ دوسری ہی پیشی پر مجسٹریٹ نے مجھے چار ماہ قید بامشقت کی سزا سنا دی۔

پونا جیل میں چار ماہ تک مجھے جن اذیت ناک تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا وہ تحریر میں لانا میرے بس میں نہیں۔ جیل کے ہٹے کٹے سنتریوں نے مجھے مار ڈالنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور سب کچھ شکنتلا کے باپ کے ایما پر ہو رہا تھا۔ اس کی یہی کوشش تھی کہ میں سزا پوری ہونے سے پہلے ہی مار ڈالا جاؤں لیکن میری قسمت میں چونکہ دربدر کی ٹھوکریں کھانا لکھا تھا اس لیے زندہ رہا۔ چار ماہ کی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صعوبتیں جھیلنے کے بعد جب مجھے رہائی ملی تو میری حالت اتنی ابتر تھی کہ اگر میرا باپ بھی مجھے دیکھتا تو شاید نہ پہچان سکتا۔ میرا ایک ایک جوڑ پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔ میری داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی۔ جیل کے سنتری چونکہ مجھے دو دو وقت کھانا نہیں دیتے تھے اس لیے میں بے حد لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ میرے جسم پر چار ماہ کی جمی ہوئی میل سے شدید بدبو پھوٹ رہی تھی۔ رہائی کے وقت مجھے وہ پندرہ روپے بھی واپس نہیں دیے گئے جو گرفتاری کے وقت میری جیب سے برآمد ہوئے تھے۔ چنانچہ اب میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگوں اور اپنا پیٹ بھروں۔

بھیک مانگنے سے بہتر ہے کہ خودکشی کر لی جائے۔ میں ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا' بھوک سے میری حالت خراب تھی۔ میری انتڑیاں باہر نکلنے کو تھیں۔ میں نے خود کو موت کے لیے آمادہ کر لیا مگر اسی لمحے ایک راہ گیر میرے پاس آیا اور میری شکستہ حالت دیکھ کر اس نے میرے سامنے ایک چونی ڈال دی۔ اس چونی کو دیکھ کر میرا جی متلانے لگا۔ میں نے اسے دیر تک نہیں اٹھایا۔ کاش میں اسے نہ اٹھاتا اور مر جاتا مگر میرے معدے نے میرے ضمیر کے خلاف فیصلہ دیا۔ میں نے وہ چار آنے اٹھا لیے اور دوڑ کر ایک قریبی ہوٹل میں پہنچ گیا۔ پھر میرے لیے بھیک مانگنا کوئی مسئلہ نہ رہا۔

میں دس بارہ روز تک متواتر پونا کی سڑکوں پر بھکاریوں کی طرح گھومتا رہا۔ ایک دو روپے مل جاتے تو پیٹ بھر روٹی کھاتا اور جہاں رات ہوتی وہیں کسی پیڑ کے سائے میں یا فٹ پاتھ پر لیٹ رہتا اور رات رات بھر اپنی بربادی پر خون کے آنسو بہاتا رہتا۔ میں ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا۔ شاید میں کسی قدر ضمیر والا بھکاری تھا۔ کبھی میرا یہ حال تھا کہ میں بازاری عورتوں کی ایک حقیری مسکراہٹ پر سو سو کے نوٹ ان پر سے نچھاور کر دیا کرتا تھا۔ ہوٹل کے بیروں کو دس بیس روپے ٹپ دے دینا میرے لیے معمولی بات تھی لیکن آج وہی میں تھا کہ میرے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ میں دوسروں کی گالیاں اور جھڑکیاں سننے کے بعد بھی ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور تھا اور یہ سب تباہیاں میرے اوپر اسی روز سے نازل ہونا شروع ہو گئی تھیں جس روز انکا مجھ سے رخصت ہوئی تھی۔ انکا۔ کاش تربینی مجھے مل جائے۔ میں سوچتا رہتا۔

میرے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے لیکن میں صرف اس امید پر خود کو زندہ رکھے ہوئے تھا کہ ہو سکتا ہے میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں جس کا واحد طریقہ تربینی کی موت تھی لیکن تربینی انکا کو لے کر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میرے ذہن پر سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے ہر وقت انکا کی دھن سوار رہتی۔

ایک روز میں بھیک مانگتا ہوا پونا کے ریس کورس تک چلا گیا جہاں میرے علاوہ اور بھی بہت سارے

فقیر موجود تھے اور سیٹھ ساہوکاروں کو ریس جیتنے کی دعا دے کر ان کے آگے ہاتھ پھیلا رہے تھے۔ میں بھی ان فقیروں میں شامل ہو گیا۔ ریس شروع ہونے میں چونکہ ایک گھنٹا باقی تھا اس لیے ریس کورس کے باہر بھی لوگوں کا خاصا ہجوم موجود تھا۔ میں ہجوم سے پرے ہٹ کر اس طرف آ گیا جہاں گاڑیاں آ کر ٹھہرتی تھیں۔ جیسے ہی کوئی نئی گاڑی آ کر رکتی' میں لپک کر قریب جاتا اور گاڑی سے اترنے والے سیٹھ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتا۔ اگر کسی کو میرے حال پر ترس آتا تو وہ آٹھ آنے یا روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ دیتا۔ کسی کو میری صورت سے گھن آتی تو وہ مجھے دو چار گالیاں سنا کر آگے نکل جاتا۔

میں اپنے دھندے میں لگا ہوا تھا کہ ایک لمبی سی کار آ کر گیٹ کے سامنے رکی۔ ڈرائیور نے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو کار سے پہلے ایک دراز قد اور گٹھے ہوئے جسم کا خوب صورت آدمی نکلا پھر اس کے پیچھے ایک نوجوان عورت باہر آئی جو صورت شکل ہی سے عیاش طبع لگ رہی تھی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر نوارد کے آگے ہاتھ پھیلا دیے۔ دراز قد آدمی نے ایک بار تو مجھے بڑی نفرت سے دیکھا پھر یک لخت وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ میری توقع کے خلاف اس نے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر میری طرف بڑھایا تو میں نے اسے یوں جھپٹ لیا جیسے قارون کا خزانہ میرے ہاتھ آ گیا ہو۔ میں نے نوٹ کر اپنی مٹی میں دبا کر تشکرانہ نظروں سے اس دیالو شخص کی طرف دیکھا تو وہ تیوری پر بل ڈال کر بولا۔

''دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے' جو کچھ میں نے تجھے دان کیا ہے وہ تیری اوقات سے بہت زیادہ ہے۔''

نووارد مجھے گھورتا ہوا عورت کا ہاتھ تھام کر آگے چلا گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ اس کی بڑی بڑی اور سرخ آنکھیں مجھے کچھ مانوس سی لگ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ذہن کو کریدنا شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا ایک لنگڑے فقیر نے میرے قریب آ کر کہا۔

''تم قسمت کے دھنی ہو میرے بھائی جو لالہ تربینی نے تمہیں دس کا نوٹ دان کر دیا ورنہ یہ تو ہم جیسے فقیروں کو ٹھوکر مارنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ جانتے ہو...... یہ کون ہے؟ ایک زمانے میں سالا پنڈت تھا اب لالہ تربینی داس بن گیا۔ بھگوان کی لیلا ہے۔''

تربینی کا نام سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے اس کو پہلے کہاں دیکھا تھا۔ پہلی نظر میں، میں نے اسے اس لیے نہیں پہچانا کہ اس نے اپنی داڑھی مونچھیں صاف کر دی تھیں لیکن لنگڑے فقیر نے اس کا نام لے کر مجھے سب کچھ یاد دلایا تھا۔ میرے زخموں کو اتنی شدت سے کچوکا لگا دیا تھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ مٹھی میں دبا ہوا نوٹ اب مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی زہریلا سانپ ہو جو میرے وجود کو کسی لمحے بھی ڈس لے گا۔ میں نے غصے کی حالت میں دس کے نوٹ کو حقارت سے دیکھا پھر اسے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اتنی بار پھاڑا کہ نوٹ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ میرے رگ و پے میں بجلیاں سی کوند رہی تھیں۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ کسی خطرناک آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑنے کو بے چین تھی۔ میں نے لنگڑے فقیر کو بھی کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر ایک طرف مجمع سے دور جا کر کھڑا ہوگیا۔ میری نگاہیں اب ریس کورس کے دروازے پر مرکوز تھیں۔ میرا خون پگھلے ہوئے لاوے کے مانند ابل رہا تھا۔ مجھے تربینی کی واپسی کا انتظار تھا۔

تربینی نے جس انداز میں مجھے بھیک دینے کے بعد ذلیل کیا تھا وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس کے بجائے کسی دوسرے سیٹھ ساہوکار نے مجھے گالی دی ہوتی تو شاید میں اپنے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر برداشت کر لیتا لیکن تربینی داس میرا دشمن تھا۔ دشمن نمبر ایک......وہی میری بربادی اور تباہی کا ذمے دار تھا۔ اسی کی وجہ سے آج میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے اور لوگوں کے سامنے جھولی پھیلانے پر مجبور ہوگیا تھا۔ میں اس کا توہین آمیز رویہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے تربینی کی دی ہوئی بھیک کو پرزے پرزے کر کے ہوا میں اڑا دیا پھر ریس کورس کے دروازے سے تھوڑے فاصلے پر جا کر یوں کھڑا ہوگیا کہ میری قہر آلود نظریں برابر دروازے پر مرکوز تھیں۔ ہر چند کہ اب میں ایک بھکاری تھا' میری گزر اوقات بڑی کسمپرسی کے عالم میں ہو رہی تھی اور اپنا ایک ہاتھ میں حادثات کی نذر کر چکا تھا لیکن اس کے باوجود میرے سینے میں ایک طوفان برپا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ آج میں تربینی کی زندگی کا خاتمہ کر کے ہی دم لوں گا۔ ماضی کی حسین یادیں میرے جذبۂ انتقام کو برابر ہوا دے رہی تھیں اور میں ریس کورس کے دروازے پر نظریں جمائے کھڑا غصے کی حالت میں اپنے نچلے ہونٹ کو چبا رہا تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا' میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ میں بہت بے چین تھا۔ ریس کورس کے باہر وکٹوریا اور ٹیکسی والوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ لوگ گھوڑوں کے جیتنے اور ہارنے پر قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ ان کے درمیان گرما گرم بحث ہو رہی تھی لیکن میں ان تمام باتوں اور ہنگاموں سے بے نیاز اس وقت کا منتظر تھا جب تربینی میرا دشمن مجھے نظر آتا اور میں اسے قتل کر کے اس کے خون سے اپنے انتقام کی آگ کو سرد کر سکتا۔

ٹھیک پانچ بجے آخری ریس چھوٹی تو ریس کورس کے دروازے کے قریب ٹیکسی والوں اور پرائیویٹ کاروں کا ہجوم لگ گیا۔ دوسرے فقیر جو کچھ دیر پہلے تک بھیک دینے والوں کی شان میں قصیدے پڑھ کر اپنی رقمیں گننے اور گالم گلوچ کرنے میں مصروف تھے' ایک بار پھر مسکین صورتیں بنا کر ریس کورس کے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔ میں نے موقع دیکھ کر ایک وزنی اور تکونا پتھر اٹھا لیا اور سرکتا ہوا دروازے کے قریب آ گیا مجھے قوی امید تھی کہ میں تربینی کو ٹھکانے لگانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور پھر انکا

دوبارہ میرے سر پر آ جائے گی اور جب انکا آ جائے گی تو میں بڑی آسانی سے خود کو قانون کی گرفت سے بچا بھی لوں گا۔

انکا کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تو مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آ گئیں اور حسین یادوں کے ہجوم سے نرگس کا معصوم چہرہ ابھر کر میرے سامنے آ گیا۔ میرا دل تڑپ اٹھا اور زخم دوبارہ ہرے ہوگئے۔ میری انکا مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔ میری نرگس نے مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ سب لوگوں کی نظریں پھر گئی تھیں۔ انکا کیا گئی۔ سب کچھ چلا گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں کچھ نہیں تھا۔ میں جو کچھ تھا انکا کے سبب تھا۔ انکا میری عادت بن گئی تھی۔ مجھے انکا بہت شدت سے یاد آئی۔ وہ مجھ سے بہت قریب تھی مگر کتنی دور۔ میں نے ماضی کی ان تڑپا دینے والی یادوں کو ذہن سے جھٹکنا چاہا اور دروازے پر نظریں جما دیں جہاں سے اب لوگوں کا ریلا آنا شروع ہوگیا تھا۔ ہنستے مسکراتے اور روتے بسورتے چہرے یکے بعد دیگرے میرے سامنے سے گزر رہے تھے۔ میرے ساتھی فقیروں نے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے شروع کر دیے تھے لیکن مجھے بھیک سے زیادہ اس وقت تربینی کی تلاش تھی۔ چنانچہ میں بڑی توجہ سے باہر آنے والے ایک ایک فرد کو دیکھتا رہا۔ تکونے وزنی پتھر پر میری گرفت مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی تھی۔ میں بڑی بے چینی کے ساتھ تربینی کی واپسی کا منتظر تھا اور پھر اچانک میری نگاہیں چمک اٹھیں۔ تربینی مجھے ہجوم میں نظر آ گیا۔ وہ اپنی ساتھی خوبصورت عورت کا ہاتھ تھامے مسکراتا ہوا دروازے کے قریب آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی بشاشت دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ میں محتاط انداز میں کھسکتا کھسکتا دروازے کے کچھ اور قریب ہوگیا۔ میرے اور دروازے کے درمیان اب بمشکل آٹھ نو گز کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میری نظریں برابر تربینی کے چہرے پر مرکوز تھیں پھر وہ جیسے ہی گیٹ سے باہر نکلا' میں نے اپنا پتھر والا ہاتھ بلند کیا اور پوری طاقت سے نکیلے پتھر کو تربینی کے سر کا نشانہ لے کر کھینچ مارا۔ فاصلہ اس قدر مختصر تھا کہ میرا نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن میرا نشانہ حیرت انگیز طور پر خطا ہوگیا۔ پتھر تربینی کے بجائے اس کی پشت پر آنے والے ایک پارسی کے سر سے ٹکرا گیا اور خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ وہ غریب کراہ کے زمین پر گرا تو میں جان بچانے کی خاطر بھاگنے کے ارادے سے پلٹا مگر دو چار آدمیوں نے جنھوں نے مجھے پتھر مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا' مجھے لپک کر تھام لیا۔

"یہی ہے سالا نٹا۔ مارو سالے کو۔" ایک شخص نے حقارت سے کہا۔

"سالا صورت سے ہی حرامی دکھائی پڑتا ہے۔" دوسرے نے ہانک لگائی۔

"کلجگ ہے کلجگ۔" ایک ہندو نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "اگر بھکشا نہ دو تو یہ بھکاری مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔"

غرضیکہ جتنی زبانیں میرے خلاف زہر اگل سکتی تھیں' اگلتی رہیں۔ کچھ لوگوں نے مجھ پر لاتوں اور

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

گھونسوں کی بارش شروع کردی۔ میں اپنے بچاؤ کی خاطر زمین پر پڑا ادھر اُدھر قلابازیاں کھاتا رہا اور میرے اوپر ٹھوکروں کی یلغار ہوتی رہی پھر پولیس مجمع ہٹا کر میرے قریب آ گئی۔ میں ایک بار پھر پولیس کے چنگل میں پھنس گیا۔ لوگوں نے مجھے اس قدر بے دردی اور بے رحمی سے مارا تھا کہ میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دکھنے لگا۔ مجھے پوری طرح سانس لینا بھی دشوار محسوس ہو رہا تھا لیکن جب ایک پولیس والے نے مجھے گندی سی گالی دے کر اٹھنے کا حکم دیا تو میں مجبوراً کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

پولیس والوں نے دھکے مار کر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اس کے بعد مجھے پولیس کی لاری میں ٹھونس دیا گیا۔ لاری روانہ ہوئی تو میں نے مجمع پر نظر ڈالی لیکن تربینی یا اس کی ساتھی عورت مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اس کے سوا اس وقت اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

پولیس چوکی پر جا کر جو میری درگت بنائی گئی' وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔ پولیس والے جب کوٹ پیٹ کر تھک گئے تو مجھے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ میں تن بہ تقدیر ٹھنڈے فرش پر کراہتا رہا اور اپنی قسمت پر آنسو بہاتا رہا۔ رات کو مجھے روکھی سوکھی کھانے کو ملی تو میں نے بمشکل ایک دو نوالے زہر مار کیے اور ایک گھونٹ پانی پی کر لیٹ رہا۔ رات مجھے کب نیند آئی' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن صبح جب اٹھا تو میرے بدن میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ مجھے ہلکا ہلکا بخار بھی محسوس ہو رہا تھا لیکن کوئی میرا پرسان حال نہ تھا۔ میں آنکھیں بند کئے لیٹا کراہتا رہا کہ دیکھیں اب قسمت کیا گل کھلاتی ہیں۔

کچھ دیر بعد آہنی پھاٹک کا قفل کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک سنگین بردار سپاہی نے اندر داخل ہو کر مجھے نفرت بھری نظروں سے دیکھا پھر ایک بھرپور ٹھوکر میری کمر پر رسید کر کے بولا۔

''چل اٹھ۔ تھانے دار صاحب تجھے بلا رہے ہیں۔''

میں ہمت کر کے اٹھا اور سپاہی کے ساتھ تھانے دار کے کمرے میں آ گیا لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی میرے قدم اچانک رک گئے تھانے دار کے ساتھ تربینی داس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے تربینی کو دیکھا تو میرا خون پھر جوش مارنے لگا لیکن مصلحت کی بنا پر میں دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا اور تربینی سے نظریں ہٹا کر تھانے دار کو دیکھنے لگا۔

''تمہارا نام جمیل احمد خان ہے۔ کیوں؟'' تھانے دار نے مجھے گھور کر پوچھا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''پہلے کیا کام کرتے تھے؟'' تھانے دار نے دوسرا سوال کیا۔

''پہلے......'' میں صرف اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ تربینی درمیان میں بول پڑا۔

''میں اسے بہت عرصے سے جانتا ہوں۔'' تربینی نے تھانے دار کو مخاطب کر کے کہا۔ ''مجھے وشواش

ہے اس بار رہائی مل جانے کے بعد یہ ابھاگی پھر کوئی حماقت نہیں کرے گا۔''

''کیا آپ اس کی ضمانت لینے کو تیار ہیں؟''

''جی ہاں۔'' تربینی مجھے نفرت انگیز نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''اگر میں نے اس کی مدد نہیں کی تو یہ بے چارہ تمام جیون جیل میں ایڑیاں رگڑتا رہے گا۔''

''اگر آپ ضمانت لے رہے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' تھانے دار نے سنجیدگی سے کہا پھر والا رجسٹر کھولنے لگا تو تربینی نے اسے تیزی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا کیس عدالت تک جانے کے بجائے یہیں ختم ہو جائے۔''

''یہ ذرا مشکل ہے تربینی جی۔ اگر بیرام جی نے اوپر شکایت کر دی تو مجھے ملازمت بچانی بھی مشکل ہو جائے گی۔'' تھانے دار نے جواب دیا۔ ''اس غریب کے سر پر خاصا گہرا زخم آیا ہے۔''

''آپ بیرام جی کی فکر نہ کریں۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کرے گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے تربینی جی لیکن......''

تھانے دار اس سے آگے کچھ نہ بول سکا اور بولتا بھی کیسے جب کہ تربینی نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر خاموشی سے اس کی گود میں ڈال دی تھی۔ تھانے دار نے ایک نظر تربینی پر ڈالی پھر جلدی سے نوٹوں کو سنبھال کر میز کی دراز میں ڈال کر نرم ہو کر بولا۔

''آپ اسے ساتھ لے جا سکتے ہیں تربینی جی' لیکن بیرام جی کو سنبھالنا بھی آپ کا کام ہے۔''

''آپ بالکل مطمئن رہیں شریمان جی۔''

میں اپنی جگہ خاموش کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا۔ تربینی میری ضمانت لے گا' یہ کبھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس میں بھی ضرور اس کی چال رہی ہو گی۔ میں نے ایک لمحے سوچا کہ تربینی کے قریب رہ کر میں اسے اپنی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ چنانچہ جب تربینی نے مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تو میں کسی زر خرید غلام کی طرح خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ باہر اس کی جھلملاتی ہوئی گاڑی موجود تھی۔ ڈرائیور نے تربینی کو دیکھتے ہی جلدی سے سلام کیا پھر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ تربینی نے زہرخند سے مجھے دیکھا پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں گاڑی کے قریب کھڑا رہا تو تربینی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''تم آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔''

جواب میں' میں نے ایک نظر تربینی پر ڈالی پھر کچھ سوچ کر خاموشی سے دروازہ کھول کر ڈرائیور کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کار حرکت میں آ گئی۔ میں چپ چاپ بیٹھا تربینی کو ختم کرنے کے منصوبے بناتا رہا۔ کچھ دیر بعد گاڑی ایک عالی شان کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو کر پورٹیکو میں رکی تو ڈرائیور نے جلدی سے نیچے اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولا۔ تربینی بڑے پُر وقار انداز میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نیچے اترا پھر ایک نفرت بھری نظر مجھ پر ڈال کر ڈرائیور سے بولا۔

''شیام لال سے کہو کہ اسے ملازموں والے کوارٹر کا ایک کمرا دے دے۔''

''بہتر ہے صاحب۔'' ڈرائیور نے دست بستہ کہا۔

''منشی سے کہہ کر اس کے لیے نئے کپڑوں کا بندوبست بھی کرا دو۔''

''جی حضور۔'' ڈرائیور نے دوبارہ ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''ایک بات کا خاص خیال رہے۔'' اس بار تربینی نے بڑے خشک لہجے میں ہدایت دی۔ ''میری مرضی کے بغیر اسے کوٹھی سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو میں تم سب کو نرک میں جھونک دوں گا۔ کیا سمجھے۔''

''سمجھ گیا سرکار۔'' ڈرائیور نے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔

تربینی کی ہدایت کے مطابق مجھے کوٹھی کے مشرقی حصے میں بنے ہوئے ملازموں کے کوارٹر کا ایک کمرہ دے دیا گیا۔ میرے لیے نئے کپڑے بھی بازار سے آ گئے۔ مجھے کھانے پینے کی بھی تکلیف نہیں تھی لیکن میں اپنے کمرے سے زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ تربینی کا ایک خاص ملازم سندر لال ہر وقت میری چوکی داری پر تعینات رہتا۔ مجھے حیرت تھی کہ تربینی نے مجھے ضمانت پر کیوں رہا کرا دیا اور اب وہ مجھے ہر طرح کا آرام دینے کے باوجود مجھ پر اس قدر سخت پہرا کیوں بٹھائے ہوئے ہے؟ اگر وہ میری طرف سے کوئی خطرہ محسوس کر رہا تھا تو بڑی آسانی سے چند روپوں کے عوض اپنے کسی آدمی سے مجھے ٹھکانے بھی لگوا سکتا تھا۔ ایک ننگے فقیر کی موت یوں بھی پولیس والوں کے لیے کسی خاص توجہ کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔

ایک ہفتے تک میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوششوں میں مصروف رہا پھر تھک ہار کر میں نے اس مسئلے پر غور کرنا چھوڑ دیا۔ بہرحال میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ جب بھی مجھے موقع ملا' میں تربینی سے اپنا انتقام ضرور لوں گا۔ آٹھویں روز مجھے ایک خوب صورت موقع مل گیا۔

اس رات میں اپنے کمرے میں محو خواب تھا کہ سندر لال نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ میں بوکھلا کر اٹھا سندر لال بولا۔

''اٹھو لاٹ صاحب کی اولاد۔ بڑے سرکار تمہیں بلا رہے ہیں۔''

اس وقت رات کا کوئی ایک دو کا عمل رہا ہوگا۔ میں نے اٹھ کر بالٹی کے پانی سے منہ پر ایک چھپاکا مارا پھر تولیے سے منہ خشک کر کے باہر آ گیا۔ سندر لال میرے ساتھ تھا۔ میں کوٹھی کے صدر دروازے کی طرف جانے لگا تو سندر لال دانت پیس کر بولا۔

''ادھر کہاں جا رہا ہے۔ بے باہر چل' بڑے سرکار گاڑی میں بیٹھے ہیں۔''

میں خاموشی سے صدر پھاٹک کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ باہر تربینی کی لمبی کار موجود تھی۔ تربینی ایک

لڑکی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سندر لال نے قریب جا کر تربینی سے کچھ بات کی پھر مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آ گئی۔ کچھ دیر تک پچھلی نشست پر خاموشی طاری رہی پھر ایک نسوانی آواز ابھری۔

''ڈارلنگ تم واقعی گریٹ ہو۔ ویری گریٹ۔''

''میری سندر مورتی۔ تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کرو۔'' تربینی کے لہجے میں بے پناہ محبت تھی۔ ''میں تمہارا ایک معمولی سیوک ہوں۔''

''مجھے اُلو بنا رہے ہو۔ کیوں؟'' لڑکی نے بناوٹی غصے کا اظہار کیا پھر وہ دونوں قہقہے لگانے لگے۔ کچھ دیر بعد لڑکی نے پوچھا۔

''یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو ڈارلنگ؟''

''کیوں؟ کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔''

لڑکی بولی۔ ''رات زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر ڈیڈی کو شبہ ہو گیا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔''

''گھبراؤ نہیں میری جان۔ صرف آدھا گھنٹہ اور...... اس کے بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔''

''ایز یو وش ڈارلنگ۔''

اتنا تو میں بخوبی سمجھ گیا تھا کہ اس لڑکی کا تربینی سے کیا تعلق ہوگا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی کہ اتنی رات گئے تربینی نے مجھے کس مقصد سے اپنے ساتھ لیا ہے۔ میں اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ گاڑی ایک ویران اور سنسان سڑک پر پہنچ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں لیکن گاڑی کا انجن بدستور چل رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی رکنے کی وجہ جان سکتا' تربینی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ پھر اس نے مجھے بھی نیچے اترنے کا حکم دیا اور خود گاڑی سے دس پندرہ قدم دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں خیالوں میں مستغرق قدم اٹھاتا تربینی کے قریب پہنچا تو یکلخت میری نظروں کے سامنے اندھیرا اچھل گیا۔ میرا دل موت کے تصور سے لرز اٹھا۔ تربینی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر مجھے جھرجھری آ گئی۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی ایک خیال ابھرا کہ تربینی مجھے اس ویرانے میں موت کے گھاٹ اتارنے کی غرض سے لایا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ میری اکڑی ہوئی لاش کو سڑک کے کنارے پھینک کر لوٹ جائے گا۔ میرا دل خوف کے احساس سے دھڑک رہا تھا کہ تربینی کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارا۔

''جمیل خان۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں اس وقت یہاں تمہیں کس مقصد سے لایا ہوں۔''

''ہاں۔'' میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا پھر اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا ''میں تمہارا مقصد بھانپ چکا ہوں لیکن کیا تم ریوالور کو درمیان سے ہٹا کر کوئی آخری فیصلہ کرنے کی ہمت کر سکتے ہو۔''

''بکواس بند کرو۔'' تربینی کرخت آواز میں بولا۔ ''اگر تجھے مارنا ہوتا تو میں اس مقصد کے لیے اپنے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کسی ملازم کو بھی اشارہ کر سکتا تھا۔"

"پھر اس وقت مجھے یہاں لانے سے تمہارا کیا مقصد حل ہو سکتا ہے۔؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔" تربینی سرد لہجے میں بولا۔ "گاڑی میں جو لڑکی بیٹھی ہے میں اسے آواز دے کر یہاں بلاتا ہوں۔ تمہیں اسے گولی مارنی ہوگی۔ یہ میرا حکم ہے سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "گویا تم انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر اس لڑکی کا خون فراہم کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں...... اور اس خدمت کے لیے میں نے تمہیں اپنی کوٹھی میں پناہ دی ہے۔ اب بات تمہاری سمجھ میں آئی خان صاحب۔"

تربینی کے لہجے میں چھپے طنز کو محسوس کر کے میرا خون کھول اٹھا مگر معاً ایک نئے خیال نے میرے ذہن میں جنم لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے تربینی کو مخاطب کر کے بڑی ملائمت سے کہا۔

"تربینی داس۔ اگر تم نے انکا کی خاطر مجھے پناہ دی ہے تو میں اس کی خدمت ضرور کروں گا۔"

جواب میں تربینی نے مجھے ایسی معنی خیز نظروں سے گھورا کہ میں گھبرا گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ میرا ارادہ بھانپ نہ لے۔ ایسی صورت میں میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا۔ میں ابھی اسی تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھا کہ تربینی کی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا اور تربینی کی محبوبہ نیچے اتر کر ہمارے قریب آگئی۔ میں نے پہلی ہی نگاہ میں بھانپ لیا کہ وہ اس وقت شراب کے نشے میں ہے۔ اس کی چال میں معمولی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

"ایک بہت ضروری کام انجام دینا ہے۔" تربینی کا لہجہ معنی خیز تھا۔ لڑکی کے قریب آتے ہی اس نے بڑی خوب صورتی سے اپنا ریوالور والا ہاتھ اپنی پتلون کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جارہی تھیں۔ میں اپنے تیز تنفس پر بڑی مشکل سے قابو پا رہا تھا کہ تربینی نے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ریوالور قریب آکر میرے حوالے کر دیا اور بڑے سرد لہجے میں دبی زبان سے بولا۔

"جمیل احمد خان۔ اگر تم نے کسی حماقت کا ثبوت دیا تو ممکن ہے اس لڑکی کے بجائے مجھے انکا کے لیے تمہارا خون فراہم کرنا پڑے۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی تربینی۔ میں خوب جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" میں نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت جمائی۔

ریوالور ہاتھ میں آتے ہی میری رگوں میں خون کی بجائے بجلی دوڑنے لگی تھی۔ چنانچہ اپنا جملہ مکمل

کر کے میں تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹا اور پھر اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے چار فائر تربینی پر جھونک مارے۔ ریوالور کی نال سے تربینی کے کشادہ سینے کا فاصلہ بمشکل تین گز ہوگا۔ ریوالور کا استعمال بھی میں بار بار کر چکا تھا لیکن میرا ہر وار خالی گیا۔ میں نے تربینی کو اس جگہ پر اطمینان سے کھڑا پایا۔ لڑکی البتہ فائرنگ کی آواز سن کر ٹپٹا گئی۔ کیا ہوا؟...... میں سوچنے لگا۔ یقیناً تربینی نے مجھے آزمانے کی خاطر نقلی گولیاں رکھیں اگر اس نے واقعی ایسا کیا ہے تو میں پوری طرح اس کے جال میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے بہت برا کیا۔ اس قدر عجلت ٹھیک نہیں تھی۔

میں نے ایک لمحے میں یہ باتیں سوچیں پھر میری نظر لڑکی پر پڑی جو پلٹ کر گاڑی کی سمت بھاگنا چاہتی تھی۔ میں نے فوری طور پر ریوالور کا رخ اس کی جانب کر کے لبلبی دبا دی۔ میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ تربینی نے مجھے پھانسنے کے لیے کیا جال بچھایا ہے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دھماکے کی آواز کے ساتھ میں نے بھاگتی ہوئی لڑکی کو کربناک چیخ مار کر سڑک پر گرتے دیکھا۔

انکا...... یقیناً انکا...... یقیناً انکا کی پراسرار قوت ہی کا کرشمہ تھا کہ تربینی میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ انکا کی حیرت انگیز قوتوں کا تماشہ میں دیکھ چکا تھا۔ وہ ریوالور کی گولیوں کے علاوہ توپ کے گولوں کا رخ بھی بدل دینے کی طاقت رکھتی تھی۔

میں گنگ سا کھڑا حالات کی نزاکت پر غور کر رہا تھا۔ میرا ذہن چکرانے لگا۔ میری نظریں اس لڑکی پر جم کر رہ گئی تھیں جو سڑک پر پڑی موت اور زندگی کا فاصلہ طے کرنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ پھر میں اس وقت چونکا جب تربینی نے ریوالور میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور بڑی خونخوار آواز میں بولا۔

"میں تمہیں خارش زدہ کتوں سے بدتر حالات سے دوچار کر دوں گا۔ جمیل احمد خان۔"

مجھے معلوم تھا کہ تربینی جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کر ڈالا کہ جب مرنا ہی ہے تو کیوں نہ آخری وقت میں تربینی سے دو دو ہاتھ کر لوں اور دل کی حسرت نکال لوں۔ اس خیال کے تحت میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر تربینی پر چھلانگ لگا دی لیکن تربینی پھرتی سے ایک سمت ہو گیا پھر اس نے پشت سے میرے سر پر ریوالور کے دستے کی اتنی کاری ضرب لگائی کہ میری آنکھوں کے سامنے سینکڑوں سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ میں نے اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن مایوسی میرا مقدر بن چکی تھی۔ میں لڑکھڑایا اور پھر شاید بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

☆==========☆==========☆

صبح ہوئی تو میں نے خود کو سرونٹ کوارٹر میں اپنے کمرے میں پایا۔ سورج کی روشنی نے میرے کمرے کو روشن کر رکھا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی میں نے سب سے پہلے جس شخص کو دیکھا وہ سندر لال تھا جسے تربینی نے

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میری چوکیداری پر تعینات کر رکھا تھا۔ میرے سامنے سینہ تانے کھڑا وہ مجھے بڑی خطرناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔

''پانی......'' میں نے سندرلال کے خطرناک تیور کو نظر انداز کر کے پانی کی درخواست کی تو وہ دانت پیس کر بولا۔

''تو نے مالک کے ساتھ غداری کی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''میرا حلق خشک ہو رہا ہے سندرلال۔ مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو پھر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔'' میں نے نقاہت سے کہا۔

''پانی کے بچے۔ میں تیرے حلق میں پیشاب کا قطرہ بھی نہیں ٹپکاؤں گا۔'' سندرلال گرج کر بولا پھر اس نے کمر سے بندھی ہوئی پٹی سے اپنا خنجر نکالا اور اپنی آنکھوں میں خونخواریاں لیے میرے سامنے آ گیا۔

''نہیں۔ نہیں۔'' میں آنے والے لمحات کے تصور سے خوف زدہ ہو کر چلایا۔ ''مجھے مت مارو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی تربینی کے ساتھ دھوکا نہیں کروں گا۔''

سندرلال میری بات کا جواب دینے کے بجائے مجھے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنا خنجر والا ہاتھ یوں لہراتا جاتا تھا جیسے وہ مجھے ایک ہی وار میں ختم کر دینا چاہتا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی ہر لمحے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اپنی موت کو اپنے اوپر منڈلاتا دیکھ رہا تھا کہ اچانک سندرلال نے پینترا بدلا اور مجھ پر خنجر کا بھرپور وار کیا۔ مجھے صرف اس قدر یاد ہے کہ مجھے اپنی داہنی ران میں شدید جلن کا احساس ہوا تھا پھر میری چیخ کی آواز میرے حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔

پندرہ بیس روز تک میں جن اذیت ناک حالات سے دوچار رہا اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کچھ ایسی اذیتیں تھیں جنہیں لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سندرلال کسی اندھے بہرے جلاد کی طرح مجھے ناقابل برداشت تکلیفیں پہنچاتا رہا۔ میں نے بار بار سچے دل سے اپنی موت کی دعائیں مانگیں لیکن قدرت نے بھی جیسے میری طرف سے آنکھیں پھیر لی تھیں۔

بیس روز بعد ایک دن میں موت اور زیست کی کشمکش سے...... دوچار پڑا اپنے کمرے میں کراہ رہا تھا کہ تربینی وہاں آیا۔ مجھے شدت تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کے گندے ہونٹوں پر مسکراہٹ عود کر آئی۔ چند ثانیے تک وہ خاموش کھڑا میری حالت سے محظوظ ہوتا رہا پھر زہرخند سے بولا۔

''اب تمہارا کیا حال ہے جمیل احمد خان۔ مزاج درست ہو گئے۔''

''تربینی۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''کیا تم مجھ پر اتنی دیا (رحم) نہیں کر سکتے کہ مجھے ایک

ہی بار جان سے مار ڈالو۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم ..... جو کسی زمانے میں زمین پر پاؤں رکھنا بھی بے عزتی سمجھتے تھے۔'' تربینی نے سرد لہجے میں جواب دیا پھر بولا۔ ''سنو جمیل احمد خان۔ میں تم کو ایک موقع اور دیتا ہوں۔ اگر تم پالتو کتوں کی طرح میرے اشارے پر چلتے رہے تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارا جو انجام ہوگا تم اسے سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کہو گے وہی کروں گا۔''

''مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔'' تربینی کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھر آئی۔ ''میں سندرلال سے کہے دیتا ہوں کہ وہ اب تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔''

تربینی کی ہدایت پر سندرلال نے مجھ پر سختیاں بند کر دیں۔ میرے زخم مندمل ہونے میں تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا پھر رفتہ رفتہ میری حالت معمول پر آ گئی۔ اب میں آزادی کے ساتھ کوٹھی میں گھوم پھر سکتا تھا لیکن کوٹھی کے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سندرلال نے اب میری چوکی داری میں بھی کچھ نرمی برتنی شروع کر دی تھی۔

میرے لیے اب سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہر قدم دیکھ بھال کر اٹھاؤں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ تربینی نے جو رعایت میرے ساتھ کی ہے اس کی پشت پر یقیناً کوئی خطرناک اسکیم ہوگی۔ بظاہر میں نے خود کو حالات کے سانچے میں ڈھال لیا تھا لیکن میرے سینے میں تربینی کے خلاف نفرت اور انتقام کی چنگاریاں بدستور سلگ رہی تھیں۔ میں ہمہ وقت اسی فکر میں ڈوبا رہتا کہ کسی طرح تربینی کو ختم کر کے انکا کو دوبارہ حاصل کر لوں۔ انکا جس کے چلے جانے کے بعد میرا سب کچھ برباد ہو گیا۔ میں تو لٹ ہی گیا تھا۔

بہت دنوں تک میں مختلف منصوبے بناتا اور رد کرتا رہا۔ اپنی جگہ میں اب بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا لیکن ایک دن پھر میرے سینے میں کھولن ہونے لگی۔ اس روز صبح سے میں نے سندرلال کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک دوسرے ملازم سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تربینی نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے ملازمت سے برطرف کر دیا ہے۔ سندرلال کی برطرفی کے معانی میں نے یہی لیے کہ اب تربینی کو مجھ پر یا تو اعتماد ہو گیا ہے یا پھر وہ میری چوکی داری کرانے کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا چنانچہ میں نے ایک بار پھر تربینی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔

ایک رات میں اپنے کمرے میں لیٹا ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ ایک ملازم نے آ کر مجھے بتایا کہ تربینی مجھے کوٹھی میں بلا رہا ہے۔ میں مضطرب قدموں سے اٹھا اور ملازم کے ساتھ ہو لیا۔ کوٹھی میں میرے داخلے کا وہ پہلا دن تھا اس لیے میں ملازم کی رہبری میں آگے بڑھتا رہا۔ کچھ دیر بعد ملازم مجھے ایک کمرے کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ میں آواز دے کر اندر چلا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جاؤں۔ ملازم کے جانے کے بعد میں چند ثانیوں تک دروازے کے ساتھ کھڑا اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتا رہا پھر میں نے ہمت کر کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

''کون؟'' اندر سے تربینی کی ٹھوس آواز ابھری۔

''میں جمیل احمد خان ہوں۔'' میں نے اونچی آواز میں جواب دیا۔

''اندر آجاؤ۔''

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ تربینی شب خوابی کے قیمتی لباس میں ملبوس بیٹھا شراب پینے میں مصروف ہے۔ میں نے اس کے کمرے پر سرسری نظر ڈالی جو قیمتی فرنیچر اور اعلیٰ ساز و سامان سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے اپنا ماضی یاد آ گیا۔ میرے دل کو شدید دھچکا لگا لیکن ابھی میں اس دھچکے کو برداشت بھی نہ کر پایا تھا کہ تربینی کی آواز سن کر چونک اٹھا۔

''اپنے ماضی کو اب بھول ہی جاؤ جمیل احمد خان ...... یہ سمجھو کہ وہ سب ایک خواب تھا۔''

تربینی کا طنز میرے دل و دماغ میں تیر نشتر بن کر چبھ رہا تھا لیکن میں خون کا گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔ کسی جلد بازی کا مظاہرہ کر کے میں خود کو پھر کسی اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب تربینی پر جو وار بھی کروں گا وہ بھرپور اور آخری وار ہوگا۔

''آپ نے مجھے یاد کیا تھا۔'' میں نے دل پہ جبر کر کے ایک زر خرید غلام کے لہجے میں کہا۔

''خوب۔ اب تم اپنی اوقات سمجھتے جا رہے ہو۔''

میں جواب دینے کے بجائے خاموش رہا تو تربینی نے سنجیدگی اختیار کر کے کہا۔

''شکنتلا یاد ہے تمہیں ...... وہی بمبئی والی۔ جو تمہارے ساتھ پونا سے آئی تھی۔ ان دنوں وہ پھر پونا میں ہے۔''

''اچھا۔ اسی مکار عورت کی وجہ سے مجھے اس مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا ہے۔'' میں جذباتی بن گیا۔

''مگر آپ کو میرے اس کے تعلقات کا کیسے علم ہے۔''

''مجھے سب معلوم رہتا ہے اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ شکنتلا سے تمہارا انتقام لوں۔'' تربینی نے گلاس میں بچی ہوئی شراب کو ایک ہی گھونٹ میں حلق سے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ ''آج کی رات میں اسی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ تم اسے میرے پاس لاؤ گے۔''

''میں ......؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''گھبراؤ نہیں۔ میں نے شکنتلا کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اٹھوا کر ایک اور جگہ پہنچا دیا ہے۔ وہاں سے تم اسے لے کر آؤ گے۔'' تربینی نے کہا پھر حقارت سے بولا۔ ''دلالوں کے مقابلے میں تم زیادہ مناسب رہو گے۔''

کاش میرے دونوں ہاتھ سلامت ہوتے اور مجھے انکا کی پُراسرار اور بے پناہ شیطانی قوتوں کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اسی وقت تربینی کا سانس بند کر دیتا۔ اپنی یا اس کی جان ایک کر دیتا لیکن میں اپنے حالات کا غلام تھا۔ اگر تربینی اس سے بھی زیادہ گھٹیا کام میرے سپرد کرتا تو میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ میں تربینی کے حکم پر ڈرائیور کے ساتھ گیا اور اس جگہ سے جہاں تربینی کے ...... زر خرید غنڈوں نے شکنتلا کو قید کر رکھا تھا گاڑی میں بٹھا کر تربینی کی خواب گاہ میں لے آیا۔ راستے میں شکنتلا نے میری بہتیری منت سماجت کی اور ہاتھ پاؤں جوڑے لیکن میں نے اس کی آہ و زاری کی طرف سے اپنے کان بند کر رکھے تھے۔ شاید اس لیے کہ ایک بار اس نے مجھے میری ہمدردی کے باوجود پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔

تربینی نے شکنتلا کو دیکھا تو مسکرا دیا۔ کچھ دیر تک وہ شکنتلا کے جسمانی نشیب و فراز کو کسی ماہر شکاری کی طرح دیکھتا رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔

''جمیل احمد خان مجھے خوشی ہے کہ اب تم راہِ راست پر آتے جا رہے ہو۔''

میں چپ رہا تو تربینی نے کہا۔

''اب اس چھوکری کو شراب بھی تم پلاؤ گے اور باہر دروازے پر کھڑے ہو کر چوکی داری کرو گے۔ کیا سمجھے؟''

جو احکام مجھے دیے گئے تھے انہیں پورا کرنا میرے لیے مشکل تھا مگر حالات نے مجھے اس گھناؤنے فرض کو سرانجام دینے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ جس طرح سندر لال میرے لیے جلاد ثابت ہوا تھا اسی طرح میں شکنتلا کے لیے جلاد بن گیا۔ پہلے اس نے ہاتھ پاؤں مارے اور چیخنے چلانے کی کوشش کی لیکن جب میں نے اسے بے رحمی سے مارا اور اپنے ایک ہاتھ کا پھندا بنا کر اس کے گلے کو گھونٹنا چاہا تو وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ موت کے خوفناک چنگل سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے ہاتھ جوڑ کر تربینی کے سامنے جھکنے کا وعدہ کر لیا تھا۔

میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہا۔ میرے سینے میں انتقام کا جذبہ مچلتا رہا لیکن میں خود کو قابو میں کیے رہا۔ جتنی دیر تک شکنتلا نشے میں بدمست نہ ہو گئی میں وہاں موجود رہا پھر جب میں نے دیکھا کہ وہ نشے کی حالت میں اپنی اصلیت کو جا کر کیے تربینی کے ساتھ ہم آغوش ہو رہی ہے تو میں جانے کے لیے پلٹا۔

''جمیل۔ تم باہر ہی موجود رہو گے۔ مجھے کچھ دیر بعد تمہاری ضرورت پیش آئے گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے مختصراً کہا پھر دوبارہ قدم بڑھائے تو شکنتلا کی آواز میرے کانوں میں کھولتے ہوئے سیسے کی طرح اترتی چلی گئی۔ اس نے تربینی کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

''ڈارلنگ۔ یہ ٹھنٹا ایک نمبر کا حرامی ہے۔ ایک بار اس ...... کے خصم نے میری عزت پر ڈاکا ڈالنا چاہا تھا مگر بھگوان کی کرپا نے مجھے بچا لیا۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جواب میں تربینی نے کیا کہا، میں ٹھیک طور پر سن نہ سکا۔ میرے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ جس شکنتلا کی خاطر میں نے جیل کی سختیاں برداشت کی تھیں وہ مجھے آج گالیاں دے رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر آیا اور دروازہ بند کرکے باہر راہداری میں ٹہلنے لگا۔ مجھے اپنے اوپر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میرے خون کی گردش اور حدت ہر لمحے تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں راہداری میں ٹہلتا اور غصے میں اپنے ہونٹ چباتا رہا۔ اندر تربینی شکنتلا کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا۔

وقت جیسے جیسے گزرتا جاتا تھا، میری کھولن میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ مجھے راہداری میں ٹہلتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹے سے اوپر ہو چکے تھے۔ میں جو فرض انجام دے رہا تھا وہ انتہائی مکروہ اور کراہت آمیز تھا۔ میں سوچتا رہا۔ میرا ذہن چونے کی بھٹی کے مانند پاک رہا تھا اور پھر...... پھر میں تیزی سے پلٹ کر تربینی کی خواب گاہ کے قریب آ گیا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر میں نے چابی والے سوراخ سے اندر جھانکا۔ اندر وہی شیطانی کھیل جاری تھا جو ایک زمانے میں میرا بھی سب سے دلچسپ مشغلہ رہ چکا تھا۔ شکنتلا اور تربینی دونوں اندھے ہو رہے تھے۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر دروازے کو آہستہ سے اندر کی سمت دھکیلا اور دبے قدموں اندر داخل ہو گیا۔ بائیں جانب دیوار پر تلواروں کا جوڑا لٹکا ہوا تھا جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ میں نے آہستہ سے ایک تلوار میان سے کھینچ لی اور گھوم کر پنجوں کے بل تربینی کی طرف بڑھنے لگا جو میری طرف پشت کیے کسی بھوکے درندے کے مانند اپنے حسین شکار کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ شکنتلا آنکھیں بند کیے نشے میں ڈوبی اسے داد عیش دے رہی تھی۔

میں ایک ایک قدم پھونک کر اٹھا رہا تھا۔ مبادا کہیں کوئی معمولی سی آہٹ بھی تربینی کو آنے والے خطرے سے آگاہ کر دے۔ میرا اور تربینی کا درمیانی فاصلہ ہر لحہ کم ہوتا جا رہا تھا اور کم...... اور کم اور پھر میں عین تربینی کے اوپر پہنچ کر رک گیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے تلوار والا ہاتھ فضا میں بلند کیا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سر پر جلد میں کوئی تیر و نشتر چبھو رہا ہے۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ میں تڑپ اٹھا۔ میرا ذہن ماؤف سا ہونے لگا۔ پھر میرے کانوں میں ایک نسوانی آواز ابھری۔

”کمرے سے باہر نکلو۔ نہیں تو میں تمہیں پلک جھپکتے میں ختم کر دوں گی۔“

”انکا۔ میری انکا...... یہ تم ہو۔ کیا واقعی تم ہو؟“ میں نے دل میں سوچا اور خوشی سے سرشار تیزی سے باہر آ گیا۔ تلوار اتنی ہی خاموشی سے دوبارہ میان میں رکھ دی جتنی خاموشی سے میں نے اسے باہر نکالا تھا۔ اب مجھے تربینی کی موت یا زندگی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ مجھے میری انکا واپس مل گئی تھی۔ وہ اس وقت میرے سر پر موجود تھی۔ میں اس کے پنجوں کی جانی پہچانی چبھن کو بدستور محسوس کر رہا تھا۔

باہر راہداری میں آ کر میں نے بڑی آہستگی سے دروازہ بند کیا اور تربینی کی خواب گاہ سے دور نکل آیا۔ پھر میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود تھی۔ وہی انکا جس نے مجھے سارے

جہان کی مسرتوں سے سرفراز کیا تھا اور نرگس جیسے گوہر نایاب کو میری جھولی میں لا ڈالا تھا۔ وہی میری انکا میرے سر پر موجود تھی لیکن مجھے یہ دیکھ کر شدید حیرت ہوئی کہ انکا کی حسین آنکھوں میں میرے لیے پیار اور ہمدردی کا کوئی جذبہ نہ تھا بلکہ وہ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کے پنجے ابھی تک میری جلد میں پیوست تھے۔ میں ششدر سا رہ گیا۔ پھر قبل اس کے کہ میں اسے مخاطب کرتا، انکا نے بھری ہوئی آواز اور اجنبی لہجے میں کہا۔

”جمیل احمد خان۔ تم نے میرے آقا پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے کی؟“

”انکا۔“ میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”تمہیں حاصل کرنے کے لیے...... انکا یہ میں ہوں جمیل۔ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔“

”بکواس مت کرو۔“ انکا نے چمک کر کہا۔ ”میں اپنے آقا کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔“

”تو کیا اب تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رہی۔ وہ سب فریب تھا؟ انکا میری جان، ایسے اجنبی لہجے میں بات نہ کرو۔ میری حالت دیکھو۔ دیکھو میں کیا سے کیا ہو گیا۔ دیکھو زمانے نے مجھ پر کیسے ستم توڑے ہیں۔ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اتنے دنوں کی جستجو کے بعد تم آئی ہو تو ایسی باتیں کر رہی ہو جیسے ہماری کبھی کوئی شناسائی نہ ہو۔“ میں نے روتے ہوئے اس سے کہا۔

”حماقت کی باتیں مت کرنا جمیل احمد خان۔“ انکا نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ ”تم جو کچھ تھے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تمہارا ماضی فریب تھا یا حقیقت، میرے آقا نے مجھے حاصل کیا ہے اور میں اسی کی داسی ہوں۔ جو بیت گیا اسے بھول جاؤ اور نہیں بھولتے تو مت بھولو۔“

انکا کی اس بے رخی سے میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ میرا شیشۂ دل چور چور ہو گیا۔ میں نے انکا کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔ ”کیا واقعی تمہیں کچھ یاد نہیں آتا۔ تم جو میرے لیے روتی تھیں، کیا تم میری بربادی پر خوش ہو۔“

”سنو جمیل احمد خان۔ اب اس بات کو خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ میرے آقا نے بھی تمہیں یہی ہدایت کی تھی۔“ انکا انتہائی خشک آواز میں بولی۔ ”عورتوں کی طرح رونا دھونا چھوڑ دو اور مرد بن کر حالات کا مقابلہ کرو۔ اتنا ہمیشہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے میرے آقا کی طرف غلط نظروں سے دیکھا تو میں تمہیں عبرت ناک حالات سے دوچار کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گی۔ میری طرف سے کبھی ہمدردی کی توقع مت کرنا۔“

میرا جی چاہا کہ انکا کے پُراسرار وجود کو اپنے پیروں تلے کچل کر سرمہ بنا دوں۔ کل تک میں اسی انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر بے گناہ مرد عورتوں کا خون بہاتا رہا تھا لیکن آج وہی انکا مجھ سے یوں اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہی تھی جیسے ہمارے درمیان کبھی شناسائی ہی نہ رہی ہو۔ میں دل ہی دل میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ انکا بولی۔

"ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو...... جو آقا کا حکم ہو اس پر کسی جھجک کے بغیر عمل کرتے رہو۔ انکار کی کوشش کی تو موت بھی تم سے روٹھ جائے گی۔"

"انکا۔" میں نے بسورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم واقعی پُراسرار قوتوں کی مالک ہو اور موت اور زندگی تمہارے اختیار میں ہے تو مجھ پر ایک احسان اور کردو۔ مجھے موت سے ہمکنار کردو۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے لیکن اس کے لیے میرے آقا کا اشارہ ضروری ہے۔" انکا نے حقارت سے جواب دیا پھر پھدک کر میرے سر سے ایک ہی جست میں اتر گئی۔

میرا دماغ بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ میری حالت کسی ایسے جواری جیسی ہو رہی تھی جو جیتنے کی تمنا میں اپنی آخری پونجی بھی ہار بیٹھا ہو۔ انکا کے روکھے رویے نے میرے دل پر ایسی چوٹ لگائی تھی کہ میں گنگ سا ہوگیا۔ میرے لیے اب صرف ایک ہی راستہ تھا کہ میں انکا کے وجود کو اور اپنے ماضی کو دیدہ دانستہ ایک سنہری خواب سمجھ کر فراموش کردوں لیکن تربینی! بھلا تربینی کو کیسے بھول سکتا تھا جس نے نہ جانے کون سا جاپ کرکے انکا کے ساتھ ساتھ میرا سب کچھ مجھ سے چھین لیا تھا۔ میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ تربینی کی کرخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ خوابگاہ کے دروازے پر کھڑا مجھے آواز دے رہا تھا۔ میں کسی غلام کی طرح اس کی آواز سن کر بھاگا۔ قریب پہنچا تو تربینی نے مجھے نفرت اور غصے بھری نظروں سے سرتاپا گھورتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی اوقات بھولتے جا رہے ہو۔"

"میں معافی کا خواستگار ہوں جناب۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔

"میں نے شکنتلا کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہیں اس کے ناپاک وجود کو خاک میں ملانا ہے۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔ تم شکنتلا کو ڈرائیور کے ساتھ لے جاؤ۔ ڈرائیور جہاں گاڑی روک دے وہی تمہاری امتحان گاہ ہوگی۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ تمہیں اس کے بعد کیا کرنا ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے مردہ آواز میں کہا۔ "مجھے معلوم ہے جناب۔" تربینی کوئی جواب دیے بغیر اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ شکنتلا کو لیے ہوئے باہر آیا۔ شکنتلا کے قدم اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔

تربینی نے اسے میرے ساتھ جانے کو کہا تو وہ ہچکی لے کر بولی۔

"پلیز ڈارلنگ۔ مجھے کسی اور کے ساتھ بھیج دو۔ میں اس ننھے کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"ارے نہیں پیاری۔" تربینی نے میری موجودگی میں شکنتلا کو اپنے سینے سے لگا کر ہونٹوں پر پیار کیا پھر بولا۔ "یہ میرا غلام ہے' اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو اسے میں گولی مار دوں گا۔"

شکنتلا نے میری طرف دیکھا پھر مسکرا دی۔ تربینی اسے گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔ شکنتلا ڈرائیور

کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گئی تو میں خاموشی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"دیکھو ننھے۔ اگر تم نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" تربینی نے مجھے مخاطب کرکے کہا پھر شکنتلا کے شانے دبا کر گاڑی سے دور ہوگیا۔

گاڑی تربینی کے دور ہٹتے ہی حرکت میں آگئی۔ باہر سڑک پر ہر طرف سناٹا طاری تھا۔ رات نصف سے زیادہ بھیگ چکی تھی۔ شکنتلا اپنی سیٹ پر پشت گاہ سے سر ٹیکے آنکھیں بند کیے گنگنانے میں مصروف تھی۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا اس بات کا منتظر تھا کہ کہاں گاڑی رکے اور میں شکنتلا کو باہر گھسیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔ یوں بھی انکا کے روٹھ جانے کے بعد مجھے زندگی اور زندگی کے ہنگاموں سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

آدھے گھنٹے تک برق رفتار گاڑی مختلف سڑکوں پر چکراتی رہی پھر ایک میدانی حصے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ شکنتلا نے جو ابھی تک آنکھیں بند کیے گنگنانے میں مصروف تھی' گاڑی رکتے ہی آنکھیں کھول دیں لیکن قرب وجوار پر نظر ڈالی تو چونک کر بولی۔

"ایڈیٹ۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟"

قبل اس کے کہ ڈرائیور کوئی جواب دیتا میں پچھلا دروازہ کھول کر تیزی سے نیچے اترا اور شکنتلا کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اب وہ وقت آگیا تھا جب میں اس ذلیل عورت سے اپنا انتقام لے سکتا تھا۔ تربینی کا حکم بھی یہی تھا کہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں تاکہ انکا کا پُراسرار وجود اس کے خون سے اپنی زندگی کو سیراب کرسکے۔

"شکنتلا دیوی۔ نیچے اتر آؤ۔ یہی تمہاری منزل ہے۔" میں نے سرد لہجے میں شکنتلا کو مخاطب کیا تو وہ بڑی تیزی سے میری سمت پلٹی اور غصے سے کانپتے ہوئے بولی۔

"ننھے۔ اپنی کھال میں رہ۔ اگر تربینی کو پتا چل گیا تو وہ تیری چمڑی ادھیڑ ڈالے گا۔"

"جو کچھ ہوگا بعد میں ہوگا۔ اس سے پہلے میں ذرا جی بھر کر تمہارے درشن تو کرلوں شکنتلا دیوی۔" میں نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر دروازہ کھولا اور شکنتلا کا ہاتھ تھام کر باہر کی سمت گھسیٹ لیا۔ وہ خوف زدہ آواز میں کراہتے ہوئے گاڑی سے نیچے آگری پھر وہ تیزی سے اٹھی اور بولی۔

"میں تربینی سے تیری شکایت ضرور کروں گی۔"

جواب میں میرا واحد ہاتھ گھوم گیا۔ شکنتلا تیورا کر نیچے گری تھی۔ میں نے اس بار اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اچھل کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور ہاتھ کی انگلیاں اس کی صراحی دار گردن پر جما دیں۔ شکنتلا کا نرم ونازک جسم میرے بوجھ تلے پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی نشیلی آنکھوں سے اب موت کا خوف جھانک رہا تھا۔ اس نے اچانک سہمی ہوئی آواز میں گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"میں تربینی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ تم جو چاہتے ہو لے لو۔ میرا وچن ہے کہ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔"

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا کہ میں ایک حسین عورت کی سہمی ہوئی درخواست کو ضرور قبول کر لیتا لیکن اس وقت انتقام کی آگ مجھے اندھا کیے دے رہی تھی۔ میں نے اپنا پورا بوجھ جو ابھی تک میں اپنی ٹانگوں پر اٹھائے ہوئے تھا' شکنتلا کے سینے پر ڈال دیا۔ وہ جال میں پھنسی ہوئی کسی معصوم فاختہ کی طرح پھڑپھڑائی تھی۔ اس نے مجھ سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن میں نے اتنی زور سے اس کا گلا دبایا کہ اس کے کھلے ہوئے ہونٹ بھنچ کر رہ گئے اور آنکھیں پلک جھپکتے میں ابل کر حلقوں سے باہر آ گئیں۔ میرے نیچے اس کے جسم نے دو چار شدید جھٹکے کھائے پھر اس کا جسم ہمیشہ کے لیے ساکت پڑ گیا۔ شکنتلا کو مارنے کے بعد میں خاموشی سے اٹھا اور ہانپتا ہوا گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا شواش ہے کہ لڑکی مر چکی ہے؟" ڈرائیور نے دریافت کیا۔

"ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا پھر خود کو پُرسکون رکھنے کے لیے اپنا سر سیٹ سے ٹکا دیا۔

گاڑی دوبارہ حرکت میں آ گئی۔ میں نشست سے سر ٹکائے نیم دراز رہا۔ مجھے یقین تھا کہ انکا اس وقت شکنتلا کے خون سے اپنے وجود کو سیراب کر رہی ہوگی اور صبح جب پولیس کو شکنتلا کی لاش ملے گی تو اس میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہوگا۔

میں سوچتا رہا۔ سوچتا رہا۔ پھر یک لخت میں یوں چونک کر اٹھا جیسے گھپ اندھیرے میں روشنی کی کوئی تیز کرن نظر آ گئی ہو۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ میرا تنفس تیز ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر میں تمام زندگی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکوں گا۔

مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ انکا کا پُراسرار وجود جب انسانی خون پینے میں مصروف ہوتا ہے تو اسے اس وقت تک کسی اور بات کا دھیان نہیں رہتا جب تک وہ جی بھر کر خون نہ پی لے۔ مجھے اس بات کا تجربہ بھی ہو چکا تھا کہ انکا انسانی خون پینے میں تین چار گھنٹے ضرور صرف کرتی ہے۔ گویا میرے پاس ابھی تین گھنٹوں کی مہلت تھی۔ اس مہلت میں انکا کا پُراسرار وجود تربینی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس عرصے میں تربینی کو موت کے گھاٹ اتار کر دوبارہ انکا کو حاصل کر سکتا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ تربینی کی موت کے بعد انکا آزاد ہو جائے گی اور مجھے دوبارہ مل جائے گی۔

میں اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرے خون کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

میرے پاس صرف تین گھنٹوں کی مہلت تھی۔ تین گھنٹے جو میری زندگی کا رخ پلٹ سکتے تھے۔ میں کامیابی کی صورت میں پھر بڑا آدمی بن سکتا تھا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ انکا شکنتلا کا خون پینے میں کم از کم تین گھنٹے ضرور صرف کرے گی۔ میں اس عرصے میں

تربینی کو موت کے گھاٹ اتار کر انکا کو دوبارہ حاصل کر سکتا تھا۔

میں اپنی نشست پر بیٹھا خود کو آنے والے حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ میری نظریں سامنے ویران اور سنسان سڑک پر مرکوز تھیں۔ تربینی کا ڈرائیور بدستور خاموش تھا۔ میں ابھی اپنے منصوبے کو تمام پہلوؤں سے جانچنے میں مصروف تھا کہ یکلخت ڈرائیور نے گاڑی کو بائیں جانب تیزی سے موڑا اور کچھ دور جا کر اسے ایک چار منزلہ عمارت کے سامنے روک دیا۔

"کیوں؟" میں نے ڈرائیور کو پریشان نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے گاڑی یوں، یوں روک دی؟"

"تم گاڑی میں بیٹھو۔ میں اپنی پتنی سے ایک ضروری بات کر کے آتا ہوں۔"

"کیا تم اسی عمارت میں رہتے ہو؟"

"ہاں۔" ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اسے بازو سے تھام کر روکتے ہوئے کہا۔

"تربینی نے ہمیں فوری واپسی کا حکم دیا تھا۔ اسے ہمارا انتظار ہوگا۔ تم اپنی پتنی سے پھر مل لینا۔"

"فکر مت کرو۔ میں دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔"

"نہیں۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "میری بات مانو ...... جو میں کہتا ہوں اسے سنو۔ تمہیں پہلے تربینی کی کوٹھی چلنا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" ڈرائیور نے میرا ہاتھ بڑی نفرت سے جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔ "خبردار جو تو نے پھر کبھی اپنا گندا ہاتھ میرے شریر کو لگایا' سنتے نہیں کے۔"

میرے ذہن میں اس وقت صرف ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا۔ "مجھے جلد از جلد کوٹھی پہنچ کر تربینی کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔"

ایسی صورت میں ڈرائیور کا اپنی دھرم پتنی کے پاس جانا وقت کی بربادی کا باعث بن سکتا تھا۔ میں اس سنہری موقع کو کسی قیمت پر گنوانے کے لیے تیار نہیں تھا پھر جس انداز میں ڈرائیور نے مجھے ننھا کہا تھا وہ بھی انتہائی تضحیک آمیز تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے بگڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"سنو مہاشے! اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو پہلے مجھے کوٹھی پہنچا دو اس کے بعد تم جہاں مرضی آئے جا سکتے ہو۔"

"ابے جا۔" ڈرائیور نے مجھے ایک گندی گالی دی پھر پلٹ کر گاڑی سے اترنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اسے دبوچ لیا۔ میرا اوحد ہاتھ آنِ واحد میں اس کی گردن میں پھانسی کے پھندے کی طرح پہنچ گیا پھر اس کا حلقہ تنگ ہونے لگا۔ ظاہر ہے میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرنے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کے لیے تیار تھا۔

''بھگوان کے لیے مجھے شما کر دو۔ تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔''

ڈرائیور کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز ابھری تو میرا خون اور کھول اٹھا۔ موت کو سامنے دیکھ کر میں نے بڑے بڑے سورماؤں کو زندگی کی بھیک مانگتے دیکھا تھا لیکن اس وقت میں موت اور زندگی کے فلسفے پر غور کرنے سے زیادہ اس بات کا متمنی تھا کہ جلد از جلد ڈرائیور کو ٹھکانے لگا کر تربینی تک پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں نے اپنی ساری قوت سمیٹ کر ہاتھ کے حلقے کو اور تنگ کر دیا۔ ڈرائیور نے چھٹکارا پانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ بے دم ہو کر میرے اوپر جھول گیا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ مر گیا ہے یا بے ہوش ہو گیا ہے۔ بہر حال میں نے اسے بڑی پھرتی سے گھسیٹ کر پچھلی نشست پر ڈالا اور خود اس کی جگہ سنبھال لی۔ ایک ہاتھ سے گاڑی چلانا بہت مشکل کام تھا۔ مجھے گاڑی چلائے دن بھی خاصے ہو چکے تھے مگر اس وقت میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کو مجتمع کیا اور اسٹیئرنگ کو اپنے ایک ہاتھ سے قابو میں کیا۔ گاڑی بڑی تیزی سے گھوم کر دوبارہ اسی سڑک پر آگئی جو تربینی کی کوٹھی کی سمت جاتی تھی۔

مجھے کوٹھی تک پہنچنے میں بمشکل دس منٹ صرف ہوئے۔ میرے ذہن پر اس وقت جنون سوار تھا۔ میں نے گاڑی کو پورٹیکو میں روکا اور نیچے اتر کر تیز تیز قدموں سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ تربینی کی خواب گاہ تک پہنچنے میں بھی میں نے غیر معمولی عجلت سے کام لیا تھا۔ خواب گاہ کے دروازے پر ٹھہر کر میں نے چابی والے سوراخ سے اندر جھانکا لیکن اندھیرے کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا۔ غالباً تربینی سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔ میں نے دروازے کے ہینڈل کو آزمایا مگر وہ اندر سے بند ہونے کے سبب نہ کھل سکا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کچھ سوچ کر دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی۔ چند ثانیے بعد اندر سے تربینی کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

''میں ہوں سرکار، جمیل احمد خان۔'' میں اونچی آواز میں بولا۔ ''جلدی دروازہ کھولیے۔ پولیس نے ڈرائیور کو گرفتار کر لیا ہے۔''

چابی والے سوراخ سے روشنی پھوٹی تو میں سمجھ گیا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ میں دروازے کے قریب ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے آہٹ ابھر کر دروازے کے قریب آئی۔ بولٹ کھلنے کی آواز ابھری اور پھر تربینی ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس میرے سامنے موجود تھا۔

''کیا بات ہے۔ پولیس نے ڈرائیور کو کیوں گرفتار کیا؟'' تربینی نے بے پروائی سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم سرکار۔'' میں نے بمشکل اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''شکنتلا کو ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں واپس آیا تو پولیس والے ڈرائیور سے باز پرس کر رہے تھے۔ میں وہاں رکنے کے بجائے بھاگ کر آپ کو اطلاع دینے آگیا۔''

''شکنتلا کو تم نے گاڑی سے کتنی دور لے جا کر ٹھکانے لگایا تھا؟''

''میں اسے خاصی دور لے گیا تھا سرکار لیکن ہو سکتا ہے کہ ڈرائیور پولیس والوں سے خائف ہو کر زبان کھول دے.....''

تربینی کی آنکھوں میں تشویش کے تاثرات ایک لمحے کے لیے ابھر کر غائب ہو گئے۔ وہ میری پریشان حالت پر ایک نظر ڈالنے کے بعد بولا۔

''تم یہیں رکو۔ میں ابھی فون کے ذریعے سب معلوم کر لیتا ہوں۔''

میں نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دی لیکن میں پوری طرح اپنے سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ تربینی جیسے ہی واپسی کے ارادے سے گھوما، میں نے کسی ہوشیار چیتے کی طرح جست لگائی اور تربینی کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے بڑی پھرتی سے اپنا ہاتھ تربینی کی گردن میں اس طرح پھنسایا جیسے کچھ دیر پیشتر میں ڈرائیور کے گلے میں پھنسایا تھا۔ تربینی دراز قد ہونے کی وجہ سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ جب وہ پشت کی جانب قدموں سے لڑکھڑایا تو اس کی گردن پر میری گرفت کمزور پڑ گئی مگر میں نے اسے جلدی سے دوسرا پینترا بدل کر پھر قابو کر لیا۔

''کمینے....'' تربینی کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ ''میں تجھے نرک میں جھونک دوں گا۔''

میں نے تربینی کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنا کام اور تیز کر دیا۔ مجھ پر خون سوار تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس وقت میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی۔ میں کس قدر ترچھا ہوا پھر جب میں نے جھٹکا دے کر اسے گھسیٹا تو وہ اس طرح معلق ہو گیا کہ اس کی کمر میری کمر پر تھی اور اس کے دونوں پیر ہوا میں تھے۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ دوسری طرف میری ساری قوت اس کی گردن پر صرف ہو رہی تھی۔ میں اپنے ہاتھ کا حلقہ تنگ کرتا جا رہا تھا..... اور تنگ..... اور تنگ..... مجھے قوی امید تھی کہ اب تربینی کچھ دیر کا مہمان ہے اور اس کی موت سے میں اس عذاب ناک زندگی سے نجات پا لوں گا اور انکا کو دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ انکا جس کے بغیر میری زندگی ادھوری تھی۔ اسی نے مجھ سے علیحدہ ہو کر مجھے سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ تربینی نے اسے مجھ سے چھین لیا تھا مگر تربینی کا خاتمہ اور میری زندگی کا حسین ترین لمحہ مجھ سے بہت قریب تھا..... میری انکا میرے پاس آنے والی تھی۔ تربینی کا ہولناک انجام میرے سامنے تھا۔

میرا ذہن انکا کے تصور میں گم تھا اور اس نئے خیال سے میرے اندر بلا کی طاقت آگئی تھی۔ میرا ہاتھ برابر تربینی کی گردن پر اپنا حلقہ تنگ کرتا جا رہا تھا۔ تربینی کے حلق سے اکھڑی اکھڑی اور گھٹی گھٹی آوازیں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نکل رہی تھی۔ وہ ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا پھر اچانک اس نے اکھڑی اکھڑی آواز میں کہا۔

''ان......کا......انکا......'' تربینی نے گھٹی گھٹی آواز میں دوبارہ چلانے کی کوشش کی۔

مجھے تربینی کی بے بسی پر رحم آنے کی بجائے خوشی ہو رہی تھی۔ اس کی تڑپ کا تماشا دیکھ کر مجھے سکون مل رہا تھا پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ کا حلقہ تنگ ہونے کے بجائے ڈھیلا پڑ رہا ہو۔ جیسے کوئی غیر مرئی طاقت میرے ہاتھ کو تربینی کی گردن سے علیحدہ کر رہی ہو۔ میں اس اچانک تبدیل ہونے والی حالت پر تلملا اٹھا۔ میں نے بوکھلا کر دوبارہ اپنی گرفت مضبوط کرنی چاہی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کس نے میرے بازو میں نشتر اتار دیا ہو۔ ابھی میں بازو میں ہونے والی شدید تکلیف اور جلن پر غور بھی نہ کر پایا تھا کہ مجھے سر پر ننھے ننھے سے نشتر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''انکا۔'' میرے ذہن میں انکا کا نام ابھرا تو مجھے جھرجھری آگئی۔ میرا ہاتھ مشینی انداز میں تربینی کی گردن سے علیحدہ ہوا تو وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح قالین پر ڈھیر ہو گیا۔

میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو مارے دہشت کے سرتاپا لرز اٹھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ میرے سر پر انکا کا پُر اسرار وجود موجود تھا۔ انکا اس وقت بڑی بھیانک نظر آ رہی تھی۔ اس کا تمام تر چہرہ خون میں تھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں جو کبھی مجھے زندگی کی حسین ترین مسرتوں کا پیغام دیا کرتی تھیں اس وقت بڑی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر سخت گیری کے تاثرات موجود تھے۔ اس کے بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی خون آلود اور خوفناک آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چند ثانیے تک وہ مجھے گھورتی رہی پھر حقارت سے بھرے لہجے میں مخاطب ہوئی۔

''جمیل احمد خان۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میرے آقا کی طرف کبھی غلط نظروں سے مت دیکھنا مگر تم نہیں مانے۔''

''انکا۔ یہ سب میں نے تمہارے لیے کیا ہے۔'' میں نے بے چین ہو کر کہا۔ ''میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم بے وقوف ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے آقا پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے کی۔'' انکا نے اپنے ہونٹوں کے اوپر جمے ہوئے خون کو زبان سے چاٹتے ہوئے کہا۔

''میں ایسا کرنے پر مجبور تھا انکا۔ اب صرف یہ ایک طریقہ رہ گیا تھا۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ''اب مزید ذلت مجھے منظور نہیں یا تو میں تمہیں حاصل کرلوں گا یا پھر تمہاری خاطر اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔''

''تم بہت معمولی آدمی ہو جمیل احمد خان۔'' انکا تیوری چڑھا کر بولی۔ ''تم نے اس وقت مجھے چھیڑ کر

اچھا نہیں کیا۔ تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت شکنتلا کے خون سے اپنے وجود کو تقویت دے رہی تھی۔ تم نے مجھے میرے شکار سے علیحدہ کر کے بہت برا کیا ہے۔ تم نے میرے آقا پر قاتلانہ حملہ کرتے وقت شاید یہ سوچا تھا کہ میں خون کے چٹخارے سے منہ موڑ کر یہاں نہ آؤں گی مگر تم یہ کیوں بھول گئے تھے کہ تربینی میرا آقا ہے اور میں اس کی داسی ہوں۔ اس نے مجھے حاصل کرنے کے لیے کٹھن جاپ کیا ہے۔ اس کے اوپر جب بھی کوئی ایسی بپتا آئے گی' میں آ جاؤں گی۔ اگر اس کے پکارنے پر میں نہ آتی تو دیوتا مجھ سے ناراض ہو جاتے اور خود میرا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نے میرے آقا کی طرف غلط نظروں سے دیکھا تو میں تمہیں عبرتناک حالات سے دوچار کر دوں گی جمیل احمد خان۔ تمہیں سب کچھ بتا دیا گیا تھا۔''

انکا کی بے وفائی اور اس کی بے مروتی دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رونے لگا پھر بھی میں نے اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''انکا تمہارے پُر اسرار وجود میں انسانی جذبوں کو محسوس کرنے کی کوئی قوت نہیں ہے۔ اگر تم کو میری حالت پر رحم نہیں آتا تو مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالو۔ میں اف تک نہیں کروں گا۔ تمہارے ہاتھوں جو موت مجھے نصیب ہوگی وہ بھی مجھے عزیز ہے۔''

''مجھ سے کسی ہمدردی کی توقع مت کرو جمیل احمد خان۔ انکا چمک کر نفرت سے بولی۔'' تم نے میرے آقا کو دکھ دیا ہے۔ تمہاری سزا موت بھی ہو سکتی ہے مگر میں تمہیں ایک ایسی سزا دوں گی جسے تم ہمیشہ یاد رکھو گے اور پھر کبھی انکا کے آقا کو زیر کرنے کی جرأت نہیں کر سکو گے۔''

میں گنگ سا کھڑا انکا کو تصویر حیرت بنا دیکھتا رہا۔ اس وقت انکا کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں میرے سر پر کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے پنجوں کی چبھن میرے سر کی جلد میں شدید ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اسی نفرت بھرے انداز سے مجھے تکتی رہی پھر بڑے ناگوار اور توہین آمیز لہجے میں بولی۔

''جمیل احمد خان۔ تم اپنا ایک ہاتھ پہلے ہی کھو چکے ہو۔ اب میں تمہیں ایک آنکھ کی نعمت سے محروم کر دوں گی۔ سمجھے۔ میں تمہاری ایک آنکھ کی بینائی چھین لوں گی۔ یہ کم سے کم سزا ہے جو تمہیں دی جاتی ہے۔''

''نہیں انکا نہیں۔'' میں گڑگڑانے لگا۔ ''میری طرف غور سے دیکھو انکا۔ یہ میں ہوں۔ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ میں نے تمہاری خاطر متعدد بے گناہوں کا خون بہایا ہے۔ کیا تمہیں مجھ پر بالکل بھی ترس نہیں آتا۔ میں تمہارے لیے اپنا سب کچھ لٹا چکا ہوں۔'' میں نے بہت کچھ کہا۔ گزری باتوں کو یاد دلایا۔ میں نے منتیں کیں مگر انکا حقارت سے بولی۔

Download from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"جمیل احمد خان۔ گزری باتوں کو بھول جاؤ۔ میں ایک داسی ہوں اور داسیاں سوائے اپنے آقا کے اور کسی کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا گناہ سمجھتی ہیں۔ میں تمہیں سزا دے کر آئندہ کے لئے تنبیہ کر دینا چاہتی ہوں کہ میرے آقا سے ہمیشہ وفادار رہو ورنہ.........."

"انکا۔ تم مجھے ایک بار ہی جان سے کیوں نہیں مار ڈالتیں۔" میں نے انکا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا تو وہ منہ بنا کر بولی۔

"وہ بہادر ہوتے ہیں جمیل احمد خان صاحب جو صرف ایک بار ہی مرتے ہیں۔ تم بزدل ہو' احمق ہو' خودغرض ہو۔ ایسے لوگ تو ہر روز مرتے ہیں۔"

میں ہاتھ جوڑ کر انکا کی منت خوشامد کرتا رہا لیکن اس پر میری کسی بات کا اثر نہیں ہوا۔ اس کے نفرت انگیز لہجے میں شدت آ گئی۔ وہ سر سے پھدک کر میرے شانوں پر آ گئی۔ میں سہمی نظروں سے اس کو دیکھتا رہا۔ اس کی خونخوار نظروں سے انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے پھر اس نے اپنا نازک ہاتھ اٹھایا۔ اس کی انگلیوں کے ناخن نکیلے نشتر کی طرح تھے۔ اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ میری سیدھی آنکھ کی طرف دراز ہوتا رہا۔ میں اس پُراسرار منظر کو کسی خاموش تماشائی کی طرح دیکھتا رہا۔ یوں جیسے میں عمل تنویم کے زیر اثر تھا۔ اس کے ہاتھ کی لمبائی پُراسرار طور پر بڑھتی رہی۔ اس کی انگلیاں اور ناخن بھی بتدریج بڑے ہوتے گئے۔ مجھے شریانوں میں اپنا خون منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا لیکن میں کچھ کرنے سے قاصر تھا۔ نہ جانے وہ کون سی غیر مرئی قوت تھی جس نے میرے اعصاب کو جکڑ کر مضمحل کر دیا تھا پھر میں اس وقت اپنی کربناک چیخ کو ضبط نہ کر سکا جب میں نے اپنے سر پر کوئی چٹان گرتی ہوئی محسوس کی۔ یہ انکا کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کی ضرب تھی۔ مجھے شدید تکلیف کے ساتھ ایسا لگا جیسے میری آنکھ ابل پڑی ہو۔ اس کے بعد میرے ذہن نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ مجھے بس اس قدر یاد ہے کہ میں لڑکھڑا کر نیچے کی طرف جھکتا گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

مجھے یاد نہیں کہ میں کتنے دن بے ہوش رہا۔ بہرحال مجھے اتنا یاد ہے کہ جب میرا ذہن جاگا تو میں اسپتال کے ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جب میری آنکھ کھلی تو در و دیوار دھندلے دھندلے نظر آئے۔ میں نے گھبرا کے اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھا۔ کیا واقعی میری ایک آنکھ جاتی رہی۔ میں نے عالم وحشت میں دوسری آنکھ کی پٹیوں کو نوچنا شروع کر دیا۔ میری اس دیوانگی کو دیکھ کر سفید لباس میں ملبوس ایک خوب صورت نرس جو میرے سرہانے تھی۔ میرے ہاتھ کو نرمی سے روکتے ہوئے وہ شیریں لہجے میں بولی۔

"نہیں نہیں جمیل صاحب! ایسا نہ کیجئے۔ خدا کا شکر ہے آپ ہوش میں آ گئے۔ ڈاکٹروں نے آپ کیلئے جی جان سے کوشش کی ہے۔ یقیناً آپ کو دوسری زندگی ملی ہے۔ اب ہم آپ سے مٹھائی کھائیں

گے۔ واقعی بڑا خطرناک حادثہ تھا۔"

میں نے نرس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنا ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیا۔ میں اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔ میری ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔ نرس مجھے نئی زندگی کی نوید دے رہی ہے۔ کاش وہ میرے مرنے کا اعلان کرتی۔ انکا نے میرا ہاتھ مجھ سے چھین لیا۔ سب کچھ میرے پاس سے چلا گیا۔ اب یہ نرس بھی مجھے زندگی کے طعنے دے رہی ہے۔ مجھ سے یہ مذاق برداشت نہ ہو سکا۔ میری آنکھ میں آنسو آ گئے۔ شفیق نرس کو مجھ پر شاید ترس آ گیا۔ وہ اپنے رومال سے میرے آنسوؤں کو پونچھنے لگی۔

"جمیل صاحب! دل چھوٹا نہ کیجئے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی ایک آنکھ روشنی سے محروم ہو گئی مگر آپ کی ایک آنکھ تو بچ گئی۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ زندگی بچ گئی۔ یہی بہت ہے ایک آنکھ سہی' آپ اس سے سب کچھ دیکھ تو سکتے ہیں۔"

"ن...رس... نرس..." میرے منہ سے بمشکل نکلا۔ اس کے شفقت بھرے لہجے پر مجھے نرگس یاد آ گئی۔ کاش وہ اس وقت میرے پاس ہوتی۔ میرا تو کوئی بھی نہ رہا۔ نرس کے اس مشفقانہ انداز پر میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ میں بہت دیر تک ہچکیوں سے روتا رہا۔

نرس میری آہ و زاری سے بہت متاثر ہوئی۔ وہ ایک معصوم اور مغموم لڑکی تھی۔ شاید اس پر بھی کچھ غم ٹوٹے تھے اس نے میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس وقت تک رونے دیا جب تک میرے پاس رونے کے لیے آنسو بھی نہ رہے۔

جب میں اپنے دل کا غبار اس کی گداز آغوش میں نکال چکا تو میں نے اس سے دبی زبان میں پوچھا۔

"مجھے یہاں کون لایا تھا؟"

"تربینی جی۔" نرس نے نہ جانے کیوں شرمیلے انداز میں نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا۔ "بڑے اچھے آدمی ہیں۔ آپ کے علاج پر انہوں نے پانی کی طرح پیسہ بہایا ہے۔ وہ آپ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔"

میں نے تربینی کا نام سنا تو نفرت سے منہ دوسری سمت کر لیا۔ نرس ہمدردیوں کا اظہار کر کے کچھ دیر بعد چلی گئی تو میں تربینی کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک بار وہ مجھے پولیس کے چنگل سے بھی نجات دلا چکا تھا اور اب پھر وہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے کوشاں تھا آخر کیوں؟ وہ مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟ کیا اسے یہ علم نہیں کہ مجھے جب بھی موقع ملا' میں اسے موت سے ہمکنار کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ وہ مجھ پر ترس کس لیے کھا رہا ہے؟ کیا انکا نے اس سے میری سفارش کی ہوگی۔ مگر کیوں؟

میرا ذہن ان گتھیوں کو سلجھانے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ میں کسی آخری نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ بہرحال

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں نے اپنے طور پر یہ طے کرلیا تھا کہ تربینی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش میں لگا رہوں گا پھر خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کو ختم کرلوں گا۔ میرے لیے اب اس دنیا میں کیا کشش باقی رہ گئی تھی۔ اپنی زندگی کی قیمتی چیزوں کے جانے کے بعد اس دنیا سے کیا واسطہ رہ گیا تھا اور پھر جس شخص نے مرنے کی ٹھان لی ہو اس کے آگے خطرے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

ہوش میں آنے کے بعد ایک ہفتے تک میں اسپتال میں رہا۔ اس عرصے میں ڈیوٹی پر تعینات نرس اور دوسرے ڈاکٹر مجھ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آئے لیکن ابھی تک میں نے تربینی کو ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ اس وقت آتا ہو جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔ بہر حال میں نے نرس سے بھی اس بارے میں کچھ دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر وہ کبھی از خود تربینی کا تذکرہ کرتی تو میں خوب صورتی سے بات بنا دیتا۔

چوتھے روز شام کی چائے پینے کے بعد میں نرس کے فراہم کردہ رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے یہ سوچ کر کہ نرس دوا پلانے آئی ہوگی' اس طرف کوئی توجہ نہیں دی لیکن دوسرے ہی لمحے جب تربینی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ میرے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔

''اب تمہارے مزاج کیسے ہیں' جمیل احمد خان! میرا خیال ہے اب تم تندرست ہوگئے ہو۔''

میں نے تربینی پر نظر ڈالی اور اسے اپنی سمت تحقیر آمیز نظروں سے گھورتا دیکھ کر مجھے بستر پر لیٹنا بھاری ہوگیا۔ کاش میرے بس میں ہوتا اور میں اسی وقت اٹھ کر تربینی داس کا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کردیتا۔ میں نے تربینی کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زہر خند سے بولا۔

''خان صاحب۔ آپ کو اسپتال میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔''

میں اس بار بھی تربینی کی بات کو خون کے گھونٹ پی کر طرح دے گیا۔

''کیا بات ہے خان صاحب۔ آپ بہت خاموش ہیں۔ جواب دیجئے نا۔ ایسی بھی کیا ناراضگی۔''

تربینی کے اس طنز کو میں برداشت نہ کرسکا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں چار کرتے ہوئے خونخوار لہجے میں پوچھا۔ ''تربینی ..... تم آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔''

''فی الحال تو میں آپ کی خیر بہت بھگوان سے نیک چاہتا ہوں۔'' تربینی مجھ پر الفاظ کے نشتر چبھوتے ہوئے بولا۔ ''پرمیشور کی بڑی کرپا ہے جو آپ کی ایک آنکھ باقی بچ گئی۔''

''تربینی۔'' میں نے اضطراب سے کہا۔ ''تم انسان نہیں بلکہ راکشش ہو۔''

''جمیل احمد خان ..... برداشت کی حد ہوتی ہے۔'' اچانک تربینی کے چہرے کے تیور کرخت ہوگئے۔ وہ مجھے حقارت سے گھور کر بولا۔ ''آنکھ اور ہاتھ چلا گیا ہے۔ اب اپنی ایک ٹانگ بھی کٹوانا

چاہتے ہو۔ سوچ لو۔ اب اس کا نمبر ہے۔''

''حالات نے مجھے بے بس ضرور کردیا ہے تربینی داس مگر اتنا یاد رکھو کہ میرے اندر تھوڑی بہت غیرت ضرور ہے۔ میں تمہارا دشمن نمبر ایک ہوں اور جب بھی موقع ملے گا تمہارا قصہ اس دنیا سے پاک کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے ساتھ انکا ہے۔ تربینی۔ یہ مت بھولو' تم خواہ کسی شکتی سے کام لو مگر مجھے تم اپنا غلام نہیں بنا سکتے۔ میں تمہیں مرا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ سمجھے۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کڑک کر جواب دیا تو تربینی مجھے یوں گھورنے لگا جیسے اسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو رہا ہو۔ کچھ دیر اس کی یہی حالت رہی پھر بولا۔

''جمیل احمد خان۔ دھیرج رکھو۔ ذرا شانتی سے کام لو۔ اس بات کو من سے نکال پھینکو کہ تم مجھ سے کبھی نجات پالو گے۔ اب ہمارا تمہارا ساتھ جنم جنم کا ہے۔ جب تک میں نہیں چاہوں گا' تم مر بھی نہیں سکتے۔ آنے والا سمے تمہیں بتائے گا کہ میں کتنی مہان شکتی کا مالک ہوں۔''

''انکا کو درمیان سے ہٹا دو پھر میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ کون کتنے پانی میں ہے۔'' میں نے بھی بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ ''انکا کی شکتی کے ساتھ تم میرا مقابلہ کیوں کرتے ہو۔ بہر حال یہ خیال رکھو کہ جب انسان کو زندگی سے کوئی لگاؤ نہ رہے تو پھر اسے موت کی بھی کوئی فکر نہیں رہتی۔ مجھے انکا کی بھی پروا نہیں ہے۔''

''یہ اسپتال ہے خان صاحب' میں تم سے اپنی کوٹھی پر باتیں کروں گا۔'' تربینی نے حقارت سے کہا۔

''میں اب تمہاری کوٹھی پر پیشاب بھی کرنا پسند نہیں کروں گا۔''

تربینی کے چہرے پر خون کی تمازت پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اس وقت شدید غصے کے عالم میں ہے۔ چند لمحات وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر دانت پیس کر بولا۔

''میں دیکھوں گا کہ تم کتنے مرد ہو۔'' پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی بات کا کوئی جواب دیتا' وہ مجھ پر نفرت انگیز نظریں ڈالتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بھی میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر رسالہ دوبارہ اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ آٹھ بجے کے بعد دوسری ڈیوٹی والی نرس آگئی تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ مجھے کب تک اسپتال سے رخصت ملے گی۔ نرس پتا کرنے باہر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے واپس آکر مجھے بتایا کہ میری چھٹی کل صبح کردی جائے گی۔ میں نے نرس کا جواب سن کر ایک سرد آہ بھری تو اس نے تعجب سے دریافت کیا۔

''کیوں۔ کیا آپ کو یہاں سے جانے کی خوشی نہیں ہے۔؟''

''تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گی۔ نرس۔ جاؤ' اپنا کام کرو۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرس چلی گئی تو میری بے چینی اور بڑھ گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اسپتال سے رخصت ہو کر کہاں جاؤں گا۔ میرے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ تریبنی کے پاس جانے سے پیشتر میری گزر اوقات بھیک پر تھی۔ میں اب بھی بھیک مانگ کر زندگی گزارنے کی ہمت رکھتا تھا لیکن میری پہلی خواہش یہ تھی کہ میں پونا سے فوری طور پر رخصت ہو جاؤں اور کچھ عرصے باہر رہ کر حالات کو سدھارنے کی کوشش کروں اور اس کے بعد پھر تریبنی کے مقابلے پر آؤں' میری سوچوں کے زاویے ہر لمحے بدلتے رہے۔ کبھی میں سوچتا کہ کیوں نہ انکا کے تصور کو ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال پھینکوں۔ کبھی میرا دل مجھے مشورہ دیتا کہ میں اسپتال سے زہر چرا کر پی لوں اور ابدی نیند سو جاؤں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا اور یہ یقین کرانے کی کوشش کرتا کہ میں عورت نہیں' مرد ہوں۔ مرد! جو آہنی چٹانوں سے بھی ٹکرا جانے کی ہمت رکھتا ہے' کبھی میرا ذہن مجھے مشورہ دیتا۔ ''جمیل' ذہانت اور دور اندیشی سے کام لیے بغیر تم کچھ نہیں کر سکو گے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو تین باتوں کا خیال رکھو' تمہاری نظر عقاب جیسی ہونی چاہیے تاکہ تم زمین کی گہرائیوں کا سینہ بھی چیر سکو...... تمہارا حوصلہ کسی شیر کی طرح بلند ہونا چاہیے اور سوچنے کا انداز لومڑیوں جیسا ہونا ضروری ہے۔ ان باتوں کے بغیر تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔''

میں نے ذہن کے اس مشورے کو قبول کر لیا۔ میرے لیے ضروری تھا کہ اب میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھاؤں لیکن ایک مسئلہ ابھی تک مجھے پریشان کر رہا تھا کہ میں اسپتال سے رخصت ہو کر کہاں جاؤں۔ میں بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکا۔ تھکے ہوئے اعصاب کو دھوکا دینے کی خاطر میں نے سرہانے رکھے ہوئے رسالے کو اٹھا کر یونہی الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ میرا جی رسالے میں نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی کہانی مجھے یاد آ رہی تھی۔ میرا پورا ماضی میرے سامنے تھا۔ میرے سامنے میرے اوپر گزرے ہوئے واقعات کا ایک بھیانک سلسلہ تھا۔ میں نے ماضی میں جھانک کر دیکھا تو مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں نے کن عجیب و غریب واقعات و حالات سے دوچار ہوا تھا اور اپنی زندگی کے نازک لمحے کے عتاب میں تھا۔ کچھ دیر پہلے اپنے ذہن میں اپنی نظر کو عقاب کی نظر' اپنے حوصلے کو شیر کا حوصلہ اور اپنے دماغ کو لومڑی کے دماغ کی مثال دے کر زندہ رہنے کا عزم پیدا کر رہا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ غیر معمولی قوتوں کے مقابلے میں میرا یہ عزم بے کار ہے۔ یہ خود فریبی ہے' میں کیوں زندہ رہوں' کس کے لیے زندہ رہوں' انکا میرے پاس آنے سے رہی۔ میں مر کیوں نہ جاؤں ہاں اب یہی بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔

مرنا کس قدر مشکل ہے' اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا۔ جب اسپتال میں روشنیاں کم ہو گئیں اور نرس مجھے شب بخیر کہہ کر رخصت ہو گئی تو میں نے خود کو موت کے لیے آمادہ کرنا چاہا۔ میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ بیرونی راہداری میں سناٹا تھا۔ میں نے اپنے اوپر ایک چادر ڈالی اور

آہستہ سے دروازہ کھول کر چوروں کی طرح اسے بند کرتا ہوا باہر آ گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ دواؤں کا کمرا کون سا ہے لیکن اسپتال میں اسے تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے تین چار کمرے آہستگی سے عبور کر لیے مگر چھٹے یا ساتویں کمرے کے دروازے پر اچانک میرے قدم جیسے من من بھر کے ہو گئے۔ میں ٹھٹک کر رک گیا۔

''کون ہے؟'' ایک ڈاکٹر نے مجھے آواز دی۔ ''کہاں جا رہے ہو؟''

''میں...... میں ایک مریض' کمرا نمبر 9 کا مریض جناب' جمیل احمد خان جناب۔'' میں نے گھگھیاتے ہوئے اس طرح جواب دیا جیسے مجھے چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہو۔

''جمیل احمد خان' اوہ!'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے خان صاحب' کیا کچھ تکلیف ہے؟''

''جی' جی! ڈاکٹر صاحب' میرے پیٹ میں اچانک درد اٹھا ہے۔ نرس سامنے نہیں تھی اس لیے میں کمرے سے باہر چلا آیا۔ ڈاکٹر صاحب' ازراہِ کرم مجھے کوئی دوائی دے دیں' شدت درد سے میں مرا جا رہا ہوں۔'' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''یہ نرس کہاں گئی۔ کم بخت سو جاتی ہے۔'' ڈاکٹر بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔ کیا تکلیف زیادہ ہے؟''

جی بہت زیادہ۔ بس دم نکلا جا رہا ہے۔''

''اوہ۔ خیر ادھر آؤ۔'' اس کا نام رام دیال تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ ایک نیک آدمی ہے۔ ڈاکٹر نے سامنے کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے سراسیمگی سے کمرے کے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ خوش قسمتی سے وہاں میری مطلوبہ دوا مجھے نظر آ گئی۔ اب صرف اتنی بات رہ جاتی تھی کہ میں ڈاکٹر کی نظروں سے بچ کر کسی طرح اسے حاصل کر لوں۔ ڈاکٹر نے مجھے ایک بڑی میز پر لٹا کر میرے پیٹ کی حالت کو دیکھا۔ وہ مجھ سے درد کے بارے میں استفسار کرتا رہا اور میں جوابات دیتا رہا۔ میں اسے جواب دے رہا تھا لیکن میری نظر دواؤں کی الماری کی طرف تھی۔ بالآخر اس نے مرض کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے مجھے ایک مکسچر بنا کر پلا دیا۔ میں نے بغیر کسی جھجک کے اسے پی لیا۔ میں تو اس سے زیادہ خطرناک شے پینے والا تھا' یہ کیا چیز تھی۔ جب ڈاکٹر رام دیال ہاتھ دھونے بیسن کی طرف مڑا تو میں نے اس کی الماری سے زہریلی دوا کی شیشی بہت سرعت اور مہارت سے اٹھالی اور اسے چادر میں چھپا کر ڈاکٹر کو شب بخیر کہا اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اپنے کمرے میں آ کر مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے ایک زبردست مہم سر کی ہے۔ میں نے سکون کے ساتھ دوا کی شیشی نکالی اور کھڑکی کو بند کیا۔ بڑے بلب کو آف کیا۔ ایک لمحے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں مجھے بہت سے لوگ یاد آئے۔ میری ماں' نرگس، انکا۔ تربینی اور میری پوری زندگی لمحوں میں میرے سامنے سے گزر گئی۔ میں نے اپنے پلنگ کے قریب رکھی ہوئی الماری سے آئینہ نکالا اور اپنی صورت دیکھی۔ میرے چہرے پر بلا کا عزم تھا۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر میں مسکرا دیا۔ ''جمیل احمد خان!'' میں نے آئینے میں اپنا عکس کو مخاطب کیا۔ ''لو اب تمہارا اختتام قریب ہے' بہت دنیا دیکھ لی' موت تمہیں ایک دن ضرور آنی تھی۔ چلو کچھ دن پہلے سہی۔ اب ہنس کر موت کا جام پیو۔'' اپنے عکس سے گفتگو کر کے میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کبھی میرے اوپر رقت طاری ہوئی۔ کبھی میں شدید اداس ہو گیا۔ کبھی میں نے حقارت سے کھڑکی کے دروازے کو دیکھا پھر اچانک مجھ پر قبر کا خوف غالب آ گیا۔ اندھیرا۔ میں نے زہر کی شیشی کو خود سے دور کیا۔

مگر یہ اندھیرا۔ قبر کا یہ اندھیرا تو ہر شخص کا مقدر ہے۔ اس سے کیسی گھبراہٹ، کیسا خوف' نہیں نہیں' میرے لیے موت بہتر ہے۔ میں نے آخری بار آئینے میں اپنی شکل دیکھی' جمیل احمد خان کا بدنما چہرہ میرے سامنے تھا پھر میں نے شیشی کا ڈھکن کھول دیا۔ ''میری موت کے بعد کیا ہو گا۔ اسپتال والوں سے پوچھ گچھ ہو گی مگر میں نہیں ہوں گا۔ میں تو مر جاؤں گا۔ ٹھیک ہے' مجھے مر ہی جانا چاہیے مگر میں ایک طرح تربینی کو پھنسا سکتا ہوں۔'' اچانک ایک خیال میرے ذہن میں آندھی کی طرح آیا۔ میرے پاس قلم نہیں تھا۔ باہر جا کر میں نے ڈاکٹر رام دیال سے قلم حاصل کیا اور لکھنے بیٹھ گیا۔ تربینی کے سیاہ کارنامے' انکا کے وجود کے بارے میں مکمل تفصیل اور اپنی جبریہ خودکشی کا احوال۔ رات کے دو بجے تک میں جو کچھ مجھے یاد آیا حوالوں کے ساتھ لکھتا رہا۔ انکا کے پُراسرار وجود کے حیرت انگیز واقعات اور وہ سب کچھ جو میں اس مختصر عرصے میں لکھ سکتا تھا۔ جب میں نے ایک طویل خط مکمل کر لیا تو اس پر ایک نظر ڈال کر اطمینان کا سانس لیا۔ اسے اپنے سرہانے رکھا اور زہر کی شیشی اپنے ہونٹوں سے لگا لی۔

مگر عین اس وقت جب میں زہر آلود شیشی انڈیل کر اس دنیا سے اپنا رشتہ منقطع کرنا چاہتا تھا' میرے سر پر ایک دھماکہ ہوا۔ انکا کے مانوس پنجوں کی چبھن تیز ہو گئی۔ شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی اور دوائی فرش پر پھیل گئی۔ میں نے چیخنا چاہا مگر میری آواز میرے حلق میں دب گئی۔ میں نے بدقت تمام کہا۔

''انکا مجھے مرنے دو میں موت چاہتا ہوں۔''

جواب میں انکا نے میرے سر کو اپنے پنجوں سے اتنی تیزی سے نوچا کہ میں اپنے حواس کھو بیٹھا۔ آخری الفاظ جو میں سن سکا وہ یہ تھے۔ انکا کہہ رہی تھی۔ ''جمیل احمد خان! تم آقا کی مرضی کے بغیر نہیں مر سکتے۔''

دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ تربینی داس تھا۔ تربینی دیکھتے ہی میں نے یہ سوچ کر کہ غالباً وہ اسپتال سے مجھے اپنے گھر لے جانے کے لیے آیا ہے' بڑی حقارت

سے سرد لہجے میں کہا۔

''تربینی جی۔ تم نے یہاں آ کر بیکار زحمت کی' میں نے کل ہی تم سے کہہ چکا تھا کہ میں اب تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔''

''اور میں نے بھی کہا تھا کہ میں دیکھوں گا کہ تم کتنے مرد ہو۔'' تربینی نے غصیلی آواز میں جواب دیا پھر نفرت سے کہا۔ ''تم میرے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے اس وقت دوبارہ میرے قدموں میں پڑے ہو۔ تم نے خود اسپتال کے عملے سے اس بات کی درخواست کی تھی کہ تمہیں میری عالی شان کوٹھی تک پہنچا دیا جائے۔''

''انکا۔'' میرے ذہن میں ایک بار پھر انکا کا خوفناک تصور ابھر آیا۔ انکا پُراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے جس کے لیے ہر ناممکن کو ممکن بنا دینا بہت آسان بات ہے' یقیناً انکا ہی نے میرے سر پر مسلط ہو کر مجھے وہ بیان دینے پر اکسایا ہو گا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے شکاری سے مختلف نہ تھی جس نے شکار کو پھانسنے کی خاطر کوئی جال بچھایا ہو اور اندھیرے میں خود ہی اس میں پھنس گیا ہو۔ میں نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا تو تربینی کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میں اس وقت اس کی کوٹھی کے سرونٹ کوارٹر میں پڑا ہوا تھا۔ اس وقت اپنی بے بسی اور بے کسی کا احساس مجھے اتنی شدت سے ہوا کہ غیر اختیاری طور پر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ ''کیا سوچ رہے ہو خان صاحب! کیا پھر مجھے مارنے کا کوئی خطرناک منصوبہ بنا رہے ہو؟'' تربینی نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ میں تربینی کو رحم طلب نظروں سے دیکھنے کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا۔

''تربینی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے راستے سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو جائیں۔''

''یہ دھیان تمہیں بہت دیر میں آیا ہے جمیل احمد خان۔ ویسے مجھے وشواش ہے کہ اب تم ایسی صورت اختیار کر چکے ہو کہ دیالو لوگ تمہیں بھکشا دینے سے منہ نہیں موڑیں گے۔ کیسی رہے اگر تم لنگڑے بھی ہو جاؤ۔ ہر منش تم پر دیا کرنے کو تیار ہو جائے گا۔''

''تربینی تم!''

''تربینی نہیں آقا یا سرکار کہو مخنثے واحد نور۔'' تربینی گرج کر بولا۔ ''اگر تم نے پھر گستاخی کی تو زبان کھینچ لوں گا۔'' میں نے بہت ضبط کیا اور آنکھیں بھینچ کر اور مٹھیاں بند کر کے خود کو قابو میں کیا۔ اس کے سوا اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ تربینی جی بھر کر مجھے برا بھلا کہتا رہا اور میں دل پر جبر کیے سب کچھ سنتا رہا۔ تربینی چلا گیا تو میری آنکھوں کے پیمانے چھلک اٹھے۔ میں اس روز دھاڑیں مار مار کر رویا لیکن کسی نے میری خبر نہ لی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

☆============☆============☆

مجھے تربینی کی کوٹھی پر آئے اٹھائیس روز گزر چکے تھے۔اس عرصے میں میری صحت بھی خاصی ٹھیک ہو چکی تھی۔مجھ پر سوائے کوٹھی سے باہر جانے کے اور کسی بات کی پابندی نہ تھی لیکن میں تمام دن اپنے کمرے میں چھپا بیٹھا رہتا۔شام کو محض چند منٹوں کے لیے باہر نکلتا اور پھر اپنے کمرے میں آ کر بند ہو جاتا۔ایک آنکھ کھنڈر کی صورت میں تبدیل ہو جانے سے میری صورت بے حد مکروہ اور بھیانک معلوم ہوتی تھی' آئینے میں اپنا عکس دیکھ لیتا تو ڈر جاتا۔میں نے خود کو حالات کے دھارے پر ڈال دیا تھا۔بس کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن پورے ہو رہے تھے۔تربینی کے ملازموں کو میری حالت پر افسوس ضرور تھا لیکن اتنی ہمت کس میں تھی جو کھل کر اس کا اظہار کرتا۔تربینی کی سخت گیر طبیعت کا اندازہ سب ہی کو تھا۔میری کیفیت دیکھ کر انہیں عبرت بھی ہو گئی تھی۔

اکثر میں تنہا بیٹھا اپنے حالات پر غور کرتا تو دل مسوس کر رہ جاتا۔ماضی یاد آتا تو میں بے اختیار رو پڑتا۔خاص طور پر ان دنوں مجھے نرگس بہت زیادہ یاد آتی تھی۔ایک دن شام کو میں اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا ان خیالات میں مستغرق تھا کہ چٹیل نامی ایک ملازم نے اندر آ کر کہا۔

''جمیل خان۔تمہیں سرکار کوٹھی میں بلا رہے ہیں۔''

میں چٹیل کو کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے اٹھا اور اس خیال سے کہ دیکھیں قسمت اب کیا گل کھلاتی ہے' کمرے سے باہر آ گیا۔لان عبور کر کے کوٹھی کے اندر داخل ہوا۔اپنے خیال میں کھویا کھویا تربینی کی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچ کر میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔مجھے یقین تھا کہ کوئی ہنگامہ ضرور ہونے والا ہے۔کوئی واقعہ۔

''کون؟''اندر سے تربینی کی بہکی ہوئی آواز سنائی دی۔

''سرکار۔میں ہوں جمیل احمد خان۔''میں نے کہا۔

''اندر آ جاؤ۔''

میں نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی ثانیے میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔مجھے کمرے کی ہر چیز گھومتی نظر آ رہی تھی۔میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو تربینی کی گردن میں باہیں ڈالے بیٹھی تھی۔سامنے گول میز پر شراب کے بھرے ہوئے جام اور بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔تربینی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی مگر میری توجہ کا مرکز وہ عورت تھی جو نیم عریاں لباس میں تربینی سے لپٹی بیٹھی اس کے وجود میں گھل مل جانے کی کوشش کر رہی تھی' وہ عورت نازلی تھی۔نازلی جو کبھی میری منظور نظر رہ چکی تھی اور جس نے نرگس کو مجھ سے چھڑایا تھا۔اس نے میرے ساتھ ایک شرمناک ڈراما کھیلا تھا۔وہ اس وقت میرے سب سے بڑے دشمن کو داد

عیش دینے میں مصروف تھی۔خیر یہ تو اس کا کام تھا مگر نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے دکھ سا کیوں ہوا۔

''نازلی۔ادھر دیکھو میری جان۔دیکھو وہ تمہارے سامنے کون موجود ہے۔''تربینی نے نازلی سے کہا۔

نازلی نے پلٹ کر میری سمت دیکھا تو سہم کر وہ تربینی سے کچھ اور قریب ہو گئی پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''میرا خیال ہے کہ میں اس مکروہ شخص کو پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔کیوں تربینی جی۔''

''ان مہاشے کا شبھ نام جمیل احمد خان ہے۔کبھی یہ تمہارے اوپر لٹو بھی ہو چکے ہیں۔''تربینی نے نازلی سے میرا تعارف کراتے ہوئے زہر خند سے کہا پھر براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔''دیکھ تم نے نازلی کو۔انہیں بہت دور سے بلایا گیا ہے۔تمہاری پسند بہت اچھی تھی خان صاحب۔''اس نے مست آنکھوں سے نازلی کی طرف دیکھ کر مجھ سے کہا اور مجھے ہدایت کی۔''تم باہر ٹھہرو میں تمہیں ابھی ایک خدمت کا موقع دوں گا۔مجھے وشواش ہے کہ تم آج اس خدمت کو خوشی خوشی پورا کرو گے۔''

میں سمجھ چکا تھا کہ تربینی کس خدمت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔وہ نازلی کو روندنے کے بعد میرے حوالے کرنے کا اشارہ کر رہا تھا تاکہ میں اسے جان سے مار کر اس کا خون انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے فراہم کر سکوں۔تربینی کی بات سن کر میں خاموشی سے پلٹ کر باہر آ گیا۔جس وقت میں دروازے سے باہر نکل رہا تھا اس وقت نازلی کی کہی ہوئی ایک بات میرے کانوں سے ٹکرائی اور پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے دل کی گہرائیوں تک اترتی چلی گئی۔اس نے تربینی سے کہا تھا۔

''تربینی جی!تم نے اس مکروہ شکل والے کو اندر بلا کر موڈ خراب کر دیا۔کیسا منحوس اور بھیانک لگ رہا تھا۔توبہ توبہ۔''

میں نے باہر آ کر دروازہ بند کیا اور راہداری میں ٹہلنے لگا۔میرے خون کی حدت آج پھر تیز ہو رہی تھی۔میں نے طے کر لیا تھا کہ آج میں نازلی کو بڑی اذیت ناک موت ماروں گا۔مجھے بڑی شدت سے اس لمحے کا انتظار تھا جب تربینی اسے میرے حوالے کر دے گا۔اسی نازلی کی وجہ سے میرا گھر برباد ہوا تھا اور نرگس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے بعد تربینی نے مجھے آواز دی تو میں لپک کر کمرے میں داخل ہو گیا۔اندر جو منظر مجھے نظر آیا وہ میرے جوش کو مزید بھڑکانے کے لیے بہت تھا۔تربینی صوفے پر نیم دراز تھا لیکن نازلی اس کے قدموں کے قریب فرش پر پڑی واہی تباہی بک رہی تھی۔اس کا لباس تار تار تھا اور وہ اس کی ستر پوشی کے لیے قطعی ناکافی تھا۔نازلی کی نظر مجھ پر پڑی تو اس بار خائف ہونے کی بجائے پاگلوں جیسے انداز میں ہنس کر بولی۔''تم ..... وہی ہو نا جو کبھی میرے عاشق ہوا کرتے تھے لیکن آج ..... آج تم حقیر ہو۔ایک دم حقیر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اور ذلیل، تم نے مجھے ایک بار پھنسایا تھا۔ اب تمہاری حالت عبرت ناک ہے۔''

''جمیل احمد خان۔'' تربینی نے مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ''کیا تم آج اپنے انتقام کی آگ کو اس کے خون سے ٹھنڈا کرتے ہوئے خوشی نہیں محسوس کرو گے چلو...... اٹھا لے جاؤ اسے۔''

نازلی بری طرح نشے میں دھت تھی لیکن تربینی کی بات سن کر اس نے نظریں گھما کر اسے نفرت سے گھورا پھر وہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی لیکن قبل اس کے کہ وہ تربینی سے کچھ کہتی، میں نے آگے بڑھ کر اسے بالوں سے پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔ نازلی کرب ناک انداز میں چلا چلا کر مجھے گالیاں دے رہی تھی لیکن میرے کان جیسے بہرے ہو چکے تھے۔ میں نے اسے باہر لا کر گاڑی میں ٹھونس دیا اور ڈرائیور سے گاڑی چلانے کو کہا۔ اس خیال سے کہ اس کے شور و غل کی آواز گاڑی سے باہر نہ نکلنے پائے، میں نے نازلی کے منہ پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما دی تھی۔ میرا ڈرائیور وہی تھا جسے میں نے ایک بار موت کے قریب کر دیا تھا۔ اب وہ میرے اشاروں کا غلام تھا۔ وہ سہما ہوا خاموش بیٹھا تھا۔ غالباً میری جلاد صفتی سے مرعوب ہو چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد گاڑی ایک ویرانے میں جا کر رکی تو میں نے نازلی کو بے دردی سے گھسیٹ کر باہر نکالا۔ اس کے بعد میں نے جس سفاکانہ طریقے سے اس کے جسم پر ضربیں لگائیں اس کا تصور آج بھی میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ اس کی کربناک چیخیں آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں تو مجھے اپنا خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ میرے سامنے زندگی کی آخری سانسوں تک ہاتھ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگتی رہی لیکن میں اس وقت تک اس کے جسم پر خنجر برساتا رہا جب تک کہ اس کا جسم چھلنی کی صورت میں تبدیل نہیں ہو گیا۔ میرا اپنا تمام لباس بھی خون سے تربتر ہو رہا تھا۔ مجھ پر جنونی کیفیت طاری تھی۔ نازلی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اس پر نفرت کی نگاہ ڈالتا ہوا واپس آ گیا۔ تربینی کی کوٹھی پہنچ کر میں نے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔ ان کپڑوں کو نذر آتش کیا جن پر نازلی کے خون کے دھبے موجود تھے پھر اپنے پلنگ پر بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ اس روز مجھے اپنا ذہن بڑا ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ یوں جیسے میرے سر سے کوئی وزنی بوجھ اتر گیا ہو۔

☆=============☆=============☆

حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے اس قدر بے دست و پا کر دیا تھا کہ وقت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ میں نے خود کو اسی سانچے میں ڈھال لیا جس میں تربینی چاہتا تھا۔ پے در پے ناکامیوں نے میرے ذہن کو مفلوج کر دیا تھا۔ انکا کے پراسرار وجود کی موجودگی میں میرے لیے فرار مایوس کن ثابت ہوئی۔ چنانچہ میں تربینی کا غلام بنا ہوا تھا۔ جب بھی تربینی مجھے حکم دیتا، میں بلا چون و چرا اس پر عمل کرتا۔ اس طرح تین ماہ گزر گئے۔ ان تین مہینوں میں مجھے نازلی کے علاوہ تین اور

ایسی عورتوں کو ٹھکانے لگانا پڑا جو پہلے تربینی کی ہوس کا نشانہ بنیں پھر مجھے انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے ان عورتوں کا خون فراہم کرنا پڑا۔

پونا میں ہونے والے قتل کے واقعات نے پولیس کے عملے کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ ایک دو وارداتوں میں پولیس کے ماہر دماغ تربینی تک بھی پہنچے لیکن بے نیل مرام واپس لوٹ گئے۔ انکا کی پراسرار قوت نے تربینی کو ہر موقع پر حیرت انگیز طور پر بچایا اور پولیس کو مجبوراً کاغذات کی خانہ پری کرنے کے لیے کسی بے گناہ کو تختۂ دار تک لے جانا پڑا۔ میں جب بھی اخبارات میں اس قسم کی اطلاع پڑھتا، خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو جاتا تھا کہ جب تک انکا کا وجود تربینی کے قبضے میں تھا، دنیا کی کوئی طاقت اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی تھی۔ میرا یہ حال تھا کہ میں تو اپنے دن گن گن کر پورے کر رہا تھا لیکن حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ دوبارہ انکا کو قبضے میں کرنے کے خواب دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ تربینی ہر وقت کسی سوچ میں گم رہتا ہے۔ وہ تربینی جو کبھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا اب مجھ سے ملنے کے لیے ملازموں کے کوارٹر تک آ جاتا تھا۔ میں تربینی سے ہمیشہ جھکی نظروں سے ملتا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے وہ میرے پاس آتا تھا لیکن کوئی رکاوٹ ایسی ضرور تھی جس کی بنا پر وہ مجھ سے کچھ کہے بغیر واپس چلا جاتا تھا۔ میں نے کبھی تربینی سے اس کی بے چینی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

ان ہی دنوں ایک بار تربینی نے شوبھا نامی ایک خوب صورت لڑکی کو میرے حوالے کیا۔ میں حسب معمول اسے ایک نئے ویرانے میں لے گیا اور ایک سنگ دل جلاد کی طرح اسے ٹھکانے لگا دیا لیکن جب شوبھا کو موت کے گھاٹ اتار کر میں واپسی کے ارادے سے پلٹا تو ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہو۔ میں نے عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ انکا حقیقتاً میرے سر پر موجود تھی۔ بظاہر وہ اس وقت اچھے موڈ میں نظر آ رہی تھی لیکن میں نے دیدہ دانستہ اس سے کوئی بات نہیں کی، گردن جھکا کر گاڑی کی سمت قدم اٹھایا تو انکا کی مترنم آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

جمیل۔ اب تم واقعی راہ راست پر آ گئے ہو۔ اگر اسی طرح تم میرے آقا کے اشارے پر چلتے رہے تو تمہیں کوئی مصیبت درپیش نہیں ہو گی۔''

''تمہارا شکار تمہارا منتظر ہے انکا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو؟ جاؤ اور شوبھا کے خون سے اپنے وجود کو تقویت دو، دیکھو تمہارا آقا میرے سر پر آ جانے کی خبر سن کر کہیں تم سے ناراض نہ ہو جائے۔''

''جمیل' میرا آقا ناراض نہیں ہو گا اور سمجھ لو کہ میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ویسے میں تم سے خوش ہوں کہ تم میرے آقا کی بڑی خدمت کر رہے ہو اور میرے لیے غذا فراہم کرتے ہو جس کی میرے وجود کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ میری مانو پریشان رہنے کے بجائے ہنسا بولا کرو' اب ایسا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بھی کیا۔"

"میں نے خود کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے انکا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "بہتر ہے کہ تم خوش رہنے اور ہنسنے بولنے کا مشورہ اپنے آقا تربنی داس کو دو جو آج کل اداس اداس اور کھویا کھویا رہتا ہے۔ مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں؟"

"خوب۔" انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اچھا تو اب تمہیں آقا سے ہمدردی بھی ہوتی جارہی ہے۔"

"تربنی کو مجھ سے زیادہ تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے۔" اس بار میں نے جل کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم آج کل اس کے لیے زیادہ چاندار لڑکیاں نہیں فراہم کررہیں۔"

"میں اپنے آقا کو دنیا کی ہر نعمت سے نواز سکتی ہوں جمیل۔" انکا نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "آج کل اس کی پریشانی کی وجہ خوب صورت لڑکیاں نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ ایک بار تم بھی ایسے حالات سے دوچار ہوچکے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں تمہارا اشارہ۔" میں نے انکا کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا تو وہ بدستور سنجیدگی سے بولی۔

"وقت آنے دو۔ تم خود ہی سب کچھ جان جاؤ گے۔"

انکا مبہم الفاظ میں اپنا جملہ ادا کرکے میرے سر سے اتر گئی۔ میں کچھ دیر گم صم کھڑا اس کے جملے کا مطلب اخذ کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا پھر تھکے ہوئے انداز میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا گاڑی تک گیا اور گھر واپس آگیا۔ اس رات سونے سے پہلے میں نے ایک بار پھر انکا کے جملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر کوئی رائے نہ قائم کرسکا اور تھک ہار کر سو گیا۔

تین چار روز تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں حسب معمول دن بھر اپنے کوارٹر میں بند پڑا رہتا۔ شام کو طبیعت الجھنے لگتی تو تھوڑی دیر کے لیے کوارٹر سے باہر نکل آتا۔ ایک روز میں شام کو اپنے کوارٹر کے سامنے ٹہل رہا تھا کہ تربنی آگیا۔ اس روز وہ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آرہا تھا۔ مجھے کوارٹر میں چلنے کو کہا تو میں چپ چاپ اس کے ہمراہ اندر آگیا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان بالکل خاموشی طاری رہی پھر تربنی نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"جمیل احمد خان، مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ میرے کارن تمہیں بہت سی کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

میں نے تربنی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا، مجھے اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔ شاید اس لیے کہ مجھے اپنے بدترین دشمن سے اس قسم کے جملے کی توقع نہیں تھی۔ تربنی نے میرے

چہرے پر حیرت کے تاثرات دیکھے تو بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تم سے غلط نہیں کہہ رہا جمیل۔ کیا تمہیں میری بات پر وشواش نہیں ہے، اور وشواش بھی کیسے ہوگا......"

"میرے لیے کیا حکم ہے سرکار۔" میں نے کسی زرخرید غلام کی طرح کہا...... "میں آپ کی ہر سیوا کرنے کو تیار ہوں۔"

تربنی نے فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے تک وہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتا رہا پھر اس نے کمرے میں ٹہلنا شروع کردیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات ہر لحہ گہرے ہوتے جارہے تھے۔ میں کن انکھیوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اچانک وہ ٹہلتے ٹہلتے میرے قریب آکر رکا اور بڑی اداسی سے بولا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ میں نے انکا کو کتنی کٹھن پریکشا اور جاپ کے بعد حاصل کیا تھا۔"

"میں ان باتوں کو بھول جانا چاہتا ہوں سرکار۔ سب مقدر کا کھیل ہے۔" میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا تو تربنی نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ میرے کاندھوں پر رکھ دیے پھر بڑے دوستانہ انداز میں گویا ہوا۔

"جمیل احمد خان۔ آج کے بعد سے ہم دونوں متروں (دوستوں) کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ مجھ پر وشواش کرو۔"

مجھے ایک بار پھر اپنی قوت سماعت پر شبہ ہوا۔ تربنی کے رویے کی اس اچانک اور حیرت انگیز تبدیلی نے مجھے حیران کردیا۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ جو شخص میرا سب سے بڑا دشمن ہو، جس نے میری ایک آنکھ کو اپنی طاقت کی بھینٹ چڑھا دیا ہو وہ مجھے دوست کہہ کر مخاطب کرے۔ ابھی میں ان باتوں پر غور کرہی رہا تھا کہ تربنی دوبارہ بولا۔

"میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہہ رہا ہوں جمیل کہ آج کے بعد سے میں تم کو اپنا متر سمجھوں گا۔ تم سگے بھائیوں کے سمان میرے ساتھ رہو گے لیکن......"

لیکن کہہ کر تربنی خاموش ہوگیا تو میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی ایسی ہی افتادہ اس پر آن پڑی ہے جو وہ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے ورنہ اس سے پہلے بھی میں اس کا برتاؤ دیکھ چکا تھا۔ تربنی کافی دیر تک خاموش رہا تو میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"آپ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئے۔ کیا کوئی خاص مسئلہ درپیش ہے؟"

"آپ مت کہو جمیل احمد خان، تم اب میرے متر ہو۔" تربنی اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے پُرخیال انداز میں بولا۔ "جس طرح میں نے انکا کو حاصل کرنے کے لیے پریکشا کا جاپ کیا تھا اسی طرح آج

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کل ایک اور پنڈت جاپ کر رہا ہے۔اسے اپنا جاپ کرتے ہوئے پچیس دن سے زیادہ بیت چکے ہیں۔اگر پندرہ دن کے اندر میں نے اس کا کوئی حل نہ تلاش کیا تو انکا میرے قبضے سے بھی نکل جائے گی۔"

تربینی کی بات سن کر میری نبض کی رفتار تیز ہوگئی۔اب میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ تربینی نے میری طرف دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھایا تھا۔وہ غالباً مجھے اس پنڈت سے ٹکرانے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا جو انکا کو حاصل کرنے کے لئے اپنے جاپ میں مصروف تھا۔میں نے تربینی کی بے چینی کو محسوس کیا تو ایک عرصے بعد مجھے مسرت کا احساس ہوا۔میں دل ہی دل میں مسکراتا رہا پھر تربینی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ وہ پنڈت کون ہے اور کہاں بیٹھا جاپ کر رہا ہے؟"

"اس منحوس کا نام شیو چرن ہے۔"تربینی نے تلملا کر کہا۔"وندھیا چل کی پہاڑی کے نیچے نربدا ندی کے کنارے پر ایک پرانے مندر میں بیٹھا اپنا جاپ کرنے میں مگن ہے۔میں چاہتا ہوں کہ تم اسے اس کا جاپ پورا ہونے سے پہلے مار ڈالو۔میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ اگر تم سپھل (کامیاب) ہو گئے تو میرے متر بن کے رہو گے۔میں سارا جیون تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گا۔"

"میں تیار ہوں تربینی داس جی۔"میں نے فوری طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا پھر پوچھا "مگر کیا آپ نے انکا سے دریافت نہیں کیا کہ ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے یا نہیں؟"

"پوچھا تھا پرنتو انکا اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتی جب تک پنڈت شیو چرن اپنے منڈل کے اندر ہے، انکا کی شکتی بھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"ایسی صورت میں بھلا میں کیا کر سکوں گا۔"میں نے دبی زبان میں کہا تو تربینی صاف گوئی سے بولا۔

"سنو جمیل احمد خان۔تم جن حالات میں جیون بتا رہے ہو وہ موت سے بھی بدتر ہے۔ایسی صورت میں تمہارے لیے شیو چرن سے ٹکرانا کوئی دشوار بات نہیں۔اگر تم سپھل ہو گئے تو تمہارے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔ناکام ہونے کی شکل میں تم اپنی موجود کٹھنائیوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پا جاؤ گے۔بولو..... کیا یہ سودا تمہیں منظور ہے۔"

ہر چند کہ تربینی داس کی باتوں سے خود غرضی اور مکاری کی بو آ رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس نے جو مشورہ دیا تھا وہ غلط نہ تھا۔میری زندگی واقعی مُردوں سے بدتر تھی۔میں کچھ دنوں کھلی فضا میں سانس لینے کو بھی ترس گیا تھا۔ایسی صورت میں اپنی زندگی کو تربینی کے بتائے ہوئے داؤ پر لگا دینا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا جس پر میں غور و خوض کرتا۔چنانچہ میں نے فوری طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔تربینی جواب سن کر یوں کھل اٹھا جیسے اس کی دلی مراد پوری ہو گئی ہو۔وہ مجھے بڑی دیر تک پنڈت شیو چرن کے

بارے میں حالات سے آگاہ کرتا رہا پھر یہ کہہ کر چلا گیا کہ مجھے اگلے دن اپنے اس خطرناک سفر پر روانہ ہو جانا پڑے گا۔

تربینی کے جانے کے بعد میں تھکے ہوئے انداز میں اپنے پلنگ پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔میرا ذہن بری طرح ماؤف ہو رہا تھا۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب میری زندگی کے دن عنقریب پورے ہونے والے ہیں۔مجھے اس بات کی مطلق توقع نہ تھی کہ میں منڈل میں بیٹھے ہوئے پنڈت شیو چرن کے مقابلے میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکوں گا۔میں تربینی کے سلسلے میں ایک بار پہلے بھی اس وقت اپنی قسمت کو آزما چکا تھا جب تربینی انکا کے حصول کے لیے جاپ میں مگن تھا۔مجھے یقین تھا کہ شیو چرن سے ٹکرانا میرے لیے موت کے مترادف ہوگا پھر بھی میں نے تربینی کی بات ماننے سے انکار نہیں کیا اس لیے کہ میں کھلی فضا میں آزادی کی موت مرنا چاہتا تھا۔

میں سوچتا رہا۔سوچتا رہا اور میرا ذہن چکراتا رہا۔موت کا بھیانک تصور میرے اعصاب پر بتدریج اپنا قبضہ جماتا رہا لیکن پھر اچانک اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی سی کرن ایسی پھوٹی کہ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔میں نے سوچا کہ اگر میں کسی طرح عین اس وقت پنڈت شیو چرن کو مارنے میں کامیاب ہو جاؤں جب انکا تربینی داس کے قبضے سے نکل کر شیو چرن کے قبضے میں جا رہی ہو تو یقیناً میری کایا پلٹ سکتی ہے۔میں ایک بار پھر انکا کو حاصل کر سکتا ہوں۔

میں اس روز تمام رات جاگتا رہا اور مختلف منصوبے بناتا رہا اور دوسرے دن تربینی کی ہدایت پر سورت (SURAT) کے لیے روانہ ہو گیا جہاں سے مجھے پنڈت شیو چرن کے ٹھکانے تک پہنچنا تھا۔

☆==========☆==========☆

شیو چرن کو موت کے گھاٹ اتارنے کا وعدہ کر کے میں پونا سے سورت (SURAT) کے لیے روانہ ہو گیا۔ایک عرصے بعد میں نے کھلی ہوا میں آزادی کا سانس لیا تھا۔میں اپنی آزادی کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔تربینی داس نے کون سے ظلم تھے جو مجھ پر نہیں توڑے۔میری جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو کب کا اس جہاں سے رخصت ہو جاتا لیکن یہ میں تھا۔جمیل احمد خان۔جو ظلم و ستم برداشت کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔جو اپنی ایک آنکھ کی بینائی اور ایک ہاتھ سے پہلے ہی محروم ہو چکا تھا۔زندگی میرے لئے مُردوں سے بھی بدتر تھی۔میں اسیری کی ان زنجیروں کو توڑنا چاہتا تھا۔چنانچہ جب تربینی نے شیو چرن کا ذکر کیا اور حالات سے آگاہ کرتے ہوئے وندھیا چل جا کر موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کو کہا تو میں نے بے دھڑک اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔میں سمجھتا تھا کہ شاید اسی طرح میری بگڑی تقدیر سنور جائے۔

تربینی نے پونا سے روانگی کے وقت اچھی خاصی رقم میرے حوالے کی تھی اور مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں شیو چرن کو مارنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ مجھے آئندہ ہمیشہ اپنا دوست سمجھے گا اور ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائے گا۔ مجھے تربینی کی باتوں کا کچھ زیادہ یقین نہ تھا مگر یہی ایک بہتر صورت تھی کہ میں تربینی کی اس پیشکش کو اس صورت پر ترجیح دوں کہ انکا شیو چرن کے قبضے میں چلی جائے۔

میں اب زندگی کے ایک ایسے دوراہے پر تھا جہاں ایک طرف موت اپنا بھیانک منہ کھولے مجھے ہڑپ کر جانے کے لیے بے چین تھی اور دوسری سمت تربینی کے خیال میں زندگی کی مسرتیں اپنا دامن وا کیے میری منتظر تھیں۔ مجھے زندگی کی مسرتوں سے زیادہ اپنی بھیانک موت کا یقین تھا اس لیے کہ منڈل میں بیٹھے ہوئے کسی پجاری کو مارنے کا تجربہ میں پہلے بھی کر چکا تھا۔ اگر میں اس وقت کامیاب ہو گیا ہوتا تو آج اس حالت کو کبھی نہ پہنچتا۔ انکا تربینی کے بجائے میری ہی رہتی۔ وہ مجھ سے جدا نہ ہوتی۔

سورت پہنچ کر میں نے رات ایک معمولی درجے کے ہوٹل میں گزاری پھر صبح ہوتے ہی نربداندی کی سمت روانہ ہو گیا۔ اگلے روز میں نربدا کے کنارے پہنچ گیا۔ اس سفر میں جن جان لیوا تکالیف سے دو چار ہونا پڑا وہ کچھ میرا ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اگر میں تفصیل سے ان حالات کا ذکر کروں تو ایک علیحدہ کہانی بن سکتی ہے لیکن میں اصل موضوع سے ہٹ کر قارئین کو الجھانا نہیں چاہتا۔

میں کسی نہ کسی طرح ویران مقامات اور گنجان آبادیوں سے گزرتا نربدا کے کنارے پہنچ کر اس پرانے مندر کی تلاش میں لگ گیا جہاں مجھے شیو چرن سے دو دو ہاتھ کرنے تھے۔ دو روز تک میں نے شب و روز اپنا سفر جاری رکھا۔ جہاں بھی مجھے کوئی نیا پرانا مندر نظر آیا' دھڑکتے ہوئے دل سے اس کے اندر جا کر دیکھتا مگر مایوس ہو کر آ جاتا۔ پیدل سفر کرتے کرتے میرے قویٰ جواب دینے لگے تھے' میں ایک ایک دن کا حساب کر رہا تھا۔ تربینی نے مجھے جو حساب بتایا تھا اس کے اعتبار سے صرف گیارہ دن شیو چرن کی کامیابی میں اور باقی رہ گئے تھے۔

دوسرے روز جب میں دن بھر پیدل سفر کرنے کے بعد رات کو ایک درخت کے نیچے سونے کے ارادے سے لیٹا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ رات میری زندگی کی آخری رات ثابت ہوگی۔ میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ مچھروں نے کاٹ کاٹ کر میرا سارا جسم داغ دار بنا دیا تھا۔ مجھے ہلکا ہلکا بخار بھی ہو چلا تھا۔ سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا لیکن ان تمام مصائب کے باوجود مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اگر میں اس ویرانے میں مر بھی گیا تو یہ موت آزادی کی موت ہوگی۔

دن بھر کی تکان کی وجہ سے مجھے لیٹتے ہی نیند آ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ بہت دیر بعد جب میں ہڑبڑا کر جاگا اس وقت قرب و جوار کا تمام علاقہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ دور سے جنگلی جانوروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ میری آنکھ کیونکر کھلی کہ اچانک میرے سر پر تیز پنجوں کی چبھن شروع ہو گئی۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں ان پنجوں کی چبھن سے بخوبی واقف تھا۔ میں

نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھائیں اور عالم تصور میں اپنے سر کی جانب توجہ کی تو مجھے اپنے حواس پر یقین نہیں آیا۔ انکا میرے سر پر موجود تھی۔ میرا دل چاہا کہ اس بے وفا سے کوئی بات نہ کروں لیکن اس وقت اس کے چہرے پر کچھ ایسی سوگواری طاری تھی کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں چاہنے کے باوجود انکا سے اپنی نفرت کا اظہار نہ کر سکا اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آمد پر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اپنے کسی بچھڑے ہوئے عزیز سے مل رہا ہوں یا اپنی محبوبہ سے جسے مجھ سے کسی نے چھین لیا ہو اور جو حالات کے ستم سے مجبور اپنے گم گشتہ محبوب کے پاس آئی ہو۔ میں نے رقت آمیز آواز میں آہستگی سے کہا۔

"انکا۔ کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں یہ میں ہوں جمیل احمد خان۔" انکا نے اداسی سے مختصر سا جواب دیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئیں۔ آخر تمہیں میرا خیال کیونکر آ گیا؟" میں نے محسوس کیا کہ انکا کی آنکھوں میں غم کی پرچھائیاں تیر رہی ہیں۔

وہ کسی نوجوان بیوہ کی طرح لٹی لٹی اور سوگوار سی نظر آ رہی تھی۔ چپ چپ اور خاموش خاموش سی۔ کچھ دیر تک میری بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنے پنجوں کو اضطراب کی حالت میں میرے سر پر مارتی رہی پھر اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

"جمیل احمد خان' میں اپنے آقا کے حکم پر تمہاری مدد کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔"

"آقا۔" میں جھنجھلا کر بولا۔ "کیا تمہیں واقعی اب مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رہی۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس کبھی نہیں ستاتا کہ میں اس حالت تک محض تمہاری وجہ سے پہنچا ہوں۔ تمہاری محبت کی وجہ سے۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔" انکا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "محبت کی باتیں تھیں جمیل احمد خان۔ ان کی یاد سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تمہیں کتنی بار بتاؤں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں اب تمہاری نہیں رہی۔ میں تو تربینی داس کی غلام ہوں اور اس کے حکم کے بغیر کوئی قدم اٹھانا میرے بس میں نہیں۔"

انکا کے لہجے میں جو کسک تھی اسے محسوس کر کے میری حالت اور غیر ہو گئی لیکن میں نے انکا سے مزید کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں جانتا تھا کہ میری آہ و زاری بے سود ہوگی اس لیے کہ انکا صرف اور صرف تربینی داس کی تابع تھی۔ مجھ سے اس کی جدائی میں پُراسرار طاقتیں شامل تھیں۔ میں بس انکا کو حسرت بھری نظروں سے تکتا رہا۔ میرا جی چاہا کہ میں اس قدر روؤں' اس قدر چیخوں کہ مجھے موت آ جائے۔ میں پاگل ہو جاؤں۔

"جمیل احمد خان تم اپنی راہ سے بھٹک چکے ہو۔ تمہیں جس پرانے مندر کی تلاش ہے وہ ندی کے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دوسرے کنارے پر واقع ہے۔صبح ہوتے ہی تم کشتی کے ذریعے دوسرے کنارے پر پہنچو۔دوسرے کنارے پر اتر کرتمہیں بائیں جانب چلنا ہوگا اوراس راستے پر جو پہلا مندر آئے گا وہی تمہاری منزل ہوگی۔شیو چرن تمہیں اسی مندر میں ملے گا۔"

میں خاموشی سے انکا کی ہدایت سنتا رہا۔جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے کہا۔

"انکا۔کیا تمہیں یقین ہے کہ میں شیو چرن کو مارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟"

"جب تک شیو چرن منڈل میں ہے' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔" انکا کے لہجے سے مایوسی مترشح تھی۔

"مجھے خوشی ہے انکا کہ تم نے میری رہنمائی کی زحمت مول لی لیکن کیا تم ایک دو روز میرے سر پر سایہ نہیں کرسکتیں۔میرا مطلب ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مجھے پھر تمہارے مشورے کی ضرورت پیش آئے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے انکا کو مخاطب کیا۔میری شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طور پر میری بات مان لے۔اس کی موجودگی میں میرے حوصلے بلند رہ سکتے تھے لیکن انکا نے بڑی بے رخی سے میری خواہش کو رد کرتے ہوئے کہا۔

"یہ مشکل ہے جمیل احمد خان۔میرے آقا نے مجھے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ میں تمہاری رہنمائی کردوں پھر واپس چلی آؤں۔چنانچہ اب میں جارہی ہوں۔جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا دھیان رکھنا۔"

"انکا۔" میں نے تیزی سے کہا۔"میں جانتا ہوں کہ تم مجبور اور بے بس ہو لیکن کیا تم مجھے اتنا بھی نہیں بتا سکتیں کہ آنے والے حالات میری زندگی میں اور کیا گل کھلانے والے ہیں۔"

"میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی جمیل احمد خان۔مجھ سے کچھ مت پوچھو۔" انکا نے جواب دیا۔

"یہ تم میرا پورا نام کیوں لیتی ہو انکا۔اس میں مجھے بڑی اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں تم سے بہت دور ہوں۔کم از کم میرے اس احساس کو مجھ سے دور نہ کرو کہ تم کسی اور کے پاس رہ کر بھی میری ہمدرد ہو۔تم مجھے جمیل کیوں نہیں کہتیں۔اسی لہجے میں مخاطب کیوں نہیں کرتیں جس کی شیرینی کا میں عادی رہا ہوں۔کیا تمہارے لہجے پر بھی پابندی عائد ہے۔میں یہ سب کچھ تمہارے لیے ہی تو کررہا ہوں۔" میں نے جذبات میں نہ جانے کیا کچھ کہا مگر انکا میری کرب انگیز گفتگو سے متاثر نہیں ہوئی۔اس کا لہجہ اب بھی وہی تھا۔

"جمیل احمد خان' میرا سارا وجود تربینی کا تابع ہے۔تم میرے لیے اجنبی ہو۔ہاں' میں تمہیں صرف ایک مشورہ دے سکتی ہوں کہ مجھے مت یاد کیا کرو۔مجھے حاصل کرنے کے لئے جو کچھ تم کررہے ہو' کئے جاؤ یا نہ کئے جاؤ' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

"مجھے تمہاری یاد بہت ستاتی ہے۔اتنی دور جانا تھا تو میرے پاس کیوں آئی تھیں۔" میں نے تقریباً رو دینے والے انداز میں کہا۔

جواب میں انکا نے ایک لمحے کے لیے مجھے نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھا پھر اس کی نظروں میں بے بسی کا احساس جھلک اٹھا۔اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے محبت سمٹ آئی مگر پھر اچانک پھدک کر وہ میرے سر سے اتر گئی۔میں اسے آوازیں دیتا رہا لیکن بے سود۔انکا تربینی کے حکم سے واپس جا چکی تھی۔وہ رات میں نے بڑے کرب کی حالت میں کاٹی۔انکا کا تصور رہ رہ کر مجھے بے چین کررہا تھا۔میں ساری رات انکا کے بارے میں سوچتا رہا اور اسے دوبارہ حاصل کرنے کی خاطر مختلف منصوبے بناتا رہا۔صبح ہوئی تو میں ہمت کرکے اٹھا اور ندی کے کنارے کنارے چلنے لگا۔کچھ دور جاکر مجھے وہ گھاٹ مل گیا جہاں سے یاتری اور دوسرے مسافر کشتیوں کے ذریعے دوسرے کنارے تک جاتے تھے۔میں نے ایک کشتی لی اور اپنے سفر آگے کی سمت بڑھنے لگا۔

ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر میں نے ایک طویل سانس لی۔قرب و جوار کے علاقے پر ایک نظر ڈالی پھر انکا کی ہدایت کے مطابق بائیں جانب قدم اٹھانے لگا۔دوپہر تک میں نے گرتے پڑتے تین کوس کی مسافت طے کی لیکن کوئی مندر نظر نہیں آیا۔تھک ہار کر میں نے ندی کے پانی سے منہ دھویا۔بھوک کی شدت سے میرا برا حال تھا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں کسی درخت پر چڑھ کر پھل توڑ سکتا۔قرب و جوار میں کوئی ایسی سرائے بھی نظر نہیں آتی تھی جہاں سے میں خوراک حاصل کرسکتا۔چنانچہ میں نے چند گھونٹ پانی کے پیئے اور اپنے مضمحل اعصاب کو تازہ کرنے کے لیے وہیں پڑا رہا۔تازہ ہوا کے خوشگوار جھونکوں نے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری کی تو میری آنکھ لگ گئی۔دوبارہ میری آنکھ کھلی تو دن ڈھل چکا تھا اور درختوں کے سائے لمبے ہونے لگے تھے۔نیلے آسمان پر دودھیا بگلے قطار در قطار اپنے بسیروں کی طرف محو پرواز تھے۔میں جلدی سے اٹھا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ابھی میں نے بمشکل ایک کوس کی مسافت اور طے کی تھی کہ مجھے ایک پرانا مندر نظر آنے لگا جو کنارے سے کچھ دور ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھا۔میں نے اپنی رفتار تیز کردی۔مندر کے قریب پہنچ کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا تو ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔دور دور تک نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ایک لمحے تک میں گنگ سا کھڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا پھر لرزتے قدموں سے مندر کے شکستہ دروازے کی طرف بڑھا۔دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے اندر جھانکا تو میرے تنفس کی رفتار دوچند ہوگئی۔مندر کے اندر ملگجا اندھیرا طاری تھا لیکن میں اس ننگ دھڑنگ پجاری کو بخوبی دیکھ سکتا تھا جو ٹوٹے پھوٹے فرش پر درمیان میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ صندلی دانوں والی مالا پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔میں ٹھیک طور سے پجاری کی صورت تو نہ دیکھ سکا لیکن اتنا مجھے یقین ہوگیا تھا کہ وہی پجاری شیو چرن ہوگا۔انکا کی رہبری غلط نہیں ہوسکتی تھی۔میں دروازے پر ساکت و جامد کھڑا کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر الٹے قدموں لوٹ آیا۔میں نے اندھیرے کے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بجائے اجالے میں اس سے نمٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔

رات میں نے پرانے مندر سے ایک فرلانگ دور ایک کھلی چٹان پر گزاری۔ صبح ہوئی تو میں نے اٹھ کر ندی پر غسل کیا۔ درختوں سے کچھ پھل توڑ کر کھائے پھر اسی مندر کی سمت چل پڑا جس میں رات، شیو چرن کو جاپ میں مگن دیکھ چکا تھا۔ ہر چند کہ میں بری طرح تھک چکا تھا لیکن اس وقت غسل اور شکم سیری کے بعد میں اپنے اندر توانائی محسوس کر رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی منزل پر تھکا دینے والے سفر کے بعد پہنچ چکا تھا۔ کچھ اور نہیں تو مجھے یہ یقین تو تھا کہ اگر میں شیو چرن کو کسی طرح مارنے میں کامیاب ہوگیا تو میری زندگی بدل جائے گی۔ تربینی داس نے چونکہ انکا کی موجودگی میں مجھے متر (دوست) بنانے کا وچن دیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے۔

پونا سے روانگی کے وقت میں نے طے کیا تھا کہ شیو چرن کو عین اس وقت ماروں گا جب انکا تربینی داس کے قبضے سے نکل کر شیو چرن کے پاس جا رہی ہو لیکن رات کو اچھی طرح غور وخوض کرنے کے بعد میں نے اپنا یہ ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اول تو میرے لیے شیو چرن کو مارنا ہی مشکل تھا پھر وقت کا تعین میرے بس سے باہر تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ شیو چرن کا جاپ پورا ہونے کے کتنی دیر بعد انکا تربینی کے سر سے اس کے سر پر آجائے گی۔ جب کہ انکا ایک چھلاوا تھی۔ فاصلے اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ شیو چرن کے جاپ مکمل کرنے کے بعد ایک مقررہ وقت انکا کو اس کے سر پر آنے میں لگے گا تو میں خطرہ مول لے لیتا مگر مجھے اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں تھا۔ میں نے ہر پہلو پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر انکا شیو چرن کے قبضے میں چلی گئی تو نہ جانے اور کیا خطرناک حالات پیش آئیں۔ چنانچہ میں نے تربینی داس کے دیے ہوئے وچن پر بھروسا کر لیا اور یہی فیصلہ کیا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے گا، شیو چرن کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ تربینی اگر وعدے سے پھر بھی جائے تو میرے حالات میں کیا فرق آئے گا۔

پرانے مندر میں اس وقت اچھی خاصی روشنی تھی اس لیے میں اس پجاری کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ وہ ہٹا کٹا پجاری سرتاپا الف ننگا تھا۔ اس نے اپنے کشادہ سینے پر صندل مل رکھا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال خودرو جھاڑیوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں موندے وہ مالا پر جاپ میں مگن تھا۔ جس جگہ وہ بیٹھا تھا اس کے اطراف میں سفید دائرہ سا بنا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی وہ منڈل ہے جس کے اندر انکا کی پُراسرار قوت بھی بیکار ہے۔

چند لمحے تک میں مبہوت کھڑا شیو چرن کو دیکھتا رہا پھر قدم اٹھاتا سفید لکیر کے قریب گیا اور بلند آواز میں شیو چرن کو مخاطب کر کے بولا۔

''ارے او مورکھ! تو جو تپسیا کر رہا ہے اس میں تیرا سپھل ہونا ناممکن ہے۔ اگر تجھے اپنا جیون پیارا ہے

تو اپنا جاپ چھوڑ کر منڈل سے باہر آجا، نہیں تو میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ سارا جیون بیاکل رہے گا۔''

میں نے محض ہوا میں تیر چھوڑا تھا لیکن اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ شیو چرن کی انگلیاں مالا پر چلتے چلتے تھم گئیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر میری سمت حیرت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں دہکتے شعلے دیکھ کر میں ایک پل کے لیے لرز اٹھا لیکن پھر ہمت کر کے بولا۔

''شیو چرن۔ میں تیرے من کی آشا کو پڑھ چکا ہوں۔ تو انکا کی پُراسرار شکتی کو قبضے میں کرنے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔ پرنتو تیرا یہ سپنا پورا نہیں ہو سکتا۔ میری مان اور منڈل سے باہر آجا۔ جان بچانے کا تیرے لیے کیول یہی ایک طریقہ ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے میری اچھا کا پالن نہ کیا تو تجھے سارا جیون کٹھنائیوں میں بتانا ہوگا۔''

شیو چرن بدستور اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میرا دل باہر آرہا تھا۔ میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا تھا وہ ابھی پوری طرح نشانے پر نہیں لگا تھا۔ شیو چرن کچھ دیر تک مجھے یوں گھورتا رہا جیسے وہ میری باتوں کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اچانک اس کی آنکھوں میں شعلے سے رقص کرنے لگے۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر زور سے مجھے دھتکار دیا اور پھر دوبارہ آنکھیں بند کر کے اپنے جاپ میں مگن ہو گیا۔ صندلی دانوں کی مالا پر اس کی انگلیاں دوبارہ چلنے لگیں۔ میری پہلی کوشش رائیگاں گئی۔ میں نے دو تین بار ہمت کر کے اور دیوی دیوتاؤں کے الٹے سیدھے نام لے کر اسے ڈرانا چاہا لیکن نتیجہ صفر رہا۔ شیو چرن نے نہ تو میری باتوں پر کوئی دھیان دیا اور نہ آنکھیں ہی کھولیں۔ پوری توجہ سے اپنے جاپ میں مگن رہا۔ میں تلملا کر مندر سے باہر آیا اور چٹان سے ایک وزنی پتھر بمشکل اٹھا کر دوبارہ اندر گیا۔ منڈل کے قریب پہنچ کر میں نے وزنی پتھر کو اپنے ہاتھ سے بلند کیا اور جسم کی پوری قوت جمع کر کے اسے شیون چرن کی سمت اچھال دیا۔ پتھر اگر شیو چرن کے سر سے ٹکراتا تو وہ یقیناً مرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میرے اوسان خطا کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میرا پھینکا ہوا پتھر شیو چرن کے سر پر پہنچ کر ہوا میں معلق ہو گیا پھر تیزی سے میری سمت واپس پلٹا۔ میں نے بوکھلا کر ایک طرف ہو کر خود کو بچانا چاہا لیکن اس کے باوجود پتھر میرے بائیں شانے سے اس زور سے ٹکرایا کہ میں کراہ کر فرش پر الٹ گیا۔ شیو چرن کی محویت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا۔ میں نے اپنے شانے پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ خون ابل ابل کر میرے جسم کو لہولہان کر رہا ہے۔ تکلیف کی شدت نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر دوبارہ فرش پر آرہا۔ موت کا بھیانک تصور میرے اعصاب پر پوری طرح حاوی تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں کچھ دیر اور اسی طرح پرانے مندر کے اندر رہا تو میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں نے اٹھنے کے بجائے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ دروازے سے باہر تک جانے میں کتنا وقت صرف ہوا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دروازے سے باہر آتے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہی میری ہمت جواب دے چکی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

دوبارہ ہوش میں آنے پر میں نے خود کو نیم مردہ حالت میں اسی پرانے مندر کے دروازے پر پڑا پایا۔ میرا شانہ پیپ بھرے پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ ہر سو اندھیرا پھیلا دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں پورے دن بے ہوش رہا ہوں۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے میرے حلق کے اندر کانٹے پڑ گئے تھے۔ غالباً وہ بخار کی شدت ہی تھی جس کے باعث میرا جسم پھنکا جا رہا تھا۔ موت کا تصور جاگا تو گھٹن کا احساس اور شدید ہو گیا۔ میں نے خوف زدہ نظروں سے پرانے مندر کی طرف دیکھا تو مجھے یوں لگا جیسے پرانا مندر مجھے نگل ڈالنے کے لیے میری سمت بڑھ رہا ہے۔ خوف اور دہشت کے بارے میں میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں نے ہمت کر کے رینگنا چاہا لیکن توازن نہ رکھ سکا اور پتھریلی چٹان سے نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

دوسری بار کی بے ہوشی کتنی طویل ثابت ہوئی' یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ جب میری نگاہوں کے سامنے سے تاریکی کا پردہ ہٹا تو میں نے خود کو ایک کٹیا میں پایا جہاں ایک پنڈت نما سادھو موجود تھا۔ جب میری نگاہ اس سادھو پر پڑی تو میں سمجھا کہ وہ شیو چرن ہے جو اپنا انتقام لے گا۔ سادھو نے مجھے حیرت سے دوچار دیکھا تو اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر میرے اوپر پھونکا اور آہستہ سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں ہکا بکا ہر چیز کو معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا کہ وہی سادھو دوبارہ کٹیا میں داخل ہوا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں پیتل کی ایک لٹیا سی تھی جس سے بھاپ نکل رہی تھی۔ میرے قریب آ کر سادھو بیٹھا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''لو اٹھو......اور یہ گرما گرم دودھ پی لو۔''

''مم...... میں...... کہاں ہوں؟'' میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے سوال کیا۔ مجھے کٹیا میں اپنی موجودگی نہ جانے کیوں عجیب پُراسرار لگ رہی تھی۔ کچھ حواس بجا ہوئے تو مجھے یاد آ گیا کہ میں پرانے مندر سے باہر نکل کر کن حالات سے دوچار ہوا تھا۔ میرے شانے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا اور اسی غنودگی اور خوف کی ملی جلی کیفیت میں' میں نے پرانے مندر سے دور بھاگ جانے کی کوشش کی تھی لیکن توازن کھو کر نشیب میں لڑھکتا چلا گیا تھا۔ اب ہوش میں آنے پر میں کسی سادھو کی کٹیا میں تھا جو مجھے دودھ پلانے کی سعی کر رہا تھا۔ آخر یہ سب کیا تھا؟ میں اس کٹیا تک کیونکر پہنچا؟ مجھ سے ہمدردی جتانے والا سادھو آخر کون تھا؟ میں ان تمام باتوں کو جاننے کے لیے مضطرب تھا۔ سادھو نما پنڈت نے مجھے بے چین دیکھا تو زیرِ لب مسکرا کر بڑے میٹھے لہجے میں بولا۔

''میں تمہارا دشمن نہیں۔ اس قدر خوف سے مجھے مت دیکھو۔ اگر میں تمہارا دشمن ہوتا تو تمہیں کٹیا تک

لانے کے بجائے اسی جگہ چھوڑ آتا جہاں تم خون میں لت پت پڑے تھے۔ اگر میں اس سے تمہاری سہائتا نہ کرتا تو اب تک تم مرکھپ چکے ہوتے۔ اٹھو بالک اور مجھ پر وشواش کر کے دودھ کو پی لو۔''

سادھو کی باتوں میں نہ جانے کیسا جادو تھا کہ میں نے بے اختیار اس کا کہا مان لیا۔ دودھ حلق سے نیچے اترا اور جسم کو گرمائی پہنچی تو مجھے یوں لگا جیسے مجھ میں نئی روح سرایت کر گئی ہو۔ سادھو کی نظریں بدستور مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ان نظروں میں میرے لیے نفرت کے بجائے اپنائیت کا احساس جھلک رہا تھا۔ میں نے دودھ پی کر اطمینان کا سانس لیا پھر اس مہربان شخص کو مخاطب کر کے بولا۔

''سادھو مہاراج۔ میں نے تمہارا کہا مان لیا۔ اب کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور کس طرح تم نے مجھے موت کے چنگل سے نجات دلائی؟ اس وقت میں کہاں ہوں؟ میں کتنے دنوں تک بے ہوش رہا؟''

میں نے سادھو پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھا میرا منہ تکتا رہا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

''بھگوان کی لیلا بڑی نیاری ہے بالک۔ جو وہ کرتا ہے پتا نہیں کیوں کرتا ہے۔ وہ جو چاہے کر دیتا ہے' منش کی کیا مجال جو اس کے کاموں میں دخل دے سکے۔ اس نے جو بھاگ میں لکھ دیا ہے وہ پورا ہوتا ہے۔''

سادھو اتنا کہہ کر ایک لمحے کے لیے خاموش رہا پھر اسی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''جمیل احمد خان، میں سادھو نہیں پنڈت ہوں۔ پنڈت بدری نرائن۔ وندھیا چل کے دامن میں کچھ دنوں سکون سے رام رام کرنے کے کارن آیا تھا' پرنتو اب مجھے ایسا جان پڑتا ہے جیسے بھگوان نے مجھے یہاں تمہاری سہائتا کے لیے بھیجا ہے۔ جے بھگوان۔'' اس نے عجز سے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھا۔

''پر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے تعجب سے پنڈت بدری نرائن سے پوچھا تو وہ معنی خیز مسکراہٹ اپنے لبوں پر بکھیر کر بولا۔

''جمیل احمد خان' تم نام کی بات کرتے ہو' مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس پرانے مندر میں کس کام سے گئے تھے اور پھر اس حال تک کیسے پہنچے؟ کہو تو سنا ڈالوں تمہیں پوری جیون کہانی؟''

پنڈت کے لہجے کا سحر مجھے مسحور کر رہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے بدری نرائن کو پہلے بھی کہیں بہت قریب سے دیکھا ہے لیکن کہاں؟ مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال مجھے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ اسے مجھ سے ہمدردی ہے۔ ہاں یہ بات میرے لیے حیرانی کن ضرور تھی کہ وہ میرے دل کے راز سے کیسے واقف ہو گیا۔ یقیناً وہ کوئی گیانی پنڈت ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"پنڈت مہاراج' جب تم جانتے ہو کہ میں اس ویرانے میں کس کارن ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہوں اور پرانے مندر تک جانے کی وجہ کیا تھی تو تم میری مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھے بتاؤ مہاراج۔ کیا میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا میری آشائیں پوری ہوں گی؟"

"شانتی سے کام لو بالک۔" پنڈت بدری نرائن نے بڑے پُروقار لہجے میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں تمہارے من کا سارا حال پڑھ چکا ہوں۔ میں اوش تمہاری سہائتا کرتا۔ پرنتو سمے بہت کم رہ گیا ہے۔"

"پنڈت مہاراج۔" مجھے اچانک شیو چرن کا خیال آیا تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔ "کیا پرانے مندر میں بیٹھا پجاری اپنا جاپ پورا کر چکا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی اس کا جاپ پورا ہونے میں تین دن باقی ہیں۔" پنڈت بدری نرائن نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اگر اتنے دنوں بے سدھ نہ ہوتے تو کچھ کیا جا سکتا تھا۔ پرنتو اب تمہارے من کی آشا پوری ہونے میں کٹھنائیاں ہیں۔ مجھے سوچنے دو بالک' مجھے سوچنے دو۔ تم جس شکتی کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہو اس کے سامنے بڑی بڑی شکتیاں بھی ہیچ ہیں۔ مجھے سوچنے دو۔"

بدری نرائن کافی دیر تک کسی گہری سوچ میں غرق رہا۔ میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لینے میں منہمک تھا۔ کبھی اس کی آنکھوں میں ایسی اداسی پھیل جاتی جیسے وہ مایوسیوں کا شکار ہو گیا ہو اور کبھی اس کی رنگت یوں کھل اٹھتی جیسے وہ کسی آخری نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔ دیر تک بدری نرائن ان متضاد کیفیتوں سے دوچار رہا۔ پھر یک لخت وہ میری سمت متوجہ ہوا۔

"جمیل احمد خان میری مانو تو اس ارادے سے باز آ جاؤ۔ اس میں تمہاری جان کا خطرہ ہے۔"

"پنڈت جی۔" میں نے کسمساتے ہوئے کہا۔ "پنڈت جی' مجھے اپنی جان کی پروا نہیں۔ میں تو کئی بار مر چکا ہوں۔ میں اس سے بھی خود کو مرا ہوا سمجھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ مہاراج' میں کس طرح اسے زیر کر سکتا ہوں۔"

"پاگل نہ ہو۔ پاگل نہ ہو۔" پنڈت نے مجھے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "پر میں شیو چرن کو اس کے جاپ سے ہٹانے میں تمہاری سہائتا کیوں کروں۔ شیو چرن نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔"

"پنڈت جی۔ تم نے مجھے دوسری زندگی دی ہے۔ اب جب زندگی دی ہے تو اسے برقرار بھی رکھو اگر تم نے میری سہائتا نہ کی تو میں اسی کٹیا میں اپنا سر پھوڑ کر مر جاؤں گا۔ میں نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں پنڈت جی۔ بھگوان کے لیے میری سہائتا کرو۔ مجھے وشواش ہے تم سب کچھ کر سکتے ہو۔" میں نے گڑگڑا کر کہا تو پنڈت بدری نرائن کا دل پسیجا۔ وہ بہت خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"جمیل احمد خان' تم شیو چرن سے پنجہ کر سکتے ہو۔ پرنتو اس کے لیے تمہیں بھی کشٹ اٹھانا پڑے گا۔"

"میں تیار ہوں مہاراج۔" میں خوشی سے تقریباً چیخ اٹھا۔ "انکا کی خاطر میں کالی مائی کے چرنوں میں

اپنا جیون بھی بھینٹ دینے کو تیار ہوں۔ تم میرے شریر کا جتنا گوشت چاہو لے سکتے ہو۔"

"تمہیں کل تک اور انتظار کرنا ہوگا۔" بدری نرائن نے جواب دیا۔ "آج کی رات مجھے نربدا کے کنارے گزارنی ہوگی۔ میں کالی مائی کو تمہارے لیے رام کرنے کی کوشش کروں گا۔ پرنتو اتنا دھیان رکھو کہ جب تک میں پلٹ کر نہ آؤں' تم اس کٹیا سے باہر نہیں نکلو گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سب کچھ چوپٹ ہو جائے گا۔"

"تم اس کی چنتا نہ کرو مہاراج۔ میں تمہارا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔"

بدری نرائن میرا جواب سن کر جانے کے ارادے سے اٹھا تو میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا۔

"مہاراج کیا انکا مجھے واپس مل جائے گی؟"

"اتنی جلدی اتنی باتیں۔ پہلے شیو چرن کو تو نیچا دکھاؤ۔ پھر انکا کی چنتا کرتے رہنا۔" بدری نرائن نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر کٹیا سے باہر چلا گیا۔

وہ رات میری زندگی کی قیامت خیز راتوں میں سے ایک تھی' ایک اہم فیصلہ ہونے والا تھا۔ منزل مجھ سے بہت قریب بھی تھی اور بہت دور بھی۔ میں عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ وہ رات میں نے بڑی بے چینی اور کرب کی حالت میں گزاری۔ بدری نرائن کے بارے میں' میں نے بہت غور و غوض کیا لیکن یہ یاد نہ آسکا کہ میں نے اسے کب اور کہاں دیکھا تھا۔ وہ جس طرح میری مدد پر آمادہ ہو گیا تھا وہ مجھے حیرت زدہ کیے دیتا تھا۔ اب مجھے پورا یقین تھا کہ وہ یقیناً کوئی بہت پہنچا ہوا پنڈت ہے جو دوسروں کے دلوں کا حال پڑھنے کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن ایک بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اگر بدری نرائن انکا کی پُراسرار اور لامحدود قوتوں سے واقف تھا اور اسے یہ بھی علم تھا کہ انکا کو کس طرح شیو چرن کے ہاتھوں بچایا جا سکتا ہے تو اس نے میری مدد کرنے کے بجائے خود انکا کے پراسرار وجود کو قبضے میں کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ کیا وہ انکا کی قوتوں سے زیادہ شکتی رکھتا تھا۔ عجیب عجیب خیالات مجھے گھیرے ہوئے تھے۔ میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

رات بھر میں اسی ادھیڑبن میں رہا اور تشویش میں مبتلا رہا۔ متعدد بار میرا دل چاہا کہ کٹیا سے باہر نکل کر دیکھوں کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور بدری نرائن میرے لیے کیا کر رہا ہے لیکن بدری نرائن کی ہدایت کا خیال کرتے ہوئے میں نے باہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ رات میں نے اپنی جسمانی کیفیت کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میرے شانے پر زخم کا بہت معمولی نشان باقی ہے۔ غالباً یہ بدری نرائن کی قوتوں کا کرشمہ تھا۔ میں جس قدر اس کے متعلق سوچتا اتنا ہی اس سے متاثر ہوتا جاتا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صبح ہوئی تو میری بے چینی میں اور اضافہ ہوگیا۔ میں بڑی شدت سے بدری نرائن کا منتظر تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا' میری پریشانی بھی بڑھتی گئی۔ دن جب خاصا چڑھ آیا تو بدری نرائن کٹیا میں داخل ہوا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔ نیند کا خمار اس کی آنکھوں میں جھلک رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

''مہاراج' مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو۔ تم نے کالی مائی کو میرے سلسلے میں رام کرلیا ہے۔ بتاؤ مہاراج' کیا یہ سچ ہے۔''

''شانتی۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''دھنیہ ہو جمیل احمد خان۔ کالی مائی نے تمہاری بھینٹ کو سویکار کرنے کا وچن دیا ہے۔''

''پھر۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے۔۔؟''

''تمہارے لیے حکم۔ تم اب ایک سب سے مشکل کام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب مجھے تمہارے شریر کا گوشت لے کر اس پر ایک منتر کا جاپ کرنا ہوگا۔'' بدری نرائن نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ ''جاپ مکمل ہو جانے کے بعد تم اپنے شریر کے اس ٹکڑے کو لے کر پرانے مندر جاؤ گے اور کالی کا شبھ نام لے کر اسے شیو چرن کی اور (سمت) اچھالو گے۔ آگے کیا ہوگا۔ یہ تم خود دیکھ لینا۔ بتاؤ کیا تم تیار ہو؟''

بدری نرائن کی باتوں سے مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو چلا تھا چنانچہ میں فوراً ہی اپنے بدن کا گوشت دینے پر آمادہ ہوگیا۔ یہ کام چھوٹے موٹے دل گردے والے آدمی کا نہیں۔ بات کہہ دینا بہت آسان ہے مگر مجھے معلوم ہے کہ دانستہ اپنے جسم سے اپنے کسی حصے کو علیحدہ کرنے کے لیے کتنی قوت برداشت کی ضرورت ہے۔ بدری نرائن نے جس وقت ایک تیز دھار چھری سے میری بائیں ران کا گوشت کاٹا اس وقت میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے لیکن انکا کے خوب صورت تصور نے مجھے حوصلہ بخش دیا تھا۔ میں نے اپنا ہونٹ دانتوں تلے دبا رکھا تھا تاکہ چیخ کی آواز میرے حلق سے نہ نکلنے پائے۔ گوشت کا ٹکڑا حاصل کرنے کے بعد بدری نرائن نے جب کھلے زخم پر ایک سیاہ رنگ کا سفوف بھرا تو میں اپنی چیخ نہ روک سکا لیکن بدری نرائن میری چیخ کی طرف کوئی توجہ دیے بغیر گوشت کا ٹکڑا لیے باہر چلا گیا۔ کٹیا سے نکلتے ہوئے اس نے ایک بار پھر مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اس کی واپسی تک باہر نکلنے کی کوشش نہ کروں۔

چنانچہ میں ایک بار پھر شدید ترین کرب سے ... دوچار ہوگیا۔ تکلیف کی بے انتہا شدت کی وجہ سے میں یہ بھی دریافت نہ کرسکا کہ اس کو اپنا جاپ مکمل کرنے میں کتنی دیر لگے گی لیکن مجھے اس بار زیادہ دیر تک بدری نرائن کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ دوبارہ کٹیا میں داخل ہوا تو اس کی آنکھیں شعلہ بار نظر آرہی تھیں۔ یوں جیسے وہ شدید غصے کے عالم میں ہو۔ قبل اس کے کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا' اس نے میرے قریب آکر گوشت کا ٹکڑا میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''اٹھو بالک۔ اب وہ سمے آگیا ہے جب تم شیو چرن کے منڈل کو نشٹ کرسکتے ہو۔ اپنے شریر کے اس بے جان ٹکڑے کو لے کر تم سیدھے پرانے مندر جاؤ گے لیکن خبردار! راستے میں پلٹ کر دیکھنے کی کوشش مت کرنا۔ مندر میں تم ٹھیک اس سمے داخل ہوگے جب سورج غروب ہو رہا ہو۔ منڈل کے قریب جا کر تم کالی کا شبھ نام لے کر اس ٹکڑے کو شیو چرن کی طرف اچھال دینا اور اس وقت تک موجود رہنا جب تک تمہیں منڈال میں آگ کے شعلے نظر نہ آئیں۔ اس کے بعد تم الٹے قدموں واپس آجانا۔ اگر تم نے میری باتوں کا دھیان رکھا تو اوش کامیاب ہوگے۔''

میں بڑی توجہ سے بدری نرائن کی ہدایت ذہن نشین کر رہا تھا۔ جب وہ کہہ چکا تو میں نے کہا۔

''مہاراج' جو کچھ تم میرے لیے کر رہے ہو میں اس کے لیے تمہارا شکرگزار ہوں لیکن میرے بدن میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنے پیروں پر اٹھ کر کھڑا ہو سکوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ پرانا مندر یہاں سے کتنی دور ہے۔''

بدری نرائن نے میری ہمت بڑھائی۔ ''جمیل احمد خان' کسی طرح اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کرو کہ تم اس کام کو کرسکو۔ تمہیں اپنی اسی حالت میں یہ کام انجام دینا ہے۔'' یہ کہہ کر اس کے ہونٹوں کو جنبش شروع ہوگئی تھی۔ غالباً وہ پھر کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ میں امید و بیم کی کیفیت سے دوچار اس کا چہرہ تکتا رہا۔ بیس پچیس منٹ تک کٹیا میں مکمل سکوت رہا پھر جب بدری نرائن نے اپنا منتر پورا کرکے مجھ پر پھونک ماری تو مجھے ایسا لگا جیسے میری تکلیف میں کمی آگئی ہو۔ مجھے اپنے رگ و پے میں کسی قدر توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ بدری نرائن کے اشارے پر گرتا پڑتا اٹھ گیا اور اپنی تمام طاقت کو مجتمع کرکے خود کو کھڑا ہی رکھا۔

''سنو بالک۔'' بدری نرائن مجھے مخاطب کرکے بولا۔ ''کٹیا سے باہر نکل کر تم پچھم کی اور (سمت) چل پڑنا۔ پرانا مندر یہاں سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔''

میں نے آگے بڑھ کر بدری نرائن کے ہاتھوں سے گوشت کا ٹکڑا لیا پھر کٹیا کے دروازے کے قریب جا کر بولا۔

''مہاراج' مجھے دھیان پڑتا ہے کہ میں پہلے بھی تم سے کہیں مل چکا ہوں۔ کیا تم......''

''ابھی ان باتوں کی چنتا مت کرو جمیل احمد خان۔ ایک سمے ایسا آئے گا جب تم کو سب کچھ یاد آجائے گا۔ جاؤ اب سدھارو۔'' میں نے تشکرانہ نظروں سے بدری نرائن کے چہرے پر ایک آخری نظر ڈالی اور ایک مغرور آدمی کی طرح باہر آگیا۔ باہر نکل کر میں پچھم کی سمت چل پڑا۔ سورج غروب ہونے میں ابھی میرے اندازے کے مطابق ڈیڑھ گھنٹا باقی تھا پھر بھی میں الٹے سیدھے قدم مارتا آگے بڑھتا رہا۔ میری زندگی کا یہ مختصر سفر سب سے زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ تھا۔ میری ران دکھ رہی تھی۔ میں کسی طرح بھی چلنے کے قابل نہ تھا۔ صرف ایک عزم تھا۔ ایک جوش تھا' انکا کا بے پناہ جذبہ تھا جو میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

آگے چلتا رہا۔

تقریباً چالیس منٹ بعد میں اپنی منزل مقصود کے سامنے تھا۔ ٹیلے کے اوپر بنا ہوا شکستہ مندر اب مجھ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر تھا۔ میں نے سورج پر نظر ڈالی جو پہاڑیوں کے بہت قریب جا چکا تھا۔ میں کچھ دیر تک نیچے کھڑا سستاتا رہا۔ پھر جب سورج غروب ہونے کا وقت قریب آیا تو میں تیزی سے ٹیلے کے اوپر چڑھنے لگا۔ میرے دل کی کیفیت رقم کرنا مشکل ہے۔ اس تمام عرصے میں' میں نے ایک بار بھی پلٹ کر پیچھے کی سمت نہیں دیکھا تھا۔ مندر کے دروازے پر پہنچ کر میں ایک پل کے لیے رکا پھر دل کڑا کر کے اندر داخل ہو گیا۔ شیو چرن اس وقت بھی منڈل میں بیٹھا اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اس کی انگلیاں بڑی تیزی سے صندلی دانوں والی مالا پر چل رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا منڈل کے کنارے تک گیا پھر میں نے دل میں کالی مائی کا نام لیا اور گوشت کے ٹکڑے کو شیو چرن کی طرف اچھال دیا۔ ٹھیک اسی وقت پورا مندر ایسے خطرناک شور و غل کی آواز سے گونجنے لگا جیسے بے شمار جنگلی درندے غرا رہے ہوں۔ خوف کے مارے میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن میری نظر بدستور اس گوشت کے ٹکڑے پر جمی تھی جو شیو چرن کے سر پر پہنچ کر فضا میں معلق ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیسے وہ اپنا حجم پھیلا رہا ہو۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے گوشت کے ٹکڑے نے منڈل کے اندر ایک ہیبت ناک انسانی ہیولے کی شکل اختیار کر لی۔ یہ سب آناً فاناً ہوا۔ شیو چرن بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا مگر جب جنگلی درندوں کی نادیدہ آوازیں شدت اختیار کر گئیں تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر چونک کر اوپر کی سمت دیکھا تو بوکھلا گیا اور صندلی دانوں والی مالا کو گھما کر اس دیو قامت عفریت کو مارا۔ مالا کا اس عفریت نما شخص سے ٹکرانا تھا کہ فضا میں بڑی بھیانک گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ اس پُراسرار عفریت کے جسم میں آگ لگ گئی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ آگ کے شعلے شیو چرن پر ٹوٹ پڑا۔ شیو چرن کے حلق سے اب کربناک چیخیں نکل رہی تھیں۔ پھر میں نے اس کے جسم سے بھی آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ میں چاہتا تھا کہ شیو چرن کے انجام کو اپنی نظروں سے دیکھوں لیکن مجھے فوراً ہی بدری نرائن کی ہدایت یاد آ گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں تیزی سے پلٹا۔ میرے اندر بھاگنے کی سکت نہ تھی مگر میں بھاگا۔ پتا نہیں کس طرح میں لڑکھڑاتا...... ڈگمگاتا' لنگڑاتا تیز قدموں سے بھاگتا ہوا مندر سے باہر آ گیا۔ زندہ گوشت کے جلنے کی چراند نے خاصی دور تک میرا تعاقب کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شیو چرن آگ کے شعلوں میں جل بھن کر کوئلہ بن چکا ہوگا۔

جب میں پنڈت بدری نرائن کی کٹیا پر پہنچا تو کٹیا خالی تھی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اپنے لرزاں قدموں سے اسے آس پاس کے تمام علاقوں میں ڈھونڈتا رہا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ نہ جانے اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ جب میں اس کی حصولیابی میں ناکام ہو گیا تو مجبوراً پونا کی راہ لی۔ تین چار دن میں میری حالت

کچھ ٹھیک ہو چکی تھی اور میں جلد از جلد تربینی سے ملنا چاہتا تھا۔

شیو چرن کو ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں پونا واپس آیا تو تربینی نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ مجھے اپنے گلے لگا کر اور بھینچ کر کہا۔

"جمیل احمد خان' تم نے شیو چرن کے سلسلے میں جس دلیری اور بہادری کا ثبوت دیا ہے وہ کسی اور کے بس کا نہیں تھا۔ میں تازندگی تمہارا احسان نہیں بھول سکتا۔ اب تم میرے متر بن چکے ہو۔ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اب تم میرے ساتھ زندگی کے مزے لوٹو۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے برے دن گزارے لیکن جمیل احمد خان' حالات کچھ ایسی صورت اختیار کر گئے تھے کہ تم اپنی جگہ اور میں اپنی جگہ دونوں مجبور تھے۔"

"تربینی داس' کیا انکا نے تمہیں میرے سفر کی تفصیل بتا دی ہے؟" میں نے پوچھا تو تربینی نے دبی زبان میں کہا۔

"ہاں۔ انکا نے مجھے بتایا ہے کہ شیو چرن اب اس دھرتی پر موجود نہیں۔ کالی مائی کے عتاب نے اسے جلا کر بھسم کر دیا ہے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم نے منڈل میں بیٹھے ہوئے پجاری پر وار کیسے کیا جبکہ انکا کی شکتی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔"

تربینی کی بات سن کر مجھے تعجب ہوا۔ میرا خیال تھا کہ انکا نے اسے پوری تفصیل بتا دی ہوگی لیکن اب مجھے اپنی رائے بدلنی پڑی۔ تربینی کو بدری نرائن کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ میں نے بھی اس کے تذکرے کو درمیان سے حذف کرتے ہوئے کہا۔

"تربینی جی' انسان اگر حوصلے سے کام لے تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ میں نے جو کامیابی شیو چرن کے مقابلے میں حاصل کی ہے۔ اس میں میری بلند ہمتی سے زیادہ میرے اعتقاد کو دخل تھا۔"

"جمیل احمد خان' میں تمہیں تمہاری کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں انکا سے سفارش کروں گا کہ وہ تمہاری ایک آنکھ کی وہ بینائی بھی واپس کر دے جو انکا نے چھین لی تھی۔" تربینی نے کس قدر خجل ہو کر کہا۔

"تربینی' کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی میری آنکھ ٹھیک ہو سکتی ہے۔" میں نے وفورِ جذبات میں اس کا کاندھا پکڑ لیا۔

"کیوں نہیں...... انکا کوئی معمولی شکتی نہیں۔ تمہاری قسمت اب بدلنے والی ہے۔ تمہاری بینائی تمہیں واپس مل جائے گی اور روٹھی ہوئی خوشیاں بھی۔"

"کیا واقعی تربینی داس جی۔ کیا ایسا ممکن ہے؟" میں نے اس سے بے یقینی کے انداز میں پوچھا۔

"جمیل احمد خان۔ تم تربینی کو اب تک نہیں سمجھے۔ تربینی وعدہ خلاف نہیں۔ میں انکا کو حکم دیتا ہوں کہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

وہ تمہاری آنکھ کی روشنی واپس کر دے۔ تم نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے یہ اس کا انعام ہے۔'' تربینی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تو پھر تربینی داس' انکا سے کہو کہ وہ سب سے پہلے میری بینائی واپس کر دے۔ اس کے بغیر میں خود کو بہت بدقسمت سمجھتا ہوں۔'' میں نے تربینی سے بچوں کی طرح ضد کی۔

''بہت جلدی ہے کیا۔'' تربینی کے لبوں پر بڑی بھرپور مسکراہٹ تھی۔ وہ اس وقت بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت محسوس کی تو اطمینان کا سانس لیا۔

''ہاں تربینی داس انکا سے کہو کہ وہ مجھ پر مہربانی کرے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''خوب۔ ارے انکا! یہ جمیل احمد خان کیا چاہتے ہیں؟'' تربینی نے اپنے سر کی طرف آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔ انکا کو اس اپنائیت سے مخاطب کرنے پر میرے دل میں اک ہوک سی اٹھی لیکن میں نے اپنے چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہیں ہونے دیا۔

تربینی کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے سر پر انکا کے ننھے منے وجود کی سرسراہٹ محسوس ہوئی میں نے عالم تصور میں انکا کو دیکھا تو وہ بھی تربینی کی طرح خوش نظر آتی تھی۔ اسے اپنے سر پر محسوس کر کے بے اختیار میرے ہاتھ اپنے سر کی طرف اٹھ گئے مگر فوراً مجھے خیال آیا کہ انکا تو ایک غیر مرئی شے ہے۔ اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تربینی چونکہ سامنے موجود تھا اس لیے میں نے انکا سے التفات کا اظہار نہیں کیا حالانکہ میرا دل اس سے بہت سی باتیں کرنے کو چاہتا تھا۔ تربینی کے سر پر جانے کے بعد جب بھی انکا گاہے گاہے میرے سر پر آئی' میری تشنگی اور بڑھا گئی۔ اب وہ اس وقت میرے سر پر بیٹھی اپنی خاص ادا اور خاص انداز سے مسکرا رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر ملکوتی حسن تھا پھر اس کا نرم و نازک ہاتھ میری اس آنکھ کی طرف بڑھا جسے اس نے روشنی سے محروم کر دیا تھا۔ میری آنکھ پر اس کا چھونا سا ہاتھ لگنا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھ کے سامنے پھیلا ہوا اندھیرا چھٹ گیا ہو۔ لمحوں میں میری بے نور آنکھ کے سامنے روشنیاں کوند پڑیں۔ میں نے جلدی جلدی آنکھ پٹ پٹائی اور جب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ میری آنکھ ٹھیک ہو گئی ہے تو میں نے وارفتگی سے تربینی کو گلے لگا لیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ تربینی کے سارے گناہ کس جذبے کے تحت میں نے اچانک معاف کر دیے۔ میں نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

''تربینی داس جی میں دونوں آنکھوں سے دیکھ سکتا ہوں۔ میری بینائی واپس مل گئی ہے۔ میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔ تم میرے دوست ہو سچے دوست۔''

''ہاں جمیل احمد خان۔'' تربینی نے مجھے اپنے گلے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''تم اب میرے دوست ہو۔ اب تمہیں کسی بات کی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔ میں ہر بات کے لیے موجود ہوں۔''

تربینی کے اس رویے کو دیکھ کر میں نے اپنی پچھلی زیادتیوں کی معذرت چاہی۔ میری باتیں سن کر تربینی مسکراتا رہا۔ اس نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اسی دن میں علیحدہ کوٹھی میں ملازموں کی ایک فوج ظفر موج کے ساتھ مقیم ہو گیا۔ وہاں آرام و آسائش کی ہر چیز مہیا کی گئی تھی۔ شام کو غسل کر کے میں نے عمدہ لباس زیب تن کیا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ شام میری زندگی کی خوب صورت شاموں میں سے ایک تھی۔ اس دن مجھے عجیب شادمانی کا احساس ہوا۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں' میری روح آزاد' میری سانسیں اور میں سربسر آزاد' غموں سے بے نیاز ایک شخص تھا۔ شام کو میں تربینی کے خاص کمرے میں مدعو کیا گیا۔ عیاشی اور عیش و عشرت کے لیے عیاش طبع لوگوں کو ہمیشہ مصاحبوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تربینی کا کوئی دوست نہیں تھا۔ میں نے اپنے دل میں طے کیا کہ میں تربینی کی رفاقت بہت حسن و خوبی سے انجام دے سکوں گا۔ اس شام میں اور تربینی راجا اندر کی طرح پری جمال لڑکیوں میں بیٹھے تھے۔ وہاں میرے ہزار انکا کے باوجود تربینی نے مجھے آب سر مستگان میں غرق کر دیا۔ اس رات ایک جشن ہوا' چمکتے ہوئے بدنوں کا رقص۔ مہ وشوں نے اپنی اداؤں کے کیسے کیسے تیر نہ چلائے۔ حسن تربینی کے کمرے میں سمٹ آیا تھا۔ نغمہ سرائی اور رقص و موسیقی کی یہ محفل رات گئے جمی رہی۔

دنیا کی حسین ترین لڑکیاں تربینی کی جلوہ گاہ میں عقل و ہوش پر بجلیاں گرا رہی تھیں۔ ایسی بزم آرائیاں میں نے اس وقت کی تھیں جب انکا میرے قبضے میں تھی مگر یہ حقیقت ہے کہ تربینی کا انتخاب حسن کے معاملے میں مجھ سے زیادہ ہوش مند تھا۔ اس کا انتخاب ہر اعتبار سے لاجواب تھا۔ اس نے انکا کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھایا تھا۔ جبکہ انکا اپنی مرضی سے میرے سر پر براجمان تھی اور مجھ سے محبت کرتی تھی۔ بہر حال یہ وقت ماضی کی تلخ یادوں کو سوچنے کا نہ تھا۔ جسم و جان کی راحت کے لیے حسن بے بہا کا اجتماع اور میں ایک عرصے سے تشنہ تھا۔ میں نے اس طرب گاہ کے سمندر حسن میں خود کو غرق کر دیا۔ میری اس مدہوشی کو دیکھ کر چند حسین لڑکیاں میرے پاس آئیں۔ وہ حسین لڑکیاں جن کی ایک جنبش ابرو کے لیے جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی نشست سے اٹھا لیا۔ وہ مجھے کمرے کے وسط میں لے گئیں اور اپنے ساتھ لے کر ناچنے لگیں۔ ان میں سے کوئی ایک مجھے پکڑتی تو دوسری اس کی طرف دوڑتی' بس جسم تھرک رہے تھے' بے ہنگم رقص' ہاؤ ہو اور شور تھا۔ تربینی کے قہقہوں نے اس محفل میں اور جوش پیدا کر دیا تھا۔ شب بھر یہی ہنگامہ ہوا۔ وہ ساری رات اس جشن کیف و مستی میں گزری۔

☆===========☆===========☆

دن گزرتے رہے۔

میرے اندر انقلاب آ گیا تھا۔ تربینی کی عنایتیں بڑھتی جاری تھیں۔ وہ اپنے وعدے پر قائم تھا۔ اس

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے میری خزاں زدہ زندگی میں بہار ہی بہار بکھیر دی تھی۔ میرے برے دن رخصت ہو گئے تھے اور میری گرتی ہوئی جسمانی حالت میں غیر معمولی فرق آ رہا تھا۔ اس زمانے میں اپنی سرمستی کا حال لکھنے بیٹھوں تو یہ داستان کبھی ختم نہ ہو۔ بس یوں سمجھئے کہ دن انہی ہنگاموں میں بیت جاتا۔ رات حسن و جمال کی قربتوں میں گزرتی۔ کل کی بات تھی جب میں اس شہر کی سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اب مسرتوں نے مجھے ایسا گھیرا کہ ہر طرف روشنی ہی روشنی نظر آنے لگی اور میں پھر انہی راہوں پر چل پڑا جن پر انسان کو خود کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ بزرگوں کا یہ قول غلط نہیں کہ دولت کا نشہ سب سے تیز ہوتا ہے۔ میں نے پھر سب کچھ بھلا دیا۔ دولت بھی کیا خوب چیز ہے۔ کل تک جو لڑکیاں مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتی تھیں' آج وہ میری رفاقت کو ترسنے لگی تھیں۔ نوکر چاکر' محل نما کوٹھی' خوش رنگ ملبوسات' کار' مجھے سب کچھ میسر تھا۔ میری کیفیت اس فاقہ زدہ انسان کی سی تھی جسے کئی دنوں کے فاقوں کے بعد خوانِ نعمت مل گیا ہو اور وہ ندیدوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔ اب احتیاط کے کیا معنی تھے۔ میں نے سب کچھ لوٹنا چاہا' مجھے اندازہ تھا کہ یہ بہاریں کس قدر انمول ہیں۔ کچھ پتا نہیں کب کیا ہو جائے۔ زندگی بڑی بے اعتبار چیز ہے۔ حالات لمحوں میں بدل جاتے ہیں۔ جو سامنے ہے اسے سمیٹا جائے سو میں نے آبِ نشاط میں خود کو غرق کیا۔ آوارگی کو شیوہ بنا لیا۔ صرف لذتیں میرا مقصد ٹھہریں۔ ہر رات میرے جسم کی راحت کے لیے ایک نوخیز و شاداب لڑکی میرے پہلو میں ہوتی۔ میں نے کلیوں کو پھول بنانے کا وتیرہ اختیار کیا اور خوب صورت پھولوں کا رس چرانے کو شعار بنایا۔ میں اپنی موجودہ زندگی سے نہ صرف مطمئن تھا بلکہ اسے برقرار رکھنے پر ہر قسم کی مفاہمت پر آمادہ تھا۔ وہ نام مجھے یاد نہیں۔ وہ چہرے میں بھول گیا جو کبھی راتوں میں چاندنی بن کر چمکا کرتے تھے۔ تربینی اور میں لذتوں کے نت نئے تجربے کرتے۔ ہم دونوں ہی دوشیزاؤں میں گھرے ہوئے تھے۔ ایک کے بعد ایک لڑکی۔

اور پھر انہی دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میری سوچوں کے زاویے بدل دیے۔ وہ لڑکی کیا آئی' میری زندگی میں ایک طوفان مچا گئی۔ وہ مجھے میرا حسین ماضی یاد دلا گئی۔ اس نے بھرے ہوئے زخم پھر تازہ کر دیے۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سراب ہے' دھوکا ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اس روز جب میرے ملازمین نے میری شب بسری کے لیے ایک نئی لڑکی فراہم کی تو میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ نہ جانے کب سے میں بدمست تھا۔ میں نے تربینی کے ساتھ بوتلوں سے غسل کیا تھا۔ روز مرہ کے معمول کے مطابق جب میں لڑکھڑاتے قدموں سے اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو اس نوخیز لڑکی کو دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ مجھے خواب گاہ کے در و دیوار گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ جیسے حالات نے میرا مذاق اڑانے

کے لیے ایک لڑکی کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس لڑکی کا رنگ و روپ اور خدوخال نرگس سے حیرت انگیز طور پر مطابقت رکھتے تھے۔ میں دروازے پر ساکت و جامد اسے دیکھتا رہا۔ کیا واقعی وہ نرگس ہے؟ میری نرگس جو سہمی سہمی میری نظروں کے سامنے کھڑی ہے۔ میں لڑکھڑا کر ایک قدم آگے بڑھا تو وہ چیخ اٹھی۔

"بھگوان کے لیے مجھ پر دیا کرو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتی ہوں۔ میرا جیون برباد نہ کرو۔ یہ کمینے مجھے اٹھا لائے ہیں' انہوں نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ دو روز بعد میرا بیاہ ہونے والا ہے۔ اگر تم نے مجھے لوٹ لیا تو میں اپنے ہونے والے پتی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ میں تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے میرے گھر واپس پہنچا دو۔"

لڑکی کی آہ و زاری نشتر بن کر میرے دل میں چبھ رہی تھی' اس کی آہ و زاری میں بڑا اثر تھا۔ مجھ سے کچھ بولا نہ گیا۔ میں حیرت زدہ اسے کھڑا دیکھتا رہا۔ اسے نہیں بلکہ اس غیر معمولی مشابہت کو' جس نے ایک عرصے بعد پھر میرے دل میں نرگس کی سوئی ہوئی محبت کو گدگدا کر بیدار کر دیا تھا۔ میری نرگس جو میری زندگی تھی جسے دنیا میں مجھ سے زیادہ محبت کسی سے نہ تھی۔ گردشِ زمانہ کی ستم ظریفیوں نے اسے مجھ سے چھین لیا تھا۔ میرے اور نرگس کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی تھی۔ میں نرگس سے دور ہوتا گیا لیکن آج نرگس کی یادیں میرے دل و دماغ میں ہلچل مچانے لگیں۔ اپنی نرگس کو اس حال میں دیکھ کر میرے سارے خوابیدہ احساسات جاگ اٹھے۔ میں نے اس لڑکی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ اس قدر آہستہ جیسے میں خود سے مخاطب ہوں۔

"نرگس' میری نرگس' میری جان تم کہاں ہو؟"

مگر لڑکی نے میری سرگوشی سن لی۔ وہ لرزتے ہوئے ہذیانی انداز میں چیخی۔ "م...... میں نرگس نہیں بملا ہوں۔ تمہارے آدمیوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مجھے جانے دو۔ کیا میں چلی جاؤں' بھگوان کے لیے مجھے جانے دو۔"

"جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔" میں نشے میں بری طرح اس پر گرجا۔ "جاؤ' تم بھی نرگس کی طرح میری زندگی سے دور چلی جاؤ۔ جاؤ' ہمیشہ کے لیے۔"

لڑکی سہمی سہمی نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔ میرے قریب آ کر اس نے نمسکار کیا پھر برق رفتاری سے کھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔

نرگس کے تصور سے میرے ذہن کو جو جھٹکا پہنچا اس نے مجھے ساری رات کرب میں مبتلا کیے رکھا۔ ساری رات میں نرگس کے بارے میں سوچتا رہا۔ نرگس کے ساتھ گزارے ہوئے خوش گوار لمحے اور حسین یادیں مجھے تڑپاتی رہیں۔ میں نے نرگس کی یاد کو ذہن سے محو کرنے کی بہت کوشش کی۔ میں نے بوتلیں توڑ دیں۔ گراموفون ریکارڈ کی کئی دھنیں بجائیں مگر میری خواب گاہ سے نرگس کی پرچھائیاں نہ گئیں۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

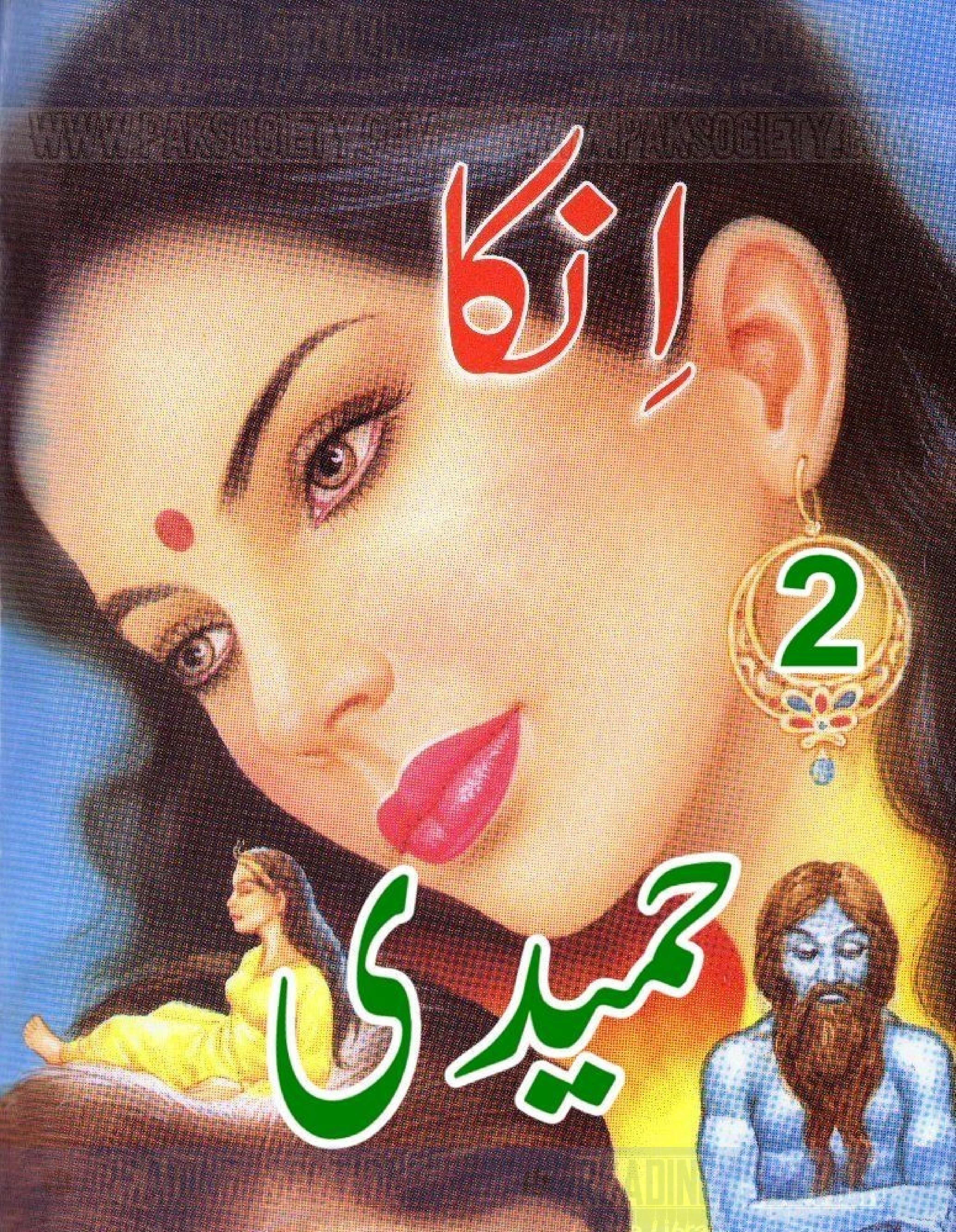

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کتنی بے قصور تھی۔ یہ تو سب انکا کے پُراسرار وجود کا کیا دھرا تھا۔ نرگس بے چاری نے کیا غلطی کی تھی۔ اس نے تو صبر آزما لمحات میں میرا جس طرح ساتھ دیا وہ کوئی وفا شعار بیوی بھی نہیں دے سکتی۔ میرا دل نرگس کو دوبارہ پالینے کے لیے مچلنے لگا۔ میں ایسا کر سکتا تھا۔ اب ہر چیز میرے پاس تھی صرف نرگس کی کمی محسوس ہوتی تھی اور انکا کی دسترس سے کوئی بات باہر نہ تھی۔ وہ نرگس کے سر پر جا کر اسے میرے حق میں دوبارہ ہموار کر سکتی تھی۔ اس خیال نے مجھے تقویت بخشی تو مجھے قدرے سکون آ گیا۔ میں نے عزم کر لیا۔ میں نرگس کو ضرور منا لوں گا۔

دوسرے دن میں تربینی داس سے ملا۔ پہلے کچھ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے دبی زبان میں کہا۔

"تربینی داس، تم نے میرے ساتھ بہت ساری مہربانیاں کی ہیں لیکن آج میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔"

"کہو جمیل احمد خان، میں تمہیں متر کہہ چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ آخر وہ کون سی چنتا ہے جس نے تمہیں پریشان کر رکھا ہے۔" تربینی نے اپنی دوستی کا اظہار کیا تو میں ہمت کر کے بولا۔

"تربینی جی، میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم دوستی کے وعدے پر قائم ہو۔ میں بھی ہمیشہ وعدہ نبھاتا رہوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک دو روز کے لیے انکا کو میرے حوالے کر دو۔"

تربینی داس جو کچھ دیر تک بڑی بے تکلفی سے بیٹھا مجھ سے گفتگو کر رہا تھا، انکا کے سلسلے میں میری خواہش جان کر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ چند ثانئے تک وہ مجھے خشمگیں نظروں سے گھورتا رہا پھر قدرے روکھے لہجے میں بولا۔

"جمیل احمد خان۔ میں نے تم کو یہ وچن ضرور دیا تھا کہ شیو چرن کو مارنے کے بعد تم میرے متر بن جاؤ گے اور میں تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گا پرنتو انکا کے سلسلے میں، میں نے کوئی وچن نہیں دیا تھا۔"

"خفا مت ہو تربینی داس۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "انکا کو میں دو دن سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے ایک ذاتی کام کے سوا اور کوئی کام نہیں لوں گا۔"

"تم وہی کام انکا سے میرے ذریعے بھی لے سکتے ہو۔" تربینی نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو میرے دل کو دھچکا لگا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ مجھے اتنے اعتماد کے باوجود ٹکا سا جواب دے کر مایوس کر دے گا۔

مجھے اس وقت اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر شیو چرن کو موت کے گھاٹ نہ اتارا ہوتا تو انکا یقیناً تربینی کے قبضے سے نکل گئی ہوتی اور آج اسے مجھے مایوس کرنے

کی ہمت نہ ہوتی۔ میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا دل ہی دل میں کھولتا رہا۔ تربینی داس نے مجھے مسلسل خاموش دیکھا تو بولا۔

"کہاں کھو گئے جمیل احمد خان۔ یہ تو بتاؤ کہ ایسی ضرورت کیا آپڑی جو میرے متر کو پریشان کر رہی ہے؟"

"کچھ نہیں تربینی جی۔ کچھ نہیں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "میں دو چار روز میں سوچ کر تم سے بات کروں گا۔"

تربینی میرے جواب سے خاموش ہو گیا اور دو تین روز میری طبیعت پریشان رہی۔ میں نے تربینی کے ساتھ شام کا وقت بھی یونہی بے دلی سے گزارا۔ رات کو کوئی نئی لڑکی بھی میرے پاس نہیں آئی۔ میں یونہی کروٹیں بدلتا رہا۔ نرگس کی یاد میرے ذہن پر چھائی رہی۔ میں نرگس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بہت بے چین تھا۔ انکا میری اس بے چینی کو دور کر سکتی تھی۔ تربینی نے جس انداز سے مجھے مایوس کر دیا تھا اس نے میرا دل کھٹا کر دیا۔ میں نے طے کر لیا خواہ کچھ بھی ہو میں تربینی سے نرگس کے سلسلے میں کوئی مدد نہیں لوں گا، خود ہی مجھے کوئی راہ نکالنی پڑے گی۔

نرگس کی یاد نے کچھ ایسا پریشان کیا کہ ہر چیز سے میری دلچسپی کم ہوتی گئی۔ میرا دل تمام رنگینیوں سے اچاٹ ہو گیا۔ میرے ملازمین میری اس حالت پر متحیر تھے۔ وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے لیکن میں تمام باتوں سے بے نیاز ہمہ وقت نرگس میں ڈوبا رہتا، کھویا کھویا رہتا، نرگس کے بغیر اب مجھے گھٹن کا احساس کچھ سوا ہی ہو چلا تھا۔

میری حالت روز بروز بگڑتی گئی۔ یہاں سب کچھ ہے، پر کچھ بھی نہیں۔ میرا کام اب سوچنا رہ گیا تھا۔ یہ دولت، یہ ملازمین، یہ کوٹھی، تربینی کی عنایتیں ہیں مگر انکا نہیں تو کچھ نہیں، میں تربینی کا ایک طرح سے اب بھی غلام ہوں۔ میرا جی چاہا کہ اس کوٹھی سے کہیں بھاگ جاؤں مگر کہاں۔ میں خود کچھ بھی تو نہیں پھر ساری چیزیں چھن جائیں گی۔ مجھے بھیک مانگ کر زندگی گزارنا ہوگی، جو ہے اس پر قناعت کی جائے۔ اس طرح زندگی گزر جائے گی۔ یہ بھی بہت ہے کہ تربینی اپنا وعدہ نبھا رہا ہے۔ مجھے نرگس کو بھلا دینا چاہیے مگر نرگس کو کس طرح بھلا دوں۔ نرگس کا تصور میری زندگی سے گھن کی طرح لگ گیا تھا۔ ایک دن میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اپنی نرگس کے شہر کا رخ کروں۔ کیا عجب کہ نرگس مجھے دیکھ کر پسیج جائے اور میری زبوں حالی سے متاثر ہو کر مجھے معاف کر دے...... ہم ایک دوسرے کے ہو جائیں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اپنا مختصر سا اسباب باندھا اور نرگس کے پاس جانے کو تیار ہو گیا۔ تربینی کو میری کیفیت کی خبر برابر ملتی رہتی تھی لیکن جب اسے میرے جانے کی اطلاع ملی تو وہ چپ نہ رہ سکا۔ مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور میرے چہرے پر چھائی اداسی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بولا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"جمیل احمد خان۔ کیا بات ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آج کل بہت بیاکل رہتے ہو۔ کسی چھوری کی نظر لگ گئی؟ کیا ہو گیا میرے متر کو' کیا تم مجھے اپنے من کا حال نہیں بتاؤ گے۔"

"تربینی جی۔ میں اس یکسانی سے اکتا گیا ہوں اور کچھ دنوں تفریح کی غرض سے باہر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے خوب صورتی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "نہ جانے کیوں میرا دل اب گھومنے پھرنے کو چاہتا ہے۔"

"پر کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"پہلے میں بمبئی جاؤں گا۔ اگر وہاں دل نہیں بہلا تو واپس چلا آؤں گا ورنہ پھر کہیں اور چلا جاؤں گا۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا تو تربینی نے مجھے ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو کر تو نہیں جا رہے؟"

"نہیں تربینی داس۔ تمہارے بہت سے احسان مجھ پر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کوئی اپنے متر سے بھی: راض ہوتا ہے' بدگمانی نہ کرو۔"

تربینی دیر تک مجھے سمجھاتا رہا اور ٹٹولتا رہا لیکن میں نے اضطراب کو اس پر عیاں ہونے نہ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ جانے کے لیے اٹھا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن تربینی دروازے پر جا کر رکا پھر پلٹ کر مجھے مخاطب کر کے بولا۔

"جمیل احمد خان' ہر معاملے میں تمہارا دوست ثابت ہوں گا۔ میری مانو تو کہیں نہ جاؤ۔ یہاں تمہارے دل بہلانے کے لیے بہت کچھ ہے اور تم جانا ہی چاہتے ہو تو جو چاہو مجھ سے مانگ سکتے ہو۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ پرنتو انکا کے معاملے میں ہمارا تمہارا ساجھا ممکن نہیں۔"

تربینی نے انکا کا ذکر چھیڑ کر ایک بار پھر مجھے غصہ دلا دیا لیکن میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور ہنس کر بات ٹال دی۔ تربینی کے جانے کے بعد میں نے ملازم سے سامان گاڑی پر رکھنے کو کہا اور کپڑے تبدیل کر کے آدھ گھنٹے بعد اسٹیشن کے لیے روانہ ہو گیا۔

میں نے ملازم کے ذریعے ریل میں جو سیٹ بک کرائی تھی وہ صرف بمبئی کی تھی لیکن میں نے ارادہ بدل دیا۔ بمبئی رکے بغیر میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ میری منزل قریب آتی جا رہی تھی۔ میرے خون کی گردش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ سفر مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ عیش و عشرت کے اس ماحول میں مجھے بڑی تنہائی محسوس ہونے لگی۔ میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اداسی محسوس کر رہا تھا۔ اچھا ہوا جو میں وہاں سے چلا آیا۔ نرگس کے خیال نے بڑی مقصدیت میری زندگی میں پیدا کر دی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔

ٹرین چل رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا' دیکھیں نرگس کا رویہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جمیل کو

پہچانتی بھی ہے یا نہیں۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہو' مجھ سے بات بھی کرنا گوارا کرے یا نہیں؟ کاش میں اسے دوبارہ حاصل کر سکوں۔

نرگس کا شہر قریب آیا تو بہت سی یادیں ابھر آئیں۔ یہیں سے میری عجیب و غریب سرگزشت کا آغاز ہوا تھا۔ مجھے حیرت انگیز پراسرار واقعات سے واسطہ پڑا تھا۔ بہت سی یادیں اس کوچے سے وابستہ تھیں۔ مجھے اپنا دوست رام دیال یاد آ گیا۔ اس کی ماں جس نے سب سے پہلے ڈھکے چھپے الفاظ میں کہا تھا کہ اگر میں ایک جاپ مکمل کر لوں تو انکا کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہوں لیکن اب وہ دیوی اس دنیا میں نہیں تھی۔ اگر وہ ہوتی تو ضرور انکا کو حاصل کرنے کے لیے وہ جاپ دریافت کرتا اور انکا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا لیتا۔ کاش وہ زندہ ہو جاتی۔ گاڑی اسٹیشن پر ٹھہر چکی تھی۔ قلی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میری منزل آ چکی تھی۔ میں قلی کے ذریعے اپنا اسباب لے کر اسٹیشن سے باہر آیا۔ میرے جانے پہچانے اس شہر کے در و دیوار بہت عجیب لگ رہے تھے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور قدم بہک رہے تھے۔ نہ جانے کیوں اسٹیشن پر قدم رکھتے ہی میں نے اپنے اندر بے پناہ عزم محسوس کیا۔ ایک نئی توانائی کا احساس میرے جسم میں جاگزیں ہوا۔ اسٹیشن سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور نرگس کے گھر کی سمت روانہ ہو گیا۔ کسی ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے میں اپنی محبوب نرگس کے آشیانے کا طواف کرنا چاہتا تھا۔ شاید اس طرح مجھے اس کی کوئی جھلک نظر آ جاتی۔ جیسے جیسے نرگس کا مکان قریب آتا جا رہا تھا' مجھے اپنے جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا پھر سامنے اس کی کوٹھی نظر آنے لگی۔

سامنے نرگس کی کوٹھی نظر آنے لگی تو مجھے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ میں نے ٹیکسی کو نرگس کی کوٹھی سے تھوڑے فاصلے پر رکوا دیا پھر ڈرائیور کو انتظار کا کہہ کر نرگس کے کوچے کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اڑ کر نرگس کے پاس پہنچ جاؤں اور اسے اپنے سینے میں سمو کر دنیا کے تمام دکھ بھول جاؤں' میں نرگس میں ڈوب جاؤں۔

کوٹھی کے بڑے پھاٹک کے قریب پہنچ کر میں رکا۔ پھر میں نے اندر نگاہ ڈالی تو میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ نرگس لان میں میری نظروں کے سامنے ایک آرام کرسی پر بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ وہ تنہا تھی' میں نے اسے بغور دیکھا تو میرے دل کو دھچکا لگا۔ نرگس کسی خزاں زدہ درخت کی مانند اجڑی اجڑی اور اداس نظر آ رہی تھی۔ میں محو حیرت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ میرا دل چاہا کہ اسے آواز دوں لیکن میری ہمت نہ پڑی۔ ابھی میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ معاً اس کی نظریں میری طرف اٹھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکی جیسے اسے اپنی نظروں پر یقین نہ آیا ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ پیالی رکھ کر ایک جھٹکے سے اٹھی اور تیر کی طرح پھاٹک کی سمت آئی۔ میں ڈرا کہ کہیں وہ مجھ پر برہم نہ ہو' اسی خیال سے میں ایک قدم پیچھے ہو گیا لیکن میری نگاہ بدستور اس پر جمی ہوئی تھی۔ پھاٹک کے قریب آ کر نرگس نے بھی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نظروں سے پلٹ کر ادھر ادھر کچھ دیکھا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل' آپ...... یہ آپ ہی ہیں۔ اب آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔''

''مم...... میں۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں یہ میں جمیل ہوں تمہارا بدنصیب شوہر۔ میں تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ کیا تمہیں ناگوار گزرا ہے۔ مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہوسکی نرگس۔''

''جمیل۔'' نرگس تڑپ اٹھی۔ ''مجھے اور آپ کا آنا گوارا گزرے گا۔ آپ کی وجہ سے تو میں نے خود کو موت کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ آپ کیا جانیں کہ مجھ پر کیا بیت گئی۔''

''نرگس۔'' میں وفورِ جذبات سے مغلوب ہو کر بولا۔ ''مجھے معاف کر دو نرگس۔ خدا کے لیے میرے گناہوں کو بخش دو۔''

''مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں لیکن......''

نرگس نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر نظریں جھکائیں تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔

''تم چپ کیوں ہو گئیں؟ تم مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ سب کچھ کہہ ڈالو۔ میں واقعی بہت کمینہ ہوں۔''

''جمیل۔'' نرگس سسکتے ہوئے بولی۔ ''آپ مجھے بھول جائیں۔ میں اب آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ زمانے نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔'' نرگس کی آواز لرز رہی تھی۔ اس کی دراز دراز پلکوں پر شبنمی قطرے جھلملا رہے تھے۔ اس کے لہجے میں بے پناہ درد تھا۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جن میں بے بسی' دکھ اور مجبوریوں کی ہزار داستانیں پنہاں تھیں۔ میں نے بے چینی سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''نرگس۔'' تمہارا گناہگار ہوں مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہارے سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بہت جذباتی تھا۔ میں اس پر شرمندہ ہوں۔ نرگس! مجھے معاف کر دو۔'' میں نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

نرگس نے ایک بار پھر پلٹ کر عمارت کی سمت دیکھا پھر پوچھا۔ ''جمیل۔ آپ یہاں کب آئے؟ کہاں ٹھہرے ہیں ...... یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟''

''اسٹیشن سے سیدھا ادھر آ رہا ہوں۔ ابھی تک رہائش کا بندوبست نہیں کیا۔ میرے اوپر جو کچھ بیتی ہے اسے تم سنو گی تو برداشت نہیں کر پاؤ گی۔''

''اب کہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟'' نرگس نے تیزی سے سوال کیا۔ وہ بری طرح مضطرب اور منتشر نظر آ رہی تھی۔ بوکھلائی ہوئی اور سراسیمہ تھی۔

''کسی ہوٹل میں قیام کروں گا۔'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں جواب دیا تو نرگس پھر جلدی سے

بولی۔

''جمیل' مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں لیکن یہ جگہ مناسب نہیں۔ تم ہوٹل پہنچ کر مجھے فون کر دینا۔''

''نرگس' کیا اب بھی حالات وہی ہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت گھبرائی گھبرائی سی ہو' کیا تمہیں میرا یہاں آنا......''

''خدا کے لیے جمیل ایسی باتیں نہ کرو کہ میرا دل پھٹ جائے۔'' نرگس روتے ہوئے بولی پھر وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹی جیسے اس نے جاگتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ لیا ہو۔

میں نرگس کے اس رویے پر حیران تھا لیکن جب ایک جھلملاتی ہوئی کار میرے قریب آ کر رکی اور میں نے پلٹ کر اسے دیکھا تو میرا بھی وہی حال ہوا جو نرگس کا تھا۔ آنے والی کار نرگس کے باپ اصفہانی صاحب کی تھی۔ میں نے غیر اختیاری طور پر سلام کے لیے ہاتھ اٹھا دیا۔ اصفہانی صاحب نے مجھے غور سے دیکھا۔ پہلی نظر میں شاید وہ مجھے نہیں پہچان سکے تھے لیکن پھر جب انہوں نے مجھے پہچانا تو ان کی تیوری پر بل آ گئے۔ بجلی کی سی تیزی سے چمک کر کار سے نیچے آئے اور بگڑتے ہوئے تیور سے کڑک کر بولے۔

''حرام زادے کمینے۔ تجھے پھر یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی! اسی وقت اپنی منحوس صورت لے کر میری نظروں سے دور ہو جا اور اگر پھر کبھی تو نے ادھر کا رخ کیا تو کھال ادھیڑ ڈالوں گا۔''

نرگس کے والد کا لہجہ بے حد تحقیر آمیز تھا لیکن میں نے نرگس کی وجہ سے خاموشی اختیار کی۔ کوئی جواب دینے کے بجائے میں اظہارِ افسوس اور شرمندگی کے طور پر ان کے قدم چھونے کے لیے جھکا تو وہ پیچھے ہو کر گرجے۔

''کمینے۔ ذلیل' میں کہتا ہوں دفع ہو جا یہاں سے ورنہ زندہ درگور کرا دوں گا۔''

''میں آپ سے معافی......''

''معافی کا بچہ۔'' نرگس کے والد نے اتنا کہہ کر ایک بھرپور طمانچہ میرے گال پر مارا تو میں چکرا کر رہ گیا۔ ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ڈرائیور نے جو ابھی تک دور کھڑا تھا' لپک کر مجھے گریبان سے پکڑ لیا اور دو تین مکے اتنے شدید رسید کیے کہ میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ میرے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔

''رہنے دو بختاور۔'' اصفہانی صاحب نے ڈرائیور کو روکتے ہوئے کہا پھر دوبارہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولے۔ ''زندگی چاہتا ہے تو فوراً چلا جا یہاں سے ورنہ تیری لاش کا پتا بھی نہ چلے گا۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

حالات کے پیش نظر میرا وہاں رکنا مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے جیب سے رومال نکال کر ہونٹوں پر رکھا اور خاموشی سے سر جھکا کر ٹیکسی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ ٹیکسی کے قریب پہنچا تو ڈرائیور نے حیرت سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

''کیا بات ہے صاحب...... یہ خون کیسا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ گر پڑا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ایسے حادثے ہوتے رہتے ہیں۔'' میں نے جلدی سے اندر بیٹھتے ہوئے کہا اور اسے کسی مناسب ہوٹل تک چلنے کی ہدایت کر کے سیٹ سے ٹک گیا۔ ٹیکسی میں نے چونکہ نرگس کی کوٹھی سے کچھ دور ایک سائڈ لین میں رکوائی تھی اس لیے ٹیکسی ڈرائیور اصل معاملے سے ناواقف ہی رہا۔

راستے بھر میرا ذہن نرگس اور اس کے باپ کے متضاد رویے سے الجھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ نرگس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے بلکہ وہ میرے لیے بہت مضطرب رہی ہے۔ اس کا انداز والہانہ تھا۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت ساری باتیں کرنے کی خواہش مند تھی۔ نہ جانے وہ باتیں کیا تھیں؟ اس نے مجھ سے شدید محبت کا اظہار بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں اسے بھول جاؤں۔ آخر اس کے ساتھ کون سا ایسا حادثہ پیش آیا تھا جو وہ مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں تھی۔ میں نہ جانے کب تک نرگس کے بارے میں سوچتا رہا اور جب مجھے اس کے باپ کا جارحانہ طرز عمل یاد آیا تو میرے جسم میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ اگر وہ نرگس کا باپ نہ ہوتا تو میں ایک ہاتھ کے باوجود یقیناً اس سے الجھ پڑتا' اس کا خون کر دیتا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا۔ کپڑے تبدیل کر کے ہلکا سا ناشتہ کیا پھر دوبارہ نرگس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ہوٹل پہنچ کر اسے فون کر دوں لیکن...... فی الحال میرا یہ اقدام نامناسب تھا۔ رات گئے تک میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ نرگس کو فون کروں اور پوچھوں کہ اس کے باپ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے لیکن میں اپنے دل پر جبر کرتا رہا۔ جب طبیعت بہت پریشان ہوئی تو میں ہوٹل سے باہر نکل آیا لیکن جلد ہی واپس لوٹ آیا۔ رات میں نے کسی نہ کسی طرح کاٹ دی۔ اگر نرگس نے مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا ہوتا یا دھتکار دیا ہوتا تو مجھے صبر آ جاتا لیکن نرگس تو وہی میری پرانی نرگس تھی۔ اس سے مل کر تو میرے اضطراب میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔

دوسرے دن میں نے کوئی دس بجے کے قریب نرگس کو فون کیا۔ دوسری سمت سے نرگس کی آواز سنائی دی۔ میرا دل ہولتا رہا لیکن جب نرگس کی آواز ریسیور پر سنائی دی تو میں نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہا۔

''نرگس۔ میں جمیل بول رہا ہوں۔''

''ڈیڈی دفتر جا چکے ہیں۔'' نرگس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ کسی مصلحت کی بنا پر اس وقت گفتگو سے پرہیز کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے اسے ہوٹل کا نام اور اپنے کمرے کا نمبر بتایا اور بولا۔

''نرگس۔ میں بڑی شدت سے تمہارا انتظار کروں گا۔ ایک ایک لمحہ عذاب ہو رہا ہے۔''

''بہتر ہے۔ ڈیڈی آئیں گے تو میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گی۔'' اس بار بھی نرگس نے رسمی طور پر جواب دیا۔

میں نے ریسیور بڑی بے دلی سے کریڈل پر رکھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ نرگس یا تو مجھے فون کرے گی یا موقع نکال کر مجھ سے ملنے ضرور آئے گی۔ انتظار کی شدت نے مجھے اور الجھا دیا۔ میں متواتر دو گھنٹے تک فون کے آس پاس منڈلاتا رہا۔ دروازے کے باہر قدموں کی ایک معمولی سی آہٹ بھی مجھے چونکا دیتی تھی لیکن دوپہر تک نہ تو نرگس کا فون آیا نہ وہ خود آئی۔

میں نے دوپہر کا کھانا اپنے کمرے میں ہی کھایا پھر بستر پر لیٹ کر فون کو تکتا رہا۔ میرا ذہن معطل ہو رہا تھا اس لیے کچھ دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ جاگا تو شام ہو چکی تھی۔ میرے سر میں ہلکا ہلکا درد شروع ہو گیا تھا۔ میں نے بیرے سے کافی منگوائی تاکہ وقت کاٹنے کا کوئی تو مشغلہ ہو لیکن دوسرے لمحے دروازے پر دستک کی آواز سن کر میرا دل دھڑک اٹھا۔ میں نے جلدی سے لپک کر دروازہ کھولا۔ میرا خیال تھا کہ وہ نرگس ہو گی لیکن دروازہ کھولنے پر مجھے مایوسی ہوئی۔ نرگس کی بجائے وہاں ایک دوسری خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ کر میرا ذہن جھنجھلا اٹھا۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو عین ممکن تھا کہ میں اس حسین لڑکی کی اچانک آمد پر اسے خوش آمدید کہتا لیکن اس وقت نرگس میرے اعصاب پر سوار تھی۔ میں اسے دیکھ کر الجھ گیا اور اس خیال سے ممکن ہے وہ لڑکی کسی غلط ارادے سے آئی ہو' میں نے بڑی رکھائی سے کہا۔

''فرمایئے۔''

''مجھے مسٹر جمیل احمد خان سے ملنا ہے۔'' لڑکی نے میرا نام لیا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی پھر فوراً ہی میں نے بڑے مہذب لہجے میں کہا......

''میں ہی جمیل احمد خان ہوں۔ تشریف لایئے۔''

لڑکی ایک لمحے کے لیے جھجکی پھر اندر آ گئی۔

''مجھے نرگس نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔'' وہ کمرے میں آ کر بولی۔

''نرگس نے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''مگر وہ خود کیوں نہیں آئی؟''

جواب میں نرگس کی اس سہیلی نے جس کا نام نشاط تھا' مجھے تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ میرے جانے کے بعد نرگس کے باپ نے اسے سخت سرزنش کی۔ مجھ سے ملنے پر برا بھلا کہا اور اس پر گھر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سے باہر آنے جانے پر پابندی بھی عائد کردی۔ اس کے علاوہ نشاط نے نرگس سے متعلق مجھے جو حالات بتائے اسے سن کر میں کچھ اور پریشان ہوگیا۔ نشاط نے بتایا کہ اصفہانی صاحب نے میرا طلاق نامہ ملنے کے تین ماہ بعد نرگس کی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر اس کی شادی ایک اور شخص سے کردی۔ ان کا خیال تھا کہ شادی نرگس کے حق میں پیام صحت ہوگی لیکن نرگس کی صحت شادی کے بعد اور خراب ہوگئی۔ اس کے علاوہ روز اول ہی سے نرگس اور اس کے دوسرے شوہر کے مابین ان بن ہوگئی تھی جو بعد میں اس قدر بڑھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ نرگس دوسرے شوہر کے ساتھ ایک دن سکھ کا نہ گزار سکی۔

''آپ کو شاید یقین نہ آئے جمیل صاحب لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ شروع سے اب تک صرف آپ کے نام کا کلمہ پڑھتی چلی آئی ہے۔ اس نے بہت برے دن گزارے ہیں۔ دوسرے شوہر کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے بعد اس نے آپ کو بمبئی کے پتے پر متعدد خطوط لکھے لیکن آپ کا کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے میرے ذریعے ایک شخص کو بمبئی بھیجا جس نے واپس آکر بتایا کہ آپ کا کاروبار تباہ ہوچکا ہے اور یہ کہ آپ کا بمبئی میں کہیں پتا نہیں۔ اس اطلاع کے بعد نرگس آپ کی طرف سے بالکل مایوس ہوچکی تھی اور جب کل اس نے آپ کو دیکھا تو اس کی حالت اور غیر ہوگئی۔'' نشاط نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''نرگس میری بڑی عزیز سہیلی ہے جمیل صاحب۔ اس کا کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اسے دوبارہ مل جائیں تو اس کی زندگی پھر سے سنور سکتی ہے۔ بصورت دیگر ہوسکتا ہے کہ کوئی مہلک مرض اس کی زندگی سے چمٹ کر اس کا خاتمہ کردے۔''

''نہیں نشاط نہیں۔'' میں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''خدا کے لیے ایسی بدفال منہ سے نہ نکالیے۔ میں نے نرگس کے ساتھ جو کچھ کیا اور جو کچھ ہوا' میں اس پر شرمندہ ہوں اور ان ہی غلطیوں کا تدارک کرنے کے لیے آیا ہوں۔ نرگس اگر دوبارہ مجھے مل گئی تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں اسے ہر قیمت پر اپنانے کو تیار ہوں نشاط۔ کیا آپ اس سلسلے میں میری معاونت کرسکتی ہیں؟''

''نرگس کا خیال تھا کہ آپ اس کی دوسری شادی کی خبر سننے کے بعد اس سے نفرت کرنے لگیں گے۔''

''ان باتوں کی ذمہ داری بھی مجھ بدنصیب پر عائد ہوتی ہے۔'' میں بڑی سنجیدگی سے بولا۔ ''قدرت کو جو منظور تھا وہ ہوچکا۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ جو سزا مجھے ملنی چاہیے تھی وہ نرگس بے چاری کو ملی۔ بہرحال اگر نرگس مجھے مل گئی تو اب دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے جدا نہیں کرسکے گی۔''

نشاط کچھ دیر بیٹھ کر رخصت ہوگئی۔ جاتے جاتے اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں از خود نہ تو نرگس کی کوٹھی کی طرف جاؤں اور نہ اسے فون کروں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جیسے ہی دو چار روز میں حالات سازگار ہوئے وہ نرگس کو کسی بہانے میرے پاس ضرور لے آئے گی۔ میں نے نشاط کو ہر طرح کا یقین دلایا کہ وہ جس طرح کہے گی میں اسی طرح کروں گا۔

نشاط کے جانے کے بعد اور نرگس کی آمد کے انتظار میں چار روز گزر گئے۔ یہ دن عجب کرب میں گزرے۔ اس عرصے میں، میں ایک لمحے کے لیے بھی ہوٹل سے باہر نہیں گیا کہ شاید نشاط نرگس کو ساتھ لے کر آجائے اور میں اس کی دید سے محروم رہ جاؤں۔ چار روز گزر گئے تو میری تشویش بڑھ گئی۔ اس عرصے میں نہ تو نرگس نے مجھے فون کیا نہ ہی نشاط نے مجھے حالات سے آگاہ کیا۔ میرے صبر اور انتظار کا پیمانہ لبریز ہورہا تھا۔ چنانچہ پانچویں روز میں نے مجبور ہوکر نرگس کے فون نمبر پر ایک بار پھر قسمت آزمائی لیکن فون پر کسی مرد کی آواز سن کر میں نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ مجھے اپنی حماقت پر بھی شدید غصہ آرہا تھا۔ اگر میں نے نشاط کا پتا معلوم کرلیا ہوتا تو اس بے چینی کا شکار کبھی نہ ہوتا۔

چھ روز تک میری کیفیت ماہی بے آب جیسی رہی۔ اس دوران میں نے دو تین بار نرگس کو فون کیا لیکن شومئی قسمت کہ ایک بار بھی اس سے رابطہ قائم نہ ہوسکا۔ فون یا کوئی مرد اٹھاتا یا پھر نرگس کی والدہ کی آواز ابھرتی مگر ساتویں روز اچانک مجھے ایک ایسا پیغام ملا کہ پھر میرے مایوس دل میں کامیابی کی لطیف ہوائیں چلنے لگیں۔

اس روز شام کے کوئی پانچ کا عمل رہا ہوگا جب ایک اٹھارہ سالہ لڑکا ہوٹل کے ایک بیرے کے ہمراہ میرے کمرے میں داخل ہوا۔ میں اس لڑکے سے واقف نہ تھا اس لیے پہلے تو مجھے اس کی آمد پر تعجب ہوا لیکن جب اس نے مجھے بتایا کہ وہ نشاط کا کوئی عزیز ہے اور میرے لیے ایک اہم پیغام لے کر آیا ہے تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے وارفتگی شوق سے مغلوب ہوکر اس کے آنے کا سبب پوچھا تو وہ بڑی رازداری سے بولا۔

''آج رات نشاط باجی نے آپ کو بلایا ہے۔''

''کہاں؟'' میں نے آہستگی سے پوچھا تو لڑکے نے کہا۔

''آپ ٹھیک دس بجے نشاط باجی کے مکان پر آجائیں۔'' لڑکے نے مجھے نشاط کا پتا سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''عقبی دروازے پر خود نشاط باجی آپ کا انتظار کریں گی۔ آپ بے دھڑک اندر چلے جائیں۔''

''کیا نرگس بھی وہاں آئے گی؟'' میں نے بے صبری سے دریافت کیا تو لڑکا بولا۔

''مجھے اس سلسلے میں کسی بات کا علم نہیں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آج صبح نشاط باجی اصفہانی صاحب کے گھر گئی تھیں۔''

میں نے لڑکے کو جو میری بے قراریوں کو کم کرنے کے لیے کسی مسیحا سے کم ثابت نہیں ہوا تھا' روکنا چاہا اور اس کی خاطر مدارت کرنی چاہی لیکن وہ جلدی میں تھا اس لیے مجھے وقت کی پابندی کی تاکید کرکے رخصت ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد میری بے تابی میں ایک بار پھر اضافہ ہوگیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وقت کی رفتار تیز ہوجائے اور جلد از جلد رات آجائے تاکہ میں نشاط کے گھر پہنچ کر اپنا گوہر مقصود پالوں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اور اسے اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں یوں پوشیدہ کرلوں کہ پھر کوئی اسے مجھ سے جدا نہ کرسکے۔ پھر ہم کہیں دور چلے جائیں۔ کہیں دور اور نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں۔

خدا خدا کرکے دس بجے تو میں تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکلا اور اپنی منزل کی سمت چل پڑا۔ میرے سینے میں ایک طوفان اٹھا ہوا تھا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ نرگس کو دوبارہ پالینے کے حسین تصور سے سرشار میں اس مکان تک جا پہنچا جس کا پتا مجھے بتایا گیا تھا۔ یہ ایک دو منزلہ مکان تھا جس کے اطراف میں خاصا لمبا چوڑا لان پھیلا ہوا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے قرب و جوار کا جائزہ لیا پھر مکان کے عقبی حصے کی سمت چلا گیا جہاں ایک چھوٹا سا پھاٹک موجود تھا۔ پھاٹک کھلا دیکھ کر مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اسے میری آمد کی وجہ سے ہی کھلا رکھا گیا ہوگا۔ میں کسی جھجک کے بغیر اندر داخل ہوگیا اور لان عبور کرکے اس عقبی دروازے تک جا پہنچا جس کا حوالہ مجھے ہوٹل میں دیا گیا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر میں ایک ثانیے کو رکا پھر میں نے لرزتے قدموں اور رعشہ زدہ ہاتھوں سے دروازے پر تین بار ہلکے ہلکے دستک دی۔ مجھے یقین تھا کہ نشاط طے شدہ پروگرام کے تحت قریب ہی کہیں موجود ہوگی اور دستک کی آواز سن کر فوراً مجھے خوش آمدید کہنے آئے گی۔ خدا کرے نرگس بھی میری منتظر ہو! نرگس۔ میرا سرمایہ حیات' میری روح۔ میں جس سے بچھڑ گیا تھا اور اب وہ لمحہ ایک مدت کے شدید ترین مصائب کے بعد آنے والا تھا کہ میں دوبارہ اپنی گزشتہ زندگی کے سب سے بڑے رفیق سے ملنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ نرگس کو دیکھنے کے لیے میرا دل باہر آنے کے لیے بے تاب تھا۔ میں اپنی شدت کا احوال کس طرح لکھوں۔ میری نظریں دروازے پر جمی تھیں۔ میرے دستک دینے کے کوئی ایک منٹ بعد دوسری جانب سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی پھر دروازہ کھلا لیکن نشاط کے بجائے ایک ملازمہ نما عورت نظر آئی۔ قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا' عورت نے از خود پوچھا۔

"کیا آپ جمیل صاحب ہیں؟"

"ہاں.....!" میں نے بے اختیار کہا۔

"تشریف لائیے۔"

میں ملازمہ کے ساتھ ایک راہداری میں ہولیا۔ اس وقت ہی میرا جی چاہا تھا کہ اس سے نرگس کے بارے میں دریافت کروں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ ملازمہ مجھے ساتھ لیے ایک کمرے کے سامنے جا کر رکی پھر بھاری بھرکم آواز میں بولی۔

"آپ اندر چلے جائیں۔"

"کیا نشاط اور نرگس اسی کمرے میں موجود ہیں؟" میں نے بے صبری سے کہا۔

ملازمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے تاب انتظار نہ تھی اس لیے میں نے اس کے سوال کے جواب'

انتظار کیے بغیر دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہوگیا مگر پھر دوسرے ہی لمحے میں یوں سہم کر رک گیا جیسے میرا پاؤں بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ سکتے کی حالت سے دو چار میں دم بخود کھڑا اصفہانی صاحب کو دیکھ رہا تھا جو سامنے صوفے پر بیٹھے مجھے غضب ناک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کمرے میں ان کے علاوہ چار دوسرے ہٹے کٹے افراد بھی تھے جو صورت ہی سے شورہ پشت بدمعاش نظر آتے تھے۔ ابھی میں تصویر حیرت بنا کھڑا تھا کہ اصفہانی صاحب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پوری رعونت کے ساتھ ابھری۔

"آئیے جمیل صاحب! تشریف لائیں' کہئے آپ کی کیا خدمت کی جائے۔"

"جی۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "آ..... آپ....." میں سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ میں نے کچھ کہنا چاہا مگر اصفہانی صاحب نے کوئی اور موقع نہیں دیا۔ وہ بری طرح دہاڑے۔

"حرام زادے۔ تو اپنی کمینگی سے باز نہیں آیا۔"

"ج..... جی..... م..... میں....." میں کچھ بھی نہ کہہ سکا' ہکلا کر رہ گیا۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ نرگس کا خیال دل سے نکال دے پھر تو نے میرے گھر فون کیوں کیا؟" اصفہانی صاحب کا لہجہ اس قدر کرخت اور خطرناک تھا کہ میں لرز اٹھا' بمشکل اتنا کہہ پایا۔

"م..... میرا خیال ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی کے بچے۔ یہاں کیا تو اپنے باپ سے ملنے آیا تھا۔" اصفہانی صاحب اس بار گرج کر اٹھے اور ایسا بھرپور ہاتھ میرے منہ پر مارا کہ میں چکرا گیا' "پہلے میں تجھ سے نمٹ لوں پھر نشاط کا بندوبست بھی ضرور کیا جائے گا۔"

"مجھ..... مجھے معاف کر دیجئے۔ میں....."

میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جملہ مکمل کر پاتا' اصفہانی صاحب کے جوتے کی ٹھوکر میرے گھٹنے پر اس زور سے پڑی کہ میں بلبلا اٹھا' ٹھیک اسی وقت اصفہانی صاحب نے اپنے گرگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اس صورت حرام کی خبر لو۔ اس قدر کہ سال بھر تک یہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے اور آئندہ شرفا کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔"

اس حکم کے بعد میرے اوپر جو بیتی وہ کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ ان چاروں ہٹے کٹے لفنگوں نے اس حکم کے ملتے ہی مجھے گھیرے میں لے کر مارنا شروع کر دیا اور اس بری طرح مارا کہ آج بھی جب مجھے وہ سماں یاد آتا ہے تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ایک ہاتھ سے خود کو بچانے کی ناکام کوشش کرتا رہا لیکن وہ چار تھے اور میں زیادہ دیر تک خود کو ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رکھ سکا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جب تک قوت گویائی سلامت رہی' چیختا چلاتا رہا۔

مجھے کچھ یاد نہیں' صرف اتنا یاد ہے کہ ہوش میں آنے پر میں نے خود کو کوڑے کرکٹ کے ایک ایسے ڈھیر پر پڑا پایا جہاں ہر طرف تعفن پھوٹ رہا تھا۔ یہ ایک میدانی اور غیر آباد علاقہ تھا جہاں دنیا جہاں کی غلاظت پڑی ہوئی تھی۔ غالباً وہ مجھے مردہ سمجھ کر وہاں پھینک گئے تھے۔ کاش میں مر گیا ہوتا لیکن اس موقع پر بھی میری سخت جانی کام آئی اور میں دنیا میں مزید دکھ جھیلنے کے لیے زندہ بچ گیا۔

جس وقت میرے حواس کچھ بجا ہوئے' وہ جھٹپٹے کا وقت تھا۔ میرا جوڑ جوڑ ناسور کی طرح دکھ رہا تھا۔ زخموں میں شدید ٹیسیں محسوس ہو رہی تھیں۔ بدن پر جو کپڑے تھے وہ خون میں لت پت ہو رہے تھے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے پیروں پر اٹھ کھڑا ہو سکتا مگر زندگی بڑی شے ہے۔ زندہ رہنے کے لیے آدمی کیا نہیں کرتا۔ میں نے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے اوسان بحال رکھے اور کراہتا لڑکھڑاتا اٹھ کھڑا ہوا اور ایک سمت چل پڑا۔ اندھیرے کے سائے اپنا دامن وسیع کرتے جا رہے تھے۔ میں کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا آبادی کے قریب پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ ہوٹل جاؤں اور حلیہ درست کروں لیکن راستے میں میرا اپنا محلّہ آیا تو ماضی کی بہت سی یادوں کے ساتھ ساتھ مجھے رام دیال یاد آ گیا۔ وہی رام دیال جو میرا جگری دوست تھا جس کی ماں نے مجھے سب سے پہلے انکا کی پراسرار قوتوں کے بارے میں بتایا تھا اور مشورہ دیا تھا کہ میں ایک جاپ مکمل کر کے اس طاقت کو اپنے قبضے میں کر لوں لیکن اس وقت میں نے ان باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا' نہ ہی وہ جاپ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی جو انکا کو قبضے میں کرنے میں میرا معاون ثابت ہوتا۔

میرا پورا ماضی میرے سامنے تھے۔ میں نے ہوٹل جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر میں اس حال میں وہاں گیا تو پولیس مجھ سے ضرور باز پرس کرے گی۔ میں اپنی بدنامی کے ساتھ ساتھ نرگس کی بدنامی کا سبب بھی بن سکتا تھا اور ظاہر ہے یہ بات مجھے قطعاً گوارا نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ پہلے رام دیال سے ملوں اپنی حال درست کروں اور پھر ہوٹل کا رخ کرو۔ اس خیال کو ذہن میں پختہ کرنے کے بعد میں رام دیال کے گھر کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ اندھیرے میں لوگوں کی نظروں سے بچتا بچتا میں کسی طرح رام دیال کے گھر پہنچ گیا۔ دروازے پر رک کر پہلے میں نے اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پایا پھر بڑی حیرت اور مایوسی کے ملے جلے جذبے کے ساتھ دروازے پر دستک دی۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ رام دیال مجھے اس حال میں دیکھ کر پہچانتا بھی ہے یا نہیں۔

چند لمحوں بعد دروازے کی چٹخنی کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلنے پر میرا دوست رام دیال میرے سامنے آ گیا لیکن اس کی نظروں نے میرے رہے سہے اوسطان بھی خطا کر دیے۔ وہ سرتاپا قہر بنا ہوا تھا۔ قبل اس کے کہ میں آگے بڑھ کر اپنے دوست سے بغل گیر ہوتا' اس نے بڑی نفرت سے کہا۔

''کون ہو تم؟''

''میں......تمہارا......

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' رام دیال نے میرا پورا جملہ سنے بغیر غصیلے لہجے میں کہا۔ ''بھیک منگے۔ اب اس طرح دروازوں پر دستک دے کر بھیک مانگنے لگے۔''

رام دیال کے اس رویے پر میرا دل ٹوٹ گیا مگر مجھ پر وقت ہی ایسا پڑا تھا۔ میں اس کے دل آزاد برتاؤں کو نظر انداز کر گیا۔ اس وقت مجھے اس کی مدد کی شدید ضرورت تھی اس لیے میں نے ڈوبی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

''رام دیال۔ میرے دوست اس قدر سخت دل نہ بنو۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تم مجھے اس حلیے میں دیکھ کر پہچاننے سے انکار کر دو گے مگر دوست لباس اور میرے حلیئے پر کیوں جاتے ہو۔''

''تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کون ہو تم؟'' اس بار رام دیال نے قدرے نرمی سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میں ..... جمیل احمد خان ہوں۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''تمہارا دوست۔ آہ جسے تم بھول گئے۔''

رام دیال میرا نام سن کر چونکا۔ چند ثانئے تک مجھے حیرت زدہ نظروں سے دیکھتا رہا پھر ایک دم آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ مجھے لپٹاتے ہوئے اندر لے گیا پھر ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے بولا۔

''جمیل میرے متر۔ تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ بھگوان کی سوگند میں تم کو بالکل نہیں پہچان سکا تھا مجھے شما کر دو۔''

میں نے رام دیال کے لہجے کی مٹھاس محسوس کی تو میرا دل بھر آیا۔ میں نے اسے مختصراً اپنے حالات سے آگاہ کیا لیکن انکا کے تذکرے کو دیدہ دانستہ گول کر دیا۔ رام دیال نے تمام تر خلوص سے میرا احوال سنا پھر بڑی اپنائیت سے بولا۔

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ چین سے رہو۔ تمہارا سامان ہوٹل سے جا کر اٹھائے لاتا ہوں۔''

میرے پاس رام دیال کے مشورے پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ رام دیال نے اپنی بیوی شیاما کو بلا کر اس سے میرا تعارف کرایا پھر میرے کپڑے تبدیل کرائے اور کھانا وغیرہ کھلا کر ہوٹل چلا گیا۔ اس کی غیر موجودگی میں شیاما میرے پاس رہی اور حتیٰ الامکان میری دل جوئی کرتی رہی۔

ایک گھنٹے بعد رام دیال واپس آیا تو ایک ڈاکٹر اس کے ساتھ تھا جس نے میرے زخم دھوئے اور ضروری دوائیں لکھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جب میں نے رام دیال سے ہوٹل کے بارے میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دریافت کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ہوٹل سے میرے کمرے کا تالا توڑ کر میرا سامان بھی چوری کرا لیا گیا تھا۔ رام دیال کا مشورہ تھا کہ میں اس واقعے کی اطلاع پولیس کو کروں اور اصفہانی صاحب کے خلاف رپورٹ درج کراؤں لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ نرگس کی بدنامی مجھے کسی طور منظور نہیں تھی۔

تقریباً پندرہ روز تک میں بستر سے لگا پڑا رہا۔ اس عرصے میں رام دیال اور شیاما نے میری تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جب میری حالت سنبھلی تو ایک روز میں نے رام دیال سے باتوں باتوں میں انکا کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ رام دیال نے میری باتیں سنیں تو سپاٹ لہجے میں بولا۔

''ماتا جی کو پنڈت پجاریوں سے ملنے جلنے کا شوق دیوانگی کی حد تک تھا لیکن میں نے کبھی ان معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ جب منش خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی شکتی رکھتا ہو تو ان فضولیات میں نہیں الجھنا چاہیے۔''

''مجھے خود پہلے ان باتوں پر اعتقاد نہیں تھا لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ ان پنڈت اور پجاریوں سے ملوں جو تمہاری سورگ باشی ماتا جی کے پاس آتے جاتے تھے ہو سکتا ہے کہ وہ میری پریشانیوں کا کوئی حل بتا دیں۔'' میں نے اسے ٹٹولنے کے لیے کہا۔ ''کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی رہنمائی کر سکتے ہو۔ کوئی ایسا گیانی دھیانی پنڈت تمہاری نظر میں ہے جو میری سہائتا کر سکے؟''

''مجھے نہیں معلوم کہ وہ پنڈت اور پجاری ماتا جی کے مرنے کے بعد کہاں گم ہو گئے جو ان کی زندگی میں دن رات یہاں دھرنا جمائے رہتے تھے البتہ ایک پجاری ایسا ضرور ہے جس کا پتا مجھے معلوم ہے۔ تم اگر چاہو تو اس سے مل لو ویسے مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے اپنے قوت بازو پر بڑا اعتماد ہے۔''

میں نے رام دیال سے اس پجاری کا پتا معلوم کیا اور اگلے روز اس کے گھر جا پہنچا۔ ملاقات کے دوران میں نے اس سے اپنے مطلب کی بات معلوم کرنی چاہی لیکن مجھے مایوسی کا شکار ہونا پڑا مگر اتنا ضرور ہوا کہ اس پجاری کے ذریعے مجھے ان دوسرے پنڈتوں پجاریوں کا پتہ مل گیا جو رام دیال کی ماں سے ملا کرتے تھے۔ میں ان سب سے بھی ملا لیکن انکا کے سلسلے میں انہیں کچھ علم نہ تھا۔ میرے پاس پجاریوں کے ناموں کی جو فہرست تھی ان میں سے ایک پجاری مجھے نہ مل سکا اس لیے کہ وہ تیرتھ یاترا کے لیے گیا ہوا تھا۔ ہر چند کہ میں مایوس ہو چکا تھا اور میرا خیال تھا کہ واپس پونا چلا جاؤں لیکن اس امید پر کہ شاید وہ پجاری میری کوئی مدد کر سکے، میں رام دیال کے ہاں ٹکا رہا۔ خود رام دیال بھی مجھے جانے کی اجازت دینے پر کسی طرح تیار نہ تھا۔ شیاما کا اصرار بھی یہی تھا کہ میں کچھ دن اور رکوں، لہٰذا میں نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔

رام دیال کے یہاں رہتے ہوئے مجھے ایک ماہ گزر گیا۔ اس عرصے میں متعدد بار میں اس آخری

پجاری کے گھر گیا لیکن ہر بار اس کے پڑوسیوں سے یہی معلوم ہوا کہ ابھی وہ تیرتھ یاترا سے واپس نہیں لوٹا۔ انکا کو حاصل کرنا تو خیر بڑا کام تھا۔ میں اب صرف یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کسی مہان پجاری سے مل کر اپنی نرگس کو پانے اور اپنی بگڑی کو بنانے کی کوئی صورت پیدا کر سکوں۔ میں نے اپنی جیسی ہر کوشش کر لی تھی لیکن مجھے ہر مرحلے پر مایوسی ہوئی تھی۔ اب کوئی غیر معمولی طاقت ہی میرے بگڑے کام بنا سکتی تھی اور میں چونکہ عرصے سے عجیب وغریب حالات سے دوچار رہا تھا اس لیے بہت زیادہ توہم پرست اور بزدل ہو گیا تھا۔ میں شدید مایوسی کا شکار تھا۔ اب میرا دل اس شہر میں رہنے سے اچاٹ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے ہر لمحے یہی خیال ستاتا رہتا کہ نہ جانے نرگس غریب پر کیا گزری ہوگی۔ اصفہانی صاحب نے جو مجھے مروا ڈالنے کے درپے تھے، یقیناً نرگس پر کون سے ظلم نہ توڑے ہوں گے۔

ایسے مایوس کن حالات کے پیش نظر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی دن خاموشی سے رام دیال یا شیاما سے کچھ کہے بغیر وہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس عرصے میں جب ایک روز میں آخری پجاری سے ملنے اس کے مکان پر گیا تو وہاں بیرونی دروازے پر تالے کو موجود نہ پا کر مجھے یہی گمان ہوا کہ میرا مطلوبہ پجاری تیرتھ یاترا سے واپس آ چکا ہے۔ میرا گمان غلط نہیں ثابت ہوا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب میں نے اس پجاری کی شکل دیکھی تو حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یہ پجاری وہی پنڈت بدری نرائن تھا جس نے شیو چرن کو مارنے کے سلسلے میں میری مدد کی تھی۔ مجھے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر بدری نرائن معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر مجھے ہاتھ تھام کر اندر لے گیا اور ایک تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''جمیل احمد خان۔ مجھے وشواش تھا کہ تم ضرور مجھ سے ملو گے۔''

''لیکن مہاراج۔'' میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے تو مجھے اپنا شبھ نام پنڈت بدری نرائن بتایا تھا لیکن آپ کے ساتھیوں نے مجھے آپ کا پجاری دیوناتھ بتایا ہے۔''

''ناموں کے الٹ پھیر سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' پنڈت بدری نرائن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر بولا۔ ''یہ کہو کہ تم میرے پاس کس کارن آئے ہو؟''

''مہاراج' آپ مہان ہیں۔ میں آپ کے پاس ہر طرف سے مایوس ہو کر آیا ہوں۔ اگر آپ نے میری سہائتا کرنے سے انکار کر دیا تو پھر میرے پاس خودکشی کے سوا کوئی اور علاج نہیں ہوگا۔''

میری بات سن کر بدری نرائن یا دیوناتھ نے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''بالک۔ منش کی شکتی کو جب تک بھگوان کی سہائتا حاصل نہ ہو وہ کسی میدان میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آتم ہتیا (خودکشی) کرنا مردوں کا شیوہ نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بزدلی سے دکھ ہوا ہے۔''

''پھر آپ ہی بتائیے مہاراج کہ میں کیا کروں؟''

''میں سب جانتا ہوں جمیل احمد خان کہ تم یہاں کس کارن آئے ہو؟'' اس بار پنڈت نے کچھ تامل

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کے بعد کہا۔ ''تربینی داس نے تمہارے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے' میں وہ بھی جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی پتا ہے کہ تمہارے اوپر یہاں کیا گزری ہے۔ کیوں؟ کیا یہ سب غلط ہے۔''

''آپ جو کہہ رہے ہیں وہ سب ٹھیک ہے مہاراج۔'' میں نے پنڈت کی باتوں سے مرعوب ہوتے ہوئے جواب دیا پھر اس کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔ ''مہاراج' اب میں نرگس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس بے چاری پر میری وجہ سے نہ جانے کیا ظلم ہو رہے ہوں گے۔ مہاراج' میں اب اپنی موجودہ زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔''

''اوش۔'' پجاری نے تیزی سے کہا۔ ''پرنتو نرگس کو پالینے کے لیے تم کو انکا کی پراسرار شکتی کو قبضے میں کرنا ہوگا۔''

''اگر آپ ایسی کوئی صورت پیدا کر دیں مہاراج تو میں تاعمر آپ کا احسان مند رہوں گا۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ ''کیا ایسا ممکن ہے؟''

''سب کچھ ممکن ہے۔ منش جو چاہے ممکن ہے۔'' پنڈت نے کہا۔

''تو مہاراج۔ میری سہائتا کیجئے' میں بڑی امیدوں سے آپ کے پاس آیا ہوں۔'' میں نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔

''مہاراج' مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔ نہیں تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔'' میں پنڈت کو ہر قیمت پر رام کر لینا چاہتا تھا۔ اس کی طاقت کا تماشا میں شیو چرن کے سلسلے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اگر پنڈت چاہے تو میری بھرپور مدد کر سکتا ہے۔ وہ میرے لیے امید کی آخری کرن تھا۔

پنڈت نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے تک وہ یونہی خاموش کچھ سوچتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور گردن جھکا لی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور اس کے مثبت جواب کا منتظر تھا۔ آدھے گھنٹے تک پنڈت اسی حالت سے دوچار رہا پھر اس نے گردن اٹھا کر آنکھیں کھولیں تو مجھے یوں لگا جیسے اس کے چہرے پر آنکھوں کے بجائے دو دہکتے ہوئے سرخ انگارے روشن ہوں۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور کرختگی کے تاثرات لیے ہوئے تھا۔ آنکھیں کھولنے کے بعد بھی وہ چند ثانئے تک مہر بلب رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔

''سنو بالک۔ انکا کے سلسلے میں دیوی کا جواب تمہارے حق میں نہیں آ رہا ہے۔''

پنڈت کا جواب سن کر مجھے یوں لگا جیسے میرے دل کی حرکت اچانک بند ہو جائے گی۔ مایوسی کے تصور ہی نے مجھے نڈھال کر دیا۔ چند ثانئے میں گنگ سا بیٹھا پنڈت کے چہرے کو تکتا رہا پھر بولا۔

''مہاراج۔ کیا آپ مجھے نراش (مایوس) کر دیں گے۔ کیا کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی؟''

''دیوی دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں جمیل احمد میری شکتی کا جو تماشا تم نے دیکھا تھا' اس میں

دیوی کی مرضی شامل تھی مگر اب مجھے سوچنا پڑے گا...... مجھے سوچنے دو کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

پنڈت نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں امید و بیم کی حالت سے دوچار بیٹھا رہا۔ دس پندرہ منٹ بعد پنڈت نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ اس بار اس کی آنکھیں روشن تھیں۔

''بالک۔ ایک ایسا راستہ ہے جس پر چل کر شاید تم اپنی منزل تک پہنچ سکو۔''

''مجھے بتائیے مہاراج۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔''

''دھیرج سے کام لو جمیل احمد خان۔'' پنڈت نے میری بے چینی کو محسوس کر کے جواب دیا۔ ''انکا کے سلسلے میں میری شکتی تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ پرنتو میں تمہیں ایک ایسے شخص کا پتا بتا سکتا ہوں جسے اگر تم راضی کر لو تو تمہارا کام بن سکتا ہے۔ کامیابی اور ناکامی تمہارے اپنے ہاتھ میں ہوگی۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ شخص بہت کچھ کر سکتا ہے۔''

میں پنڈت کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کی باتوں سے ایک بار پھر مجھے ڈھارس ہو چلی تھی لیکن وہ گفتگو کرتے کرتے اچانک خاموش ہو جاتا تھا اور اس کی خاموشی مجھے بہت گراں گزر رہی تھی۔ میں جلد از جلد اس کا واضح جواب سننا چاہتا تھا۔

''وہ کون ہے مہاراج؟'' میں نے پوچھا۔

''سنو میاں جمیل۔'' آخر پنڈت نے اپنا سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اپنے کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک دھرماتما سے ملنا ہوگا۔ وہ اگر چاہے تو تم اوش سپھل ہو گے۔''

''مہاراج' آپ مجھے صرف ان کا نام اور پتا دیں۔ میں ان بزرگ کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔''

اس کا نام برکاتی شاہ ہے۔'' پنڈت نے کہا۔ ''تمہیں اس سے ملنے کے لیے رام پور جانا پڑے گا۔ رہا پتا تو وہ تلاش کرنا تمہارا کام ہے۔ میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ برکاتی شاہ تمہیں سڑکوں اور گلیوں پر کہیں نظر آ جائے گا۔ پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا یوگی لوگ دھرتی کے اصولوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمہیں برا بھلا کہے تب بھی تم اس کی سیوا کرتے رہنا۔''

''مگر پنڈت جی' تربینی کو یقیناً میری اس کوشش کا پتا چل جائے گا کہ میں نے انکا کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی ہے اور وہ انکا کے ذریعے میرا کام تمام کر دے گا۔ کیا کوئی ایسا آپائے نہیں ہو سکتا کہ تربینی میرے بارے میں قطعاً لاعلم رہے۔'' میں نے پنڈت سے کہا۔

''انکا ایک ایسی شکتی ہے جسے کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے جمیل احمد خان مگر یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ تربینی کو اس کا پتا چل جائے تو وہ تمہیں شیو چرن کی طرح مروانے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

”تو پھر پنڈت جی‘ میں تو کہیں کا نہیں رہوں گا۔اس کا تو کوئی آپائے کیجئے۔“میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

”اس کا کیول یہی اپائے ہے کہ تم تربینی کو کسی طرح مطمئن رکھو اور جلد از جلد رام پور پہنچ جاؤ۔“ پنڈت نے بے نیازی سے جواب دیا۔

”لیکن اگر برکاتی شاہ کو ڈھونڈنے میں دیر لگی اور اس عرصے میں تربینی کو علم ہو گیا تو کیا ہوگا؟“میں نے بچوں کی طرح ضد کی۔”پنڈت جی! آپ ہی کچھ کیجئے۔“

پنڈت میری ضد پر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا۔اس کا سر جھکا ہوا تھا۔وہ بہت مضطرب نظر آنے لگا۔”جمیل احمد خان۔“آخر وہ بولا۔”تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔اب مجھے تمہارے لیے ایک جاپ کرنا ہوگا اور اس جاپ تک تم یہیں ٹھہرے رہو گے۔اس کے بعد تم آسانی سے کہیں بھی جا سکو گے۔پرنتو میں یہ سب تمہارے لیے کیوں کروں۔“

”پنڈت جی‘ یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔آپ نے جہاں میری اتنی مدد کی ہے وہاں میرا ایک کام اور کر دیجئے۔“میں نے پنڈت کا موڈ بگڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی منتیں کیں۔

”اچھا اچھا جمیل احمد خان‘ تم دو دن یہیں رہو۔دو دن کے بعد تم یہاں سے جانا اور سنو تمہیں ایک وچن دینا ہوگا۔“

”کیا پنڈت جی‘ مجھے بتائیے میں ہر قسم کا وچن دینے کو تیار ہوں۔“

”فرض کرو انکا تمہارے سر پر آ جائے تو تم میرے لیے کیا کرو گے؟“

”جو آپ فرمائیں۔“

”تم جب میں چاہوں گا‘ عارضی طور پر انکا کو میرے حوالے کر دو گے؟“

میں نے کہا۔”منظور ہے۔“

چنانچہ مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر پنڈت سے غیر مشروط وعدہ کر کے اس کا جاپ ختم ہونے کے دو روز بعد میں سیدھا گھر آیا اور رام دیال سے اجازت لے کر رام پور کے لیے روانہ ہو گیا۔رام دیال اور شیاما نے مجھے روکنے کی بہتری کوشش کی لیکن میں نے رام دیال سے ایک اشد ضروری کام کا بہانہ کر کے اس سے اجازت لے لی۔چلتے وقت رام دیال نے زبردستی دو سو روپے میری جیب میں ڈال دیے جسے مجھے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

رام پور پہنچ کر میں نے ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں قیام کیا اور برکاتی شاہ کی تلاش شدومد سے شروع کر دی۔دو ہفتے تک میں ایک ایک سڑک اور گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔بے شمار آدمیوں سے برکاتی شاہ کے بارے میں دریافت کیا لیکن کوئی بھی مجھے ان کے بارے میں نہ بتا سکا۔متعدد آدمیوں سے

تو یہ سن کر میرا مذاق اڑایا جسے میں خون کے گھونٹ پی کر برداشت کر گیا۔

دو ہفتے کی تگ و دو کے بعد میں مایوس ہونے لگا۔میرے دل میں ایک خیال یہ بھی ابھرا کہ کہیں پنڈت نے مجھے ٹالنے کے لیے تو غلط راہ پر نہیں ڈال دیا۔میں نے ایک بار یہ بھی سوچا کہ دوبارہ جا کر پنڈت سے ملوں اور اس سے برکاتی شاہ کے بارے میں پھر سے دریافت کروں لیکن اس خیال کو میں نے یہ سوچ کر ترک کر دیا کہ اگر پنڈت مجھے ٹالنا ہی چاہتا تھا تو پھر کسی غلط راستے پر ڈال دیتا۔اس کے لیے کچھ دشوار نہ ہوتا۔

پے در پے ناکامیوں نے مجھے شکستہ دل کر دیا تھا۔میرے پاس رام دیال کے دیے ہوئے جو پیسے تھے وہ بھی ختم ہو چلے تھے۔میں اگر چاہتا تو تربینی داس کو خط لکھ کر اس سے رقم منگوا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ناکامیوں اور مایوسیوں کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا۔میرے اندر اب اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں پریشانیوں کا مقابلہ کر سکتا۔چنانچہ ایک روز میں نے اچانک فیصلہ کر لیا کہ ان محرومیوں سے چھٹکارا پا لینے کے لیے مجھے اپنی زندگی کا چراغ خود اپنے ہی ہاتھو بجھا دینا چاہیے۔نرگس سے جدائی میرے لیے اب بڑی جاں گسل تھی۔

خودکشی کے ارادے کو ذہن میں پختہ کر کے ایک روز میں ہوٹل سے نکلا اور سامنے واقع ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیا۔میں نے طے کیا تھا کہ کسی ریل کے سامنے آ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گا۔نرگس کے تصور کو ذہن میں اجاگر کیے اور اپنے خیالات میں محو میں ایک سڑک کے کنارے سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی شے سے ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا۔چونک کر دیکھا تو ایک شکستہ حال فقیر کو سڑک کے کنارے پر پڑا پایا جس نے اپنی ایک ٹانگ پھیلا رکھی تھی۔میں نے فقیر کی حالت کا جائزہ لیا تو مجھے جھرجھری سی آ گئی۔اس کے جسم پر کوڑھ کے دھبے موجود تھے اور جا بجا زخموں سے پیپ بہہ رہی تھی جس سے شدید بو پھوٹ رہی تھی۔اس کے جسم پر میل اور غلاظت کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔کپڑے تار تار ہو کر جھول رہے تھے۔سر اور داڑھی کے الجھے ہوئے بال بری طرح چکٹ رہے تھے۔اپنے جسم پر اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل ڈال رکھا تھا جس پر لاکھوں مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔اس کا چہرہ میل کی وجہ سے سیاہ ہو رہا تھا اور سیاہ چہرے پر اس کی بڑی بڑی سفید آنکھیں بڑی ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔وہ انہی خطرناک نظروں سے مجھے بڑی حقارت سے گھور رہا تھا۔میں نے اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر گزر جانا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کر کے کہا۔

”اندھے مردود‘ کیا دماغ کی طرح تیری آنکھیں بھی چلی گئیں۔“

”معاف کر دو بابا۔“میں نے شرمساری سے کہا پھر پلٹا ہی تھا کہ ایک بار پھر اس کی کڑک دار آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"حرام زادے لفنگے۔ ٹھوکریں کھا کر بھی نہیں سنبھلا۔ جا دفع ہو جا۔"

فقیر کے یہ جملے میرے ذہن پر بجلی بن کر گرے۔ نہ جانے ان جملوں میں کیا سحر تھا کہ میں یک لخت رک گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو فقیر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہماری نظریں چار ہوئیں تو اس نے بڑی نفرت سے بلغم زمین پر تھوک کر کہا۔

"رک کیوں گیا او شریف زادے! تو زندہ کیوں ہے۔ جا اور اپنی ذلیل زندگی کو موت کے کنوئیں میں جھونک دے۔"

اس بار میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر مجذوب میرے بارے میں کیسی حقیقتیں بیان کر رہا ہے۔

اس وقت میرے دل میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ کہیں یہی تو وہ برکاتی شاہ نہیں جس کی تلاش میں دو ہفتے تک میں سڑکوں اور گلیوں کی خاک چھانتا پھرا ہوں۔ پنڈت نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ یوگی لوگ دنیا کے ضابطوں اور اصولوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ اس نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا تھا' اگر برکاتی شاہ برا بھلا کہے تب بھی میں اس کی خدمت سے منہ نہ موڑوں۔ ان خیالات کے ذہن میں ابھرتے ہی میں تیزی سے چلتا ہوا فقیر کے پاس گیا اور اس کے برابر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بابا۔ اگر آپ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے تو میں اس کی معافی مانگتا ہوں۔"

"معافی مانگ رہا ہے مجھ سے۔ سور کے بچے۔" فقیر نے بڑے تعجب سے کہا پھر دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے لگا پھر اچانک بڑی سنجیدگی اختیار کر کے راز داری سے بولا۔ "کتنی معافیاں اور مانگے گا۔ بھاگ جا۔ کیا سٹا کھیلتا ہے۔ جا بمبئی جا۔ تین سے سات پر داؤ لگا دے۔ پو بارہ ہے۔"

فقیر بڑی دیر تک واہی تباہی بکتا رہا۔ بات بات پر نشتر چلاتا رہا لیکن میں سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا پھر میں نے اس کے پیر تھام لیے اور گڑگڑا کر کہا۔

"بابا' میں بہت دور سے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"میرے پاس۔" فقیر نے مجھے پاگلوں جیسے انداز میں گھورا پھر مدھم آواز میں بولا۔ "جتنی رقم تیرے پاس ہے' سب بازاری عورتوں پر لٹا دے۔ زندگی ہنسنے کھیلنے کے لیے بنی ہے' کیا سمجھا؟ خود کو پہچان گندے کیڑے۔"

"تم چاہے جو کہو بابا لیکن میں تمہارے قدموں کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم میری پوری بات نہ سن لو۔"

"کتا۔ بھوں بھوں...... بھوں۔" فقیر نے باقاعدہ بھونکنا شروع کر دیا پھر اس نے اپنے بازو کے زخم سے بہتی ہوئی پیپ کو انگلیوں سے لیپنا شروع کر دیا۔

Downloaded from Paksociety.com

کوئی اور موقع ہوتا تو میں اس فقیر کے پاس ایک پل ٹھہرنا بھی گوارا نہ کرتا لیکن اس وقت جبکہ میں موت اور زندگی کے دوراہے پر پہنچ چکا تھا' مجھے سب کچھ گوارا تھا۔ میں نے فقیر کی بری بھلی اور سخت سست باتوں کو نظر انداز کر کے اس کی منت سماجت شروع کر دی۔ راہ گیر قریب سے گزرتے تو میرے اوپر پھبتیاں کستے۔ میرا مذاق اڑاتے اور نازیبا الفاظ کہتے لیکن مجھے یہ سب کچھ بھی گوارا تھا۔

فقیر دیوانوں جیسی حرکتیں کرتے کرتے ایک دم بھلے مانسوں جیسی گفتگو شروع کر دیتا اور کچھ دیر میں پھر بہکی بہکی باتیں شروع کر دیتا۔ کبھی وہ اول جلول حرکتیں کرتا اور کبھی مجھے دھتکارنا شروع کر دیتا لیکن میں برابر اس کی خوشامدیں کرتا رہا حتیٰ کہ اندھیرا پھیل گیا۔ سڑک کی چہل پہل تاریکی میں سمٹ گئی پھر رات آئی تو فقیر نے لمبی تان لی اور لمبے لمبے خراٹے لینے لگا مگر میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا اور برابر اس کے پاس بیٹھا اس کے پاؤں دباتا رہا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہی فقیر دراصل برکاتی شاہ ہے جس سے ملنے کا مشورہ مجھے پنڈت نے دیا تھا۔

نصف رات گزری ہوگی کہ اچانک فقیر جاگ کر اٹھ بیٹھا اور...... یوں دونوں ہاتھ تیزی سے چلانے لگا جیسے وہ کسی چیز کو بھگانے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اس کی حرکت کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔ خاصی دیر تک وہ دونوں ہاتھوں کو فضا میں لہراتا رہا پھر یوں پرسکون ہو کر دیوار سے ٹیک لگا کر ایک لمبی سانس لی جیسے کوئی بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہو۔ اندھیرے کے باوجود اس کی آنکھیں مجھے روشن نظر آ رہی تھیں۔ میرا دل چاہا کہ پھر اس سے باتیں کروں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو تکمیل کا جامہ پہناتا' اس نے اچانک مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں نے جلدی سے نظریں جھکا لیں اور پاؤں دبانے کے عمل کو تیز کر دیا۔ تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا۔

"کیوں تنگ کرتا ہے کتے۔ دفع کیوں نہیں ہو جاتا۔ کوئی اور گھر دیکھ۔"

"مجھے مایوس نہ کرو بابا۔" میں نے جواب دیا پھر دبی آواز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں بابا کہ تم کون ہو؟"

"تو کیا خاک جانتا ہے۔" فقیر نے چڑچڑے پن سے جواب دیا۔ "یہ سب اسی ہندو کافر کی حرام زدگی ہے۔ اسی ولدالحرام بندر کی اولاد نے تجھے میرا پتا دیا ہے۔ اب اس کی بھی خیر نہیں۔"

فقیر کی زبانی یہ جملے سن کر میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ وہ یقیناً برکاتی شاہ تھا۔ میرے دل کا عجیب عالم تھا۔ میری منزل قریب تھی۔ میں اس کے کچھ اور قریب ہو کر بڑی عقیدت مندی سے اس کے پاؤں دبانے لگا۔ میرے کان اس کی سمت لگے ہوئے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ اور کہے' مجھے اور گالیاں دے' مجھے مارے پیٹے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک وہ منہ ہی منہ میں نہ جانے اپنے آپ سے کیا باتیں کرتا رہا پھر پاؤں سکیڑ کر دوبارہ مجھے مخاطب کر کے

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بولا۔

''ہوس کے غلام! تیری خدمت کے پیچھے خود غرضی ہے۔ میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے۔''

''یہ نا ممکن ہے بابا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ ''میں تمہارے قدموں میں جان دے دوں گا لیکن تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

''تو نہیں جائے گا تو میں خود چلا جاؤں گا۔'' فقیر نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا اور پھٹا ہوا کمبل جسم سے لپیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بابا خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔'' میں گڑگڑا کر بولا اور خود بھی اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا۔

فقیر نے میری منت سماجت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ کہے بغیر منہ اٹھائے آگے بڑھتا رہا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک وہ میری پریشانیوں کا کوئی حل نہیں بتا دیتا۔

میں واقعات کی تفصیل میں نہیں جا رہا۔ نہ یہ تفصیل قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔ میں فقیر مذوب برکاتی شاہ اور اپنے درمیان کے معاملات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ میں مختصراً اتنا بتا دوں کہ تین ماہ یا ساڑھے تین ماہ تک متواتر برکاتی شاہ کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہا۔ اس تمام عرصے میں برکاتی شاہ نے مجھے متعدد بار گالیاں دیں' دھتکارا' صلواتیں سنائیں۔ دو ایک بار انہوں نے مجھے مارا بھی مگر میں اور کہاں جاتا۔ زندگی میں اس قدر نشیب و فراز آئے تھے' ایسے دردناک حالات سے واسطہ پڑا تھا کہ اب کوئی اور منزل نظر نہیں آتی تھی۔ میں ایک سچے عقیدت مند کی طرح ان کی خدمت میں لگا رہا۔ پنڈت نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ برکاتی شاہ کو راضی کرنا مشکل کام ہے اور مجھے یہ کارنامہ سرانجام دینا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میری خدمت رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ایک نہ ایک دن برکاتی شاہ سے میری عقیدت اور خدمت رنگ لا کر رہے گی اور نہیں بھی لائی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ برکاتی شاہ کے ساتھ سڑکوں پر رہنا' ساری دنیا کی طرز رہائش سے اعلیٰ طرز ہے۔ مجھے اس میں بڑا سکون ملتا تھا۔ یہ بے نیازی' یہ قلندرانہ اوصاف اور دنیا سے بیزاری کا یہ انداز دنیا کے ستائے ہوئے لوگوں کے لیے سب سے مجرب نسخہ ہے۔ اس میں پناہ ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ میں کس طرح سڑکوں پر رہا۔ گلی کوچے بدلتا رہا۔ میری داڑھی بڑھ گئی تھی۔ میرا لباس شکستہ ہو گیا تھا۔ میں تین چار ماہ تک نہیں نہایا میرے بال خاک و دھول میں اٹے ہوئے رہتے۔ کھانے پینے کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ لوگ ہمارے آگے جو ڈال جاتے اسی پر ہم دونوں قناعت کرتے۔ جگہ جگہ پھرتے۔ یہ زندگی بڑی عجیب تھی میں اس کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ اس تمام عرصے میں برکاتی شاہ نے میرے مطلب کی بات نہ چھیڑی۔ میں نے بھی خود سے کچھ نہیں کہا مگر ایک دن وہ پسیج گئے۔ ایک روز میں [illegible]ب معمول برکاتی شاہ کی خدمت کی مصروف تھا کہ انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگا۔ ''دنیا

فانی ہے او جمیل کے بچے! تو جو سوچ رہا ہے وہ سب ختم ہو جائے گا۔ فانی چیزوں سے دل نہ لگاؤ۔ یہاں سے بھاگ جا۔ بجز خدا کے ہر شے مٹنے کے لیے ہے۔''

میں نے عجز و نیاز مندی سے سر جھکا لیا۔

''کیا سوچ رہا ہے۔'' برکاتی شاہ نے میری خاموشی سے جھنجھلا کر کہا۔ ''جا اب تیرا کام ختم ہوا۔ مجھے چھوڑ' اپنی اصلاح کر' ٹھوکریں مت کھا۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''بابا' میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں۔ مجھے خود سے جدا نہ کیجئے اور کیجئے تو میرے دل کی مراد پوری کیجئے۔''

''تو ایسے نہیں مانے گا کم بخت۔'' برکاتی شاہ نے غصے میں لکڑی اٹھالی اور مجھے بے طرح مارنے لگے۔ جب مارتے مارتے ہانپ گئے تو کہنے لگے۔ ''جمیل' مجھے مت ستا' یہاں سے چلا جا۔ مجھے تنہا چھوڑ دے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر برکاتی شاہ کو نہ جانے اچانک کیا ہوا' اٹھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور لہجہ بدل گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے نصیحتیں کرتے رہے اور زمانے کی اونچ نیچ سرد و گرم سے آگاہ کرتے رہے۔

ان کا یہ برتاؤ آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں بھی بھرا ہوا تھا۔ ان کی گود میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ نہ جانے کب تک میں رویا۔ میں نے اتنے آنسو اپنی زندگی میں کبھی نہیں بہائے تھے۔ بس آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو امڈا چلا آ رہا تھا۔

''سر اٹھا جمیل احمد۔'' برکاتی شاہ نے شفقت سے کہا۔ ''خدا کو یہی منظور ہے۔ جا میرے پاس سے اب چلا جا۔''

میں نے مایوسی سے کہا۔ ''کہاں جاؤ۔ کدھر جاؤں؟''

برکاتی شاہ کا لہجہ غضب ناک ہو گیا۔ ''قبرستان جا۔''

''قبرستان۔ بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں قبرستان جا۔'' برکاتی شاہ نے اسی لہجے میں کہا۔ ''تیرے نصیب میں اور ٹھوکریں لکھی ہیں۔ اپنے من کو اجلا کر۔''

میں خاموش رہا تو برکاتی شاہ اچانک بولے۔ ''آنکھیں بند کر۔'' میں نے حکم کی تعمیل کی پھر انہوں نے مجھے ایک وظیفہ بتایا اور کہا۔ ''چالیس روز کسی پرانے قبرستان میں جا اور یہ پڑھتا رہ اور سن۔ بہتر ہے کہ اپنی زندگی بدلنے کی کوشش کر بد اطوار۔''

میں نے خوشی سے بے اختیار ہو کر بابا کے ہاتھ چوم لیے۔ برکاتی شاہ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''بتا میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے کیا بتایا ہے؟'' میں نے وظیفہ دہرا دیا۔

'' آنکھیں بند کرو اور اس مرتبہ اسے پھر دہرا...... اور ہاں سن...... مجھے پھر کبھی تلاش نہ کرنا۔ میرا تذکرہ بھی کسی سے نہ کرنا۔'' برکاتی شاہ نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے بڑی سعادت مندی سے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر ان کے بتائے ہوئے وظیفے کو دہرانے لگا۔ دس بار وظیفے کا ورد کرنے کے بعد جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ برکاتی شاہ وہاں موجود نہیں تھے۔ میں نے انہیں قرب و جوار میں دوڑ بھاگ کر دیکھا لیکن دور دور تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ میں نے تھک ہار کر ان کی تلاش ختم کر دی اور دریائے کوسی کے پانی سے اپنے شکستہ کپڑے دھوئے اور غسل کیا پھر میں نے قریب ہی ایک پرانے قبرستان میں جا کر' جو آبادی سے تین میل دور تھا اور اب وہاں ویرانی ہی ویرانی تھی' ایک پرسکون گوشے کا انتخاب کیا اور دل کو پوری طرح آلودگیوں سے صاف کر کے برکاتی شاہ کے بتائے ہوئے وظیفے کا ورد کرنے لگا۔

مجھے یقین تھا کہ میری زندگی میں ایک بڑا انقلاب جلد رونما ہوگا۔ اس اعتقاد اور یقین کے ساتھ میں نے پورے انہماک سے اپنا وظیفہ شروع کیا۔ میرا ذہن آنے والے سنہری دنوں کی مسرتوں کے خواب دیکھ رہا تھا۔ میں ایک عجیب نشے کی کیفیت محسوس کر رہا تھا اور آپ کو معلوم ہے پھر کیا ہوا؟

☆==========☆==========☆

میں نے برکاتی شاہ کی ہدایت پر دریا کوسی کے قریب ایک پرانے قبرستان میں جو آبادی سے دور اور ویران حالت میں تھا' ایک پرسکون گوشہ تلاش کیا اور وظیفے کا ورد شروع کر دیا جو مجھے برکاتی شاہ جیسے صاحب کرامت بزرگ نے بتایا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ میں اس عمل کو پورا کرنے کے بعد ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی مسرتوں کو حاصل کر سکوں گا۔ میرا ذہن آنے والے سنہری دنوں کے تصورات سے سرشار تھا۔ مجھے اعتماد تھا کہ وظیفہ پورا ہو جانے کے بعد میری زندگی میں ایک بڑا انقلاب رونما ہوگا۔ مجھے انکا مل جائے گی اور پھر میری نرگس میرے قریب آ جائے گی۔ سب کچھ بدل جائے گا' دولت' عزت' نرگس' انکا۔ میں ایک نئی زندگی کے خیال میں مست شب و روز وظیفے میں منہمک تھا۔

ایک دور تک قبرستان کی ویرانی اور پراسرار ماحول نے میری محویت میں خلل ڈالا۔ آپ ذرا تصور کیجئے کہ شکستہ قبروں کے درمیان میں تنہا بیٹھا ہوں۔ دن تو کسی طرح گزر جاتا ہے لیکن رات آتی ہے اندھیری رات...... دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نہیں۔ سردی کا موسم ہے مگر کچھ ایسی زیادہ سردی نہیں۔ نہ میرے پاس کھانے کو کچھ ہے نہ پہننے کو۔ صرف ایک اعتقاد ہے کہ برکاتی شاہ کے ساتھ میں کتنے دن گزار چکا تھا اور اس کے بعض حیرت انگیز واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس وظیفے میں اپنی نجات نظر آئی تھی۔ جو شخص میری طرح اتنے برے دن گزار چکا ہو' اتنے نشیب و فراز دیکھ چکا ہو'

زندگی نے اس کے ساتھ ہولناک مذاق کئے ہوں' اس کے لیے پر ہیبت جگہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔

شروع شروع میں تو میرے قدم ڈگمگائے' ایسا محسوس ہوتا جیسے بے شمار بدروحوں نے میرے اوپر یلغار کر دی ہو۔ کبھی یوں لگتا کہ ابھی مردہ ہڈیوں کے پنجر انسانی شکل میں اپنی منہدم قبر سے باہر نکل کر مجھے دبوچ لیں گے۔ دن بھر میرا ذہن ان پراگندہ خیالات سے آزاد رہتا لیکن اندھیرا پھیلتے ہی قبرستان کا ماحول خوفناک اور پراسرار ہو جاتا۔ اگر کوئی پتا بھی کھڑکتا تو کسی بدروح کا تصور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا اور اس وقت میں آنکھیں بند کر کے اپنے وظیفے میں اور مستغرق ہو جاتا لیکن میری یہ کیفیت محض ایک دو دن ہی رہی اس کے بعد میں جیسے اس ویرانی کا' ہیبت کا جزو بن گیا۔ میری محویت کا یہ عالم ہو گیا کہ مجھے شب و روز کی کوئی فکر نہ رہی۔ میرے اندر غیر معمولی قوت مدافعت پیدا ہو گئی تھی۔ میں دن اور رات میں چند ہی بار اپنی اس محویت کو ختم کرتا۔ دریائے کوسی پر وضو کرتا۔ مجھے نہیں معلوم کس طرح تیسرے دن ایک شخص قبرستان میں آیا۔ اس نے ایک قبر پر فاتحہ پڑھی۔ مجھے دیکھا اور میرے انہماک کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں اس سے کچھ نہیں بولا تو وہ وہاں سے چلا گیا اور شام کو پھر واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سینی تھی جس میں معمولی کھانا تھا۔ وہ میرے قریب رکھ کر چلا گیا۔ میں نے دو دن بعد بہت معمولی سا کچھ کھایا اور کوسی کا پانی پی کر پھر وظیفے میں غرق ہو گیا پھر اس شخص کا یہ معمول ہو گیا کہ ہر دوسرے تیسرے روز شام کو اسی طرح کھانا رکھ جاتا اور چلا جاتا۔ میری اس سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ شکل وصورت سے وہ دیہات کا کوئی ادھیڑ عمر کا شخص تھا جس نے میرے اوپر ترس کھا کر اپنا یہ معمول بنا لیا تھا۔ اصل میں بھوک پیاس کا مجھے خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر وہ شخص مہربانی نہ کرتا تب بھی میں چالیس دن تک کسی نہ کسی طرح بھوکا رہ لیتا۔ برکاتی شاہ کے وظیفے میں ہی کوئی ایسی صلاحیت تھی کہ مادی دنیا کی ہر ضرورت سے بے نیازی خود بخود پیدا ہو گئی تھی۔

شروع شروع میں تو دن مجھے یاد رہے لیکن بعد میں میں انہیں نہ گن سکا۔ میں اپنے ورد میں اس قدر محو رہا کہ مجھے دن بھی یاد نہیں رہے۔ مجھے یہ ضرور احساس تھا کہ خاصے دن گزر چکے ہیں لیکن کتنے' اس کا کسے ہوش تھا پھر ایک دن دوپہر کے وقت مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سامنے کوئی کھڑا ہے اور وہ برکاتی شاہ ہیں۔ اس پیر مرد کی موجودگی محسوس کر کے میری زبان آپ ہی آپ بند ہو گئی۔ میرے لبوں کی مسلسل حرکت ساکت ہو گئی۔ میرے کانوں میں عین اس وقت ایک مدھم آواز گونجی۔

''تمہارا کام ختم ہوا۔ اب یہاں سے جاؤ۔''

جواب میں' میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا۔ میں نے کچھ بولنا چاہا مگر میرے ہونٹوں کو جنبش کا یارا نہ ہوا۔ وہ سب مجھے ایک خواب سا محسوس ہوا۔ میں لمحوں اسی کیفیت سے دو چار رہا پھر اسے وہم سمجھ کر میں نے دوبارہ وظیفہ شروع کر دیا مگر ایک ثانیے بعد وہی آواز مجھے سنائی دی اور پھر مجھے محسوس ہوا جیسے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

برکاتی شاہ یہیں کہیں موجود ہیں جیسے کہ کہہ رہے ہوں۔

''اٹھو۔تمہارا کام ختم ہوا۔اپنی منزل تلاش کرو۔''

اس آواز کے ساتھ مجھے ''حق اللہ' حق اللہ'' کی صدائیں گونجتی محسوس ہوئیں۔مجھے ایسا لگا جیسے برکاتی شاہ واپس جا رہے ہوں۔میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور موجود نہ تھا۔میں نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھا مگر دور دور تک قبرستان کی خاموشی اور ٹوٹی پھوٹی قبروں کی ویرانی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔

یہ کیسا اسرار تھا' یہ آواز کس کی تھی۔کیا یہ میرا وہم تو نہیں' کیا میں نے چالیس دن مکمل کر لیے؟ خاصی دیر تک میں اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا غور کرتا رہا پھر میرے جی میں کیا آئی کہ میں ایک عزم کے ساتھ اٹھا۔مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ برکاتی شاہ تھے جو میرے وظیفے کی مدت ختم ہونے کا اشارہ کر کے واپس چلے گئے۔گویا میرا وظیفہ ختم ہو گیا۔گویا میں کامیاب ہو گیا۔میں ایک عجیب لذت محسوس کر رہا تھا۔چالیس روز تک ایک جگہ بیٹھے بیٹھے میری حالت بہت مضحکہ خیز ہو چکی تھی۔جلد سردی کے سبب سے کچھ کھردری ہو گئی تھی۔داڑھی اور سر کے بال بہت بڑھ گئے تھے' میری جلد کی رنگت بھی تبدیل ہو چکی تھی لیکن مجھے ان تبدیلیوں کی کوئی پروا نہ تھی۔میں اپنی دھن میں مست آبادی کی طرف قدم اٹھا رہا تھا۔مجھے یقین تھا کہ میرا ابھرا اٹھتا ہوا قدم مجھے کامیابی کی طرف لے جائے گا۔وہ نرگس کے قریب لے جائے گا۔

نرگس اف۔میری نرگس' اس کا خیال آیا تو نہ جانے کہاں سے بے تحاشا پیار امڈ آیا۔میں جس کیفیت سے دوچار تھا اس کا اظہار الفاظ کی زبانی کرنا ممکن نہیں۔ایسی باتیں' ایسی کیفیتیں تو صرف محسوس کی جا سکتی ہیں۔انہیں لکھا نہیں جا سکتا لیکن پھر اچانک میں ٹھٹک کر یوں رک گیا جیسے کوئی بھولی ہوئی چیز یاد آ گئی ہو۔میں نے عالم تصور میں ڈرتے ڈرتے اپنے سر پر نظر ڈالی لیکن وہاں بڑھے ہوئے الجھے ہوئے بالوں کے سوا مجھے کچھ اور نظر نہ آیا۔

''انکا۔''

میری روح سے ایک کرب ناک چیخ بلند ہو کر میرے وجود پر چھا گئی۔انکا نہیں آئی۔میں نے کئی آوازیں دیں ''انکا۔انکا' انکا۔اب تم آ جاؤ۔دیکھو میں نے وظیفہ مکمل کر لیا ہے'' ''انکا۔'' مگر میرا سر خالی ہی رہا۔میں نے جھنجھلا کر اپنے سر کو جھٹکا۔وحشت میں اپنے سر کو پیٹا۔میں نے اپنے منہ پر بے تحاشا تھپڑ مارے ''انکا' انکا تم آئی کیوں نہیں؟'' کیا میرے برے دن ختم نہیں ہوئے۔پھر انکا کس طرح آئے گی۔میں نے تو وظیفہ بھی ختم کر لیا۔میں نے تو برکاتی شاہ کے کہنے پر چالیس دن بھی گزار دیے۔پھر یہ کیا ہوا؟ کیا میرے ساتھ قسمت پھر کوئی مذاق کر رہی ہے؟ اتنی سرعت کے ساتھ متضاد خیالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ میں پاگل ہونے کے قریب تھا۔اب کیا ہو' میں کیا کروں۔کدھر جاؤں۔گیا

میں اب تک سراب کے پیچھے بھاگتا رہا ہوں۔مجھے ایسا لگا جیسے دن دہاڑے کسی نے میری جیب کاٹ کر زندگی کی تمام جمع پونجی سے محروم کر دیا ہو۔اس شخص کی حالت پر غور کیجئے جسے زندگی نے اس طرح تماشا بنایا ہو۔بہت سے مرحلے آئے۔بہت خطرناک' بڑے جان لیوا مگر پہلی بار مجھے محسوس ہوا جیسے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔پہلی بار شدت سے مجھے تھکن کا احساس ہوا۔میں تھک ہار کر سڑک کے ایک کنارے پر بیٹھ گیا اور گھٹنوں میں منہ دے کر زار و قطار رونے لگا۔کوئی شخص بھی میرے اس گریے اور آہ و بکا کا سبب پوچھنے نہیں آیا۔جب میں بہت رو چکا تو نیم دلی کے ساتھ اٹھا۔برکاتی شاہ وہ بوڑھا شخص' اسے شاید میرے حال پر رحم نہیں آیا۔میں نے یہ وظیفہ خلوص دل اور تمام تر توجہ اور استغراق سے مکمل کیا تھا۔وظیفے کے دوران میری نیت میں کوئی بھی کھوٹ نہیں تھی پھر مجھے خیال آیا۔ممکن ہے میں مدت سے پہلے اٹھ گیا ہوں' شاید وہ آواز جو میں نے قبرستان میں سنی تھی کہ میں وظیفہ ختم کر دوں' فریب تھی۔مجھے دوبارہ وظیفہ پڑھنا چاہیے۔اچانک میرے قدم قبرستان کی سمت اٹھ گئے مگر میں دو چار قدم ہی چلا ہوں گا کہ رک گیا۔اب کون یہ چالیس دن گزارے۔جو ہو گیا وہ ہو گیا۔اس کی کیا ضمانت ہے کہ دوبارہ وظیفے کے بعد قسمت کچھ بدل جائے۔بربادی مقدر میں لکھی ہے تو یہی سہی۔پر اب میں جاؤں کہاں۔وظیفے کی کامیابی کی خوشی کے بعد اس مایوسی نے میرے ذہن کو جو دھچکا پہنچایا اس نے میرے ہوش و حواس معطل کر دیے اور ایک بار پھر کئی بار کی طرح مجھے خودکشی کے سوا کوئی اور راستہ کہیں نظر آیا۔یہ زندگی کس کام کی۔اب اسے ختم ہو جانا چاہیے' نہ جانے کب تک میں بے یار و مددگار کھڑا سڑک پر آنسو بہاتا رہا۔سسکتا رہا' بسورتا رہا۔وہ تنہائی جسے اس دنیا میں میرا کوئی نہیں۔وہ ہولناک تنہائی مجھے پہلی بار شدت سے محسوس ہوئی۔میں چاہتا تھا کہ برکاتی شاہ کو خوب برا بھلا کہوں۔وہ کہیں مل جائے تو اس کا گریبان پکڑ لوں لیکن پھر میں خود کو سمجھاتا۔اس میں برکاتی شاہ کا کیا قصور ہے۔انہوں نے مجھے ٹالنے کی بڑی کوشش کی تھی۔میں خود نہیں مانا اور ان سے اصرار کیے گیا۔ٹالنے کے لیے انہوں نے مجھے یہ طریقہ بتلا دیا تھا اور جب میں واقعی وظیفے میں منہمک ہو گیا تو انہوں نے آ کر مجھے اٹھا دیا۔

خودکشی۔بس یہی آخری طریقہ نجات کا ہے۔پھر معاً میرے ذہن میں دیوناتھ پجاری کا نام ابھرا۔اس نے کہا تھا کہ وہ میری مدد کر سکتا ہے لیکن کسی دیوی نے میرے خلاف فیصلہ دے کر اسے میری مدد سے روک دیا تھا۔اس اندھیرے میں پنڈت بدری نرائن کا نام کسی ٹمٹماتے دیے کی طرح میرے ذہن میں روشن ہوا۔میں نے سوچا کیوں نہ میں ایک بار پھر پنڈت سے ملوں اور اس کے سامنے جھولی پھیلا کر مدد کی بھیک مانگوں۔اس نے ہی تو برکاتی شاہ کے بارے میں بتایا تھا۔میں اس سے جا کر پوچھوں گا کہ میں نے وظیفہ مکمل کر لیا پھر میرے دل کی مراد کیوں بر نہیں آئی۔

ہر چند کہ یہ خیال کچھ زیادہ دل خوش کن نہ تھا تاہم مجھے یہ خودکشی سے بہتر لگا۔میں نے پنڈت بدری

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرائن سے ملنے کا فیصلہ کرلیا اور گرتے پڑتے قدموں سے شہر کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی اس لیے آبادی پہنچ کر مجھے بھیک مانگنی پڑی۔ لوگ میری حالت پر ترس کھا کر مجھے کچھ نہ کچھ دے دیا کرتے۔ میں نے ان کی نگاہوں میں ہمیشہ اپنے لیے نفرت اور حقارت کا جذبہ ہی محسوس کیا تھا لیکن میں اب ستم سہنے اور ہر چیز برداشت کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ رام پوری کی سڑکوں' بازاروں اور محلوں میں ڈیڑھ دو ماہ تک میں اپنا ہاتھ دراز کیے رہا اور کوڑی کوڑی جمع کرتا رہا۔ جب میرے پاس پنڈت بدری نرائن کے پاس پہنچنے کا کرایہ اکٹھا ہو گیا تو ایک روز میں اسٹیشن جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سفر کے دوران میرے دل و دماغ پر میرا ماضی چھایا رہا۔ مجھے پنڈت سے کوئی بڑی امید نہیں تھی بس یونہی میں اس کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے ڈیڑھ ماہ رام پور شہر میں جس بے بسی سے گزارا' اس کی تفصیل سے میں نے گریز کیا ہے۔

نرگس کے شہر پہنچ کر میرے قدم خود بخود اس کے گھر کی طرف اٹھے اور میں نے بڑی مشکل سے انہیں رام دیال کے مکان کی طرف ڈالا۔ رام دیال نے حسب معمول میری خاطر مدارت کی۔ مجھے کپڑے دیے۔ اس نے میری شکستہ حالت دیکھ کر مجھ سے پوچھا۔

"جمیل احمد' تمہیں کیا روگ لگ گیا ہے؟"

"میں مرنا چاہتا ہوں۔ پر مر نہیں سکتا۔ یہی میری زندگی کا غم ہے۔" میں نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔

رام دیال نے مجھے بڑے دلاسے دیے۔ میری ہمت بندھائی۔ میں اس کی بات خاموشی سے سنتا رہا اور پہلی فرصت میں پنڈت بدری نرائن کے مکان پر پہنچ گیا۔ اس وقت میری کیفیت اس مجرم کی سی تھی جس پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہو اور وہ اپنا آخری فیصلہ سننے کے لیے مضطرب ہو۔ میں نے دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اتفاق سے پنڈت گھر پر موجود تھا۔ ایک عرصے بعد مجھے اپنے دروازے پر اس طرح کھڑا دیکھ کر وہ کچھ حیرت زدہ سا ہوا پھر خاموشی سے میرا ہاتھ تھام کر اندر لے گیا اور ایک تخت پر بٹھا دیا۔ میں امید و بیم کی کیفیت سے دو چار پنڈت کے بولنے کا منتظر تھا۔ پنڈت نے جب مجھے سکون سے بٹھا دیا تو بڑے اطمینان سے بولا۔

"کیا بات ہے میاں جمیل احمد۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔"

"پنڈت جی۔" میں رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "آپ کے پاس کوئی زہر ہے؟"

"کیا مطلب مجھے بتاؤ کہ آخر تمہارے اوپر کیا بیتی؟" پنڈت نے حیرت سے پوچھا۔

"جو بیتنا تھی بیت گئی اب اور کیا بیتے گی۔ اب صرف ایک اذیت اور سہنی ہے پنڈت جی۔ موت کی اذیت اور میں اس کے لیے تیار ہوں۔" میں نے اداسی سے کہا۔

Downloaded from Paksociety.com

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ مجھے بتاؤ میرے بچے' تمہیں کیا ہوا ہے۔"

پنڈت کے مشفقانہ رویے سے میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے میں رونے لگا۔

"پنڈت جی۔ اپنی جیسی ہر کوشش کر لی لیکن قسمت خراب لے کر آیا ہوں۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے اتنے نراش کیوں ہوتے ہو؟"

"پنڈت جی۔ اب بہت ہو گیا۔"

"کیا بہت ہو گیا۔ کچھ کہو تو سہی۔ منہ سے تو کچھ بولو۔" پنڈت بدری نرائن نے جھنجھلا کر کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ کیا تمہیں برکاتی شاہ نہیں ملے؟"

"ملے تھے۔ میں نے مختصراً جواب دیا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"اس دیوانے نے پہلے تو میری کوئی بات نہیں سنی۔ مجھے پاس تک پھٹکنے نہیں دیا۔ میں اس کے پیچھے لگا رہا سڑکوں پر غلاظت کے ڈھیر میں پڑا رہا۔"

"پھر کیا ہوا؟" پنڈت نے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کی گالیاں سہتا اور اس کی خدمت کرتا رہا مگر اس نے بھی دھوکا دیا۔"

"کیا بکتے ہو میاں جمیل احمد۔" پنڈت نے ناراضگی سے کہا۔ "برکاتی شاہ ایک مہا پرش ہے۔ میں تمہیں اس بات کی آگیا نہیں دے سکتا کہ تم اس کے متعلق ایسی باتیں کرو۔"

میں نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔ "مہا پرش۔ اس مہا پرش نے کئی مہینے کی خدمت کے بعد مجھے ایک وظیفہ بتایا جو میں نے ایک ویران قبرستان میں چالیس روز بیٹھ کر کیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ جانتے ہو پنڈت جی۔"

"کیا ہوا؟" پنڈت نے تیزی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ کچھ نہیں ہوا۔"

"تم نے کوئی بھول تو نہیں کی؟"

"اپنی دانست میں تو نہیں کی۔"

"تم نے دن پورے کر لیے تھے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟"

Downloaded from Paksociety.com

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبداللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

® Scanned PDF By HAMEEDI

"پھر میں نے بڑی آرزوں' امیدوں اور تمناؤں کے ساتھ انکا کو آواز دی۔"

"اور انکا نہیں آئی۔ بس بس جمیل احمد خان' میں سب کچھ سمجھ گیا۔" پنڈت نے اتنا کہہ کر کوئی اور سوال نہیں کیا اور وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ اسے بہت دیر سوچتے سوچتے ہوگئی تو میں نے روکھے انداز میں کہا۔

"کچھ بولو۔ مہاراج۔ خاموش کیوں ہو گئے' کس سوچ میں پڑ گئے۔"

پنڈت ایک دم چونکا اور کہنے لگا۔ "مورکھ دھرماتما کبھی کسی منش کو دھوکا نہیں دیتے۔ برکاتی شاہ کو میں جانتا ہوں۔"

"ممکن ہے جو کچھ آپ کہہ رہے ہوں ٹھیک ہو لیکن میرے ساتھ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب بتائیے میں کیا کروں؟" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "اب تو دنیا سے جی اکتا گیا ہے۔"

"آتم ہتیا پاپ ہے بالک۔" پنڈت نے میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں سے متاثر ہو کر کہا۔ "اتنی جلد تمہیں نراش نہیں ہونا چاہئے۔ لگن سچی ہو تو بھگوان منش کو سب کچھ دے دیتا ہے۔"

"میری لگن سچی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے' مجھ سے کچھ مت کہو۔ اب مجھے کچھ دیر سوچ لینے دو۔"

بدری نرائن خاموش کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔ وہ میری آنکھوں میں نہ جانے کیا پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچھ دیر اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے اس عجیب وغریب تیور سے مجھے الجھن ہونے لگی۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وہ میرے چہرے کو اور میں اس کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔

"سنو میاں جمیل۔" اچانک پنڈت آنکھیں گھماتے ہوئے بولا۔ "تم کامیاب ہو سکتے ہو۔"

"وہ کیسے؟ کیا اب بھی کوئی صورت ہے؟" میں نے خود پر قابو نہ پاتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے کوئی بھول ہوئی ہے۔ تم نے برکاتی شاہ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اس وظیفے کے بعد تمہیں کیا کرنا چاہیے؟"

"اس کا موقع ہی کہاں ملا۔ برکاتی شاہ وظیفہ بتلا کر اچانک میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے انہیں تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئے۔"

"ہونہہ۔" پنڈت نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے۔ اب سنو میاں جی۔ تمہیں واپس تربینی کے پاس جانا ہوگا۔ وہیں کوئی صورت نکل پائے گی۔ اتنی بات یاد رکھو کہ وظیفے اور جاپ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ انکا کے لیے جاپ کیا جا سکتا ہے اس کے لیے وظیفہ نہیں پڑھا جا سکتا۔"

"پھر برکاتی شاہ نے مجھے یہ کیوں بتایا تھا؟"

Downloaded from Paksociety.com

"اس نے صحیح بتایا تھا۔ وہ غلط نہیں کہتا۔ زیادہ مت سوچو۔ تم ان باتوں کو نہیں جانتے۔ تم واپس پونا جاؤ۔" پنڈت بدری نرائن نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

"کیا وہاں مجھے انکا مل جائے گی؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"سمے کا انتظار کرو اور مہاپرشوں پر شبہ کرنا چھوڑ دو۔" پنڈت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں تربینی کے پاس جانے کو تیار ہوں لیکن مجھے وہاں کیا کرنا ہے' مجھے کچھ بتلائیے تو۔"

"تمہارا وہاں جانا ضروری ہے اور میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ وہیں میرا خیال ہے ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ میں برکاتی شاہ کو اچھی طرح جانتا ہوں بالک' اچھی طرح۔" پنڈت نے زور دے کر کہا۔ "سمے کا انتظار کرو۔"

"مہاراج' مجھے ذرا سا دلاسا دے دو کہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ مجھے میری نرگس مل جائے اور اب مزید غم مجھے نہیں سہنے پڑیں۔"

"میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے۔ تم وہاں جاؤ اور ہاں وہ بات یاد ہے؟"

"کون سی بات؟" مجھے کوئی بات یاد نہ تھی اس لیے میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہیں کاہے کو یاد رہے گی میاں جی۔ یاد ہے تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم انکا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جب میں چاہوں گا' عارضی طور پر تم انکا کو میرے حوالے کر دو گے۔"

"مجھے یاد ہے مہاراج۔ مجھے یاد ہے۔" میں نے کھلے دل سے کہا۔

"تو جاؤ۔ ترنت یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

پنڈت سے رخصت ہو کر اور ایک بار پھر پرامید ہو کر میں بھاگا بھاگا رام دیال کے پاس آیا۔ میں نے اس سے دو سو روپے مانگے جو اس نے مجھے فوراً دے دیے۔ بازار میں جا کر میں نے اپنے کچھ ریڈی میڈ کپڑے خریدے۔ ایک اٹیچی اور ایک بستر بند تیار کر کے میں رام دیال اور اس کی بیوی سے اسی دن اجازت لے کر پونا کے لیے روانہ ہو گیا۔ اسٹیشن کے راستے میں غیر اختیاری طور پر میں نے ٹیکسی کا رخ نرگس کے مکان کی طرف کر دیا۔ میری کوشش ناکام ہوئی۔ نرگس مجھے نظر نہیں آئی اور چاروناچار میں اسٹیشن پہنچ کر پونا کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ سفر بہت اضطراری حالت میں گزرا۔ میں جلد سے جلد پونا پہنچنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے راستے میں گاڑی چار گھنٹے لیٹ ہو گئی۔ میری کیفیت عجیب تھی۔ گو پنڈت نے انکا کے حصول کے لیے مجھے کوئی فارمولا یا طریقہ کار نہیں بتایا تاہم اس کے انداز سے یہ اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں خاصا پرامید ہے۔ غیر یقینی حالات اب بھی تھے' بہرحال میں یہ ارادہ کر کے کہ ایک کوشش اور کر لی جائے تو کیا حرج ہے' پہلے کی طرح مایوس اور اداس نہیں تھا۔ پونا اسٹیشن سے تربینی کا بنگلہ

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ ٹرین کو پونا سات بجے پہنچنا تھا۔ چار گھنٹے لیٹ ہو جانے کی وجہ سے رات کو گیارہ بجے گاڑی وہاں پہنچی۔ میں اسی وقت تربینی سے ملنا چاہتا تھا۔ تربینی کے بنگلے پر پہنچا تو ایک نئے ملازم نے مجھے اندر جانے سے منع کر دیا۔ وہ مجھے نہیں جانتا تھا اس نے کہا کہ وہ اس وقت سو رہا ہے۔ میں نے اسے تربینی سے اپنے تعلقات خاص کے کوئی حوالے دیے مگر وہ نہیں مانا۔ آخر میں وہاں سے چلا آیا۔ مجھے علم تھا کہ یہ وقت تربینی کے سونے کا نہیں' وہ یقیناً اپنی خواب گاہ میں کسی لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہوگا۔ اس کے معمولات سے میں واقف نہ ہوتا تو اور کون ہوتا میں خاموشی سے اس وقت واپس آ گیا۔ وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ پونا سے روانگی کے وقت مجھے تربینی نے ہدایت کی تھی کہ میں اسے اپنی خیر خبر سے مطلع کرتا رہوں۔ مجھے اس کی مہلت ہی نہ ملی اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی ہو۔ تمام رات میں خیالات میں الجھا رہا۔ وہی انکا' نرگس' بدری نرائن' برکاتی شاہ' تربینی کے خیالات' میں ان کا ذکر بار بار نہیں کروں گا۔ میں رات بھر نہیں سو سکا۔ ایسے عالم میں کون سو سکتا تھا۔ مجھ پر تو ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا۔ میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ کسی فیصلے پر پہنچنے کے لیے کوئی طریقہ یا ذریعہ میرے ذہن میں واضح نہیں تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو دن خاصا نکل آیا تھا۔ میں جلدی سے اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہوا پھر تربینی کے بنگلے کی طرف چل دیا۔ اس بار مجھے اس کے پاس پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تربینی نے اطلاع ملتے ہی مجھے فوراً اندر بلا لیا۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ تربینی کے سامنے گیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی' اس نے میرا استقبال اس انداز سے نہیں کیا جس کی توقع میں کر سکتا تھا۔ جن نظروں سے اس نے مجھے دیکھا ان میں دوستی کا کوئی جذبہ موجود نہ تھا۔ اس کے تیور دیکھ کر مجھے اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے شدید طور پر ناراض ہے۔ میں خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو تربینی نے پہل کرتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

''کب آئے؟''

میں نے مفاہمت کے انداز میں جواب دیا۔ ''کل رات...... مگر تمہارے ملازم نے کل رات مجھے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔''

''اتنے دن کہاں رہے؟'' اس نے میرے مفاہمت کے رویے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

''یونہی ذرا گھومنے میں لگا ہوا تھا۔'' میں نے سرسری طور پر کہا۔

کہاں کہاں گھومے۔ کس کس جگہ ٹھہرے؟'' اس کے لہجے میں طنز تھا۔

''بس ایسے ہی ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا رہا۔''

''تم نے اپنے متر کو خیر خبر سے بھی مطلع نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے تاکید کی تھی۔'' تربینی نے خشک لہجے

میں کہا۔

''مصروفیات نے مہلت ہی نہ دی ورنہ..... !''

''جمیل احمد خان۔ اچانک تربینی میرا جملہ کاٹ کر بولا۔ ''میں نے تمہیں اپنا متر کہا تھا' پرنتو ہو سکتا ہے مجھے اپنا یہ فیصلہ بدلنا پڑے۔''

''تربینی۔ میں جانتا ہوں' تم مجھ سے ناراض ہو لیکن اگر میں تم سے ناراض ہوتا تو دوبارہ تمہارے سامنے نہ آتا۔'' میں نے نرمی اور یقین دلانے والے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ میں نے تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کیوں نہیں کیا۔ ویسے مجھے تسلیم ہے یہ میری غلطی تھی۔''

تربینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے کچھ ٹٹولنے والی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ کسی شدید الجھن کا شکار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا اور ماتھے پر شکنیں۔ میں نے اس کی توجہ ہٹانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کیں لیکن وہ بدستور میرا اسی تجسس آمیز انداز سے جائزہ لیتا رہا۔ میری نرم گفتگو نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر اس کیفیت میں مبتلا رہنے کے بعد وہ میرے قریب آیا اور ٹھوس آواز میں بولا۔ ''جمیل احمد خان' میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اتنے عرصے کہاں رہے اور کیا کرتے رہے۔ تمہیں معلوم ہے میرے سامنے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا' انکا مجھے سب کچھ صحیح صحیح بتا دے گی۔ وہ تمہارے بارے میں مجھے ایک ایک پل کی خبر دے سکتی ہے۔''

انکا کا نام سن کر میں سنبھلا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ انکا کی موجودگی میں دروغ گوئی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں تربینی کو کیا جواب دوں۔ کیا اسے صاف صاف سب کچھ بتا دوں۔ پھر اسے کیسے مطمئن کروں۔ اسی لمحے مجھے پنڈت بدری نرائن کا خیال آیا جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اپنی شکتی کے زور سے انکا کے حصول کے سلسلے میں میرے اور انکا کے درمیان پردہ رکھے گا۔ اس کام کے عوض اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں بخوشی عارضی طور پر انکا کو اس کے پاس بھیج دیا کروں گا۔ میں کوئی مناسب جواب دینے والا تھا کہ تربینی کی خشک آواز نے مجھے گڑبڑا دیا۔ ''جمیل احمد خان' تم نے ابھی تک میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''تربینی جی تم انکا کی لامحدود قوت کے ذریعے میرے بارے میں سب کچھ جان سکتے ہو تو اس سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔ طویل سفر نے ویسے ہی مجھے بہت تھکا دیا ہے۔''

''کیا میں یہ سمجھوں کہ تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے۔'' تربینی نے اکھڑی آواز میں کہا۔ اس کے تیور بتدریج خراب ہوتے جا رہے تھے۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں عجیب الجھن میں گرفتار تھا۔ اگر حالات نے مجھے مجبور نہ کیا ہوتا اور پنڈت بدری نرائن نے مجھے تربینی کے پاس واپس پہنچنے کو نہ کہا ہوتا تو میں اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ مجھے اس سے شدید نفرت تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرح ٹالوں۔ تربینی نے مجھے خاموش دیکھا تو ایک دم پھٹ پڑا۔

"جمیل احمد خان، تم بھول رہے ہو کہ اس سے تم کس شکتی کے سامنے موجود ہو۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟"

"تربینی، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" میں نے ایک اور کوشش کی۔ "اگر تمہیں میرا یہاں آنا گوارا گزر رہا ہے تو میں آج ہی چلا جاتا ہوں۔"

اس جملے کو ادا کرنے کے بعد میں جانے کے بہانے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے اس شکتی کی دھمکی دے رہا تھا جسے میں نے جان پر کھیل کر اس کے لیے فراہم کیا تھا۔ اگر میں نے شیو چرن کو نہ مارا ہوتا تو تربینی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہوتا۔ میں نے اپنی ناگواری کا اظہار کرنے کے لیے باہر جانا چاہا۔ میں اٹھ کر چند قدم آگے ہی بڑھا تھا کہ تربینی کسی زخمی شیر کی طرح میرے سامنے آ گیا اور اپنی انگارا آنکھوں سے مجھے گھور کر کرخت لہجے میں بولا۔

"تم اپنی اوقات بھول رہے ہو جمیل احمد خان۔ میں تمہیں دوبارہ پونا کی سڑکوں پر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو سکتی ہے۔"

"تربینی تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ تم میرے دوست ہو۔ یہ بتاؤ کہ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم اس قدر بگڑ رہے ہو۔ مجھے میری خطا تو بتاؤ۔" میں نے بڑی نرمی سے کہا۔ "کیا دوست کہنے کے بعد تم مجھے بربادی اور رسوائی کے راستے پر ڈال دو گے۔"

"کون کس کا دوست ہے، یہ بھی معلوم ہو جائے گا مورکھ۔ میرا سمے مت برباد کر، مجھے بتاؤ کہ اتنے دنوں تم کیا کرتے رہے؟" اس کی آواز لحہ بہ لحہ مشتعل ہوتی جا رہی تھی۔ "اگر تم نے کچھ غلط کہا تو مجھے مجبوراً تمہیں راہ راست پر لانا پڑے گا۔"

"حیرت ہے بھئی۔" میں نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ "تم عجیب آدمی ہو۔ اپنے دوست پر شک کر رہے ہو۔ میں بدنصیب کیا کر سکتا ہوں۔ کہا نا کہ گھوم پھر کر واپس آیا ہوں۔ تم مانتے نہیں مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی جلدی آنکھیں بدل لو گے۔ حیرت ہے افسوس ہے تربینی۔" میں نے اصل موضوع سے ہٹنے کی کوشش کی۔ "اگر میں شیو چرن کو مارنے میں اپنی جان کی بازی نہ لگاتا تو تم آج مجھے انکا کی قوت کی دھونس نہیں دے سکتے تھے۔ تم بدعہدی کر رہے ہو۔"

"نشٹے۔" تربینی غضب ناک آواز میں چلایا۔ "تو مجھے الو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اتنا یاد رکھ کہ اگر

میں نے کشٹ دینے کا ارادہ کیا تو دھرتی کی کوئی شکتی تجھے نہیں بچا سکتی۔"

"مجھے علم ہے کہ تم میری طرف سے بدگمان ہو۔" میں نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بدگمانی کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میری طویل غیر حاضری نے تمہیں خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم انکا سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں نے ان دنوں کیا کیا ہے۔"

"کمینے، میں تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ تو بتا کہ تو کہاں تھا؟"

"میں نے تو بتا دیا اب تم انکا سے پوچھ لو۔" میں نے الجھ کر کہا۔

"کیا میری زبان سے کہلوانا چاہتا ہے۔ کم بخت بھول رہا ہے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ کیا تو اپنی پتنی سے ملنے نہیں گیا تھا۔ وہ پتنی جو تجھ سے چھین لی گئی تھی۔ اس کے باپ نے تجھے مارا پیٹا۔ تو اپنے دوست رام دیال کے پاس رہا۔ تو نے نرگس کو حاصل کرنے کے لیے پجاریوں کی تلاش کی اور پھر تو ایک پجاری سے ملا اور وہاں تو نے انکا کے سلسلے میں بات کی اور بتاؤں، اور سننا چاہتا ہے۔ مجھے ایک ایک پل کی خبر ہے۔"

تربینی نے نرگس کے شہر میں پیش آنے والا پورا واقعہ اس طرح سنایا جیسے وہ میرے ساتھ رہا تھا۔ جیسے یہ سب کچھ اس پر گزرا تھا۔ اس نے رام دیال اور پجاریوں سے ملنے تک کی ایک ایک بات پوری تفصیل سے مجھے بتائی۔ میں اسے سن کر سہم گیا اور میرے قدم لرزنے لگے۔ تربینی کو سب معلوم ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی گردن نیچی کر لی جیسے میں اس کا مجرم ہوں۔ خوف سے اس وقت میرا برا حال تھا۔ مجھے اپنی موت سامنے نظر آئی۔

"کیا مجھے نہیں معلوم۔ نشٹے۔ کمینے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں بے خبر تھا۔ اب اس سے آگے تو بتا دے۔" تربینی نے آگ بگولا ہو کر کہا۔

"اب میں کیا بتاؤں۔" میں نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں آگے تو بتا۔ میں اس کے بعد کے حالات تیرے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" تربینی نے بدتمیزی سے کہا۔

"کیوں بات بڑھاتے ہو۔ جب تمہیں سب معلوم ہے تو یہ تماشہ کیوں کرتے ہو۔" میں نے اس بار چڑ کر کہا۔

"میری بات سن کم ظرف۔ پنڈت بدری ناراین تک میں نے تجھے بتا دیا۔ اس کے بعد کے حالات میں تیرے منہ سے سننا پسند کروں گا۔" تربینی نے پیر زمین پر مارتے ہوئے کہا۔

معاً اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ تربینی کو شاید اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں ہیں اس لیے وہ مجھ سے چالاکی سے اگلوا رہا ہے۔ مجھے پنڈت بدری ناراین کا وعدہ یاد آ گیا۔ اس نے انکا سے میری تمام

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جہدو جہد کی پردہ پوشی رکھنے کو کہا تھا۔ میں لمحوں میں سمجھ گیا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ تربینی کے سامنے وہ مدت نہیں جس میں پنڈت نے میرے اصرار پر پردہ پوشی کا کوئی منتر پڑھا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے اندر توانائی سمٹ آئی۔ یقیناً تربینی کو بعد کے حالات کا علم نہیں اس لیے وہ کرید کرید کر پوچھ رہا ہے اور اس سلسلے میں وہ متوحش ہے۔ اس خیال سے مجھے کچھ اطمینان حاصل ہوا۔

میں نے اسے ٹالنا چاہا۔ اس نے مجھے بدستور دھمکیاں دیں۔ یہی سلسلہ چلتا رہا۔ نہ میں کچھ بتا سکا نہ وہ کچھ اگلوا سکا۔ میرے لیے یہ ناممکن تھا کہ تربینی کو اصل حالات سے آگاہ کر دیتا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اسے ٹال سکوں لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ تربینی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ میں بہر حال ایک انسان تھا۔ مسلسل ناکامیوں اور مایوسیوں نے مجھے چڑچڑا بھی کر دیا تھا۔ پھر تربینی نے مجھے نفرت اور حقارت سے دھتکارتے ہوئے ایک تھپڑ میرے گال پر مارا تو میں برداشت نہ کر سکا۔ ایک لمحہ میں میرا دل چاہا کہ تربینی کا گلہ گھونٹ کا سے موت کی نیند سلا دوں لیکن میں اس ہٹے کٹے آدمی سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے انکا کی پراسرار قوتوں کا بخوبی اندازہ تھا۔ تربینی کا ایک اشارہ انکا کو مجھے موت کے گھاٹ اتارنے پر اکسا سکتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس وقت تک تربینی نے انکا سے باز پرس کیوں نہیں کی۔ جب تربینی نے میرے گال پر تھپڑ مارا تو میں تلملا گیا۔ جواب میں میں نے پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن میرا مقصد اسے زدوکوب کرنے کی بجائے صرف اتنا تھا کہ میں اسے کچھ دیر غافل کر کے وہاں سے راہ فرار اختیار کر سکوں۔ تربینی کو جوابی حملے کی توقع نہیں تھی۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑا کر ایک کرسی سے ٹکرایا پھر کرسی سمیت فرش پر الٹ گیا۔ مجھے بس اتنی مہلت درکار تھی۔ تربینی کو نیچے گرتے دیکھ کر میں تیزی سے پلٹا اور بھاگتا ہوا اس کے بنگلے سے باہر آ گیا۔ بیرونی پھاٹک پر کھڑے ہوئے ملازم نے مجھ سے اس طرح بھاگنے کی وجہ دریافت کرنا چاہی لیکن میں اس کی کہی ان سنی کر کے بھاگتا ہوا باہر نکل آیا۔ قریب سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو اشارے سے روکا اور جلدی سے اس میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو میں نے ایک ایسے ہوٹل کا نام بتایا جو پونا کے ساحلی علاقے میں واقع تھا۔ ٹیکسی فوراً حرکت میں آ گئی۔ میں نے نظر گھما کر تربینی کے بنگلے کی سمت دیکھا تو لرز گیا۔ تربینی مجھے بڑی غضب ناک اور شعلہ فشاں حالت میں احاطے کی روش پر کھڑا ہوا نظر آیا تھا۔

راستے بھر میری حالت خراب رہی۔ موت میرا پیچھا کر رہی تھی۔ مجھے ہر لمحے یہ خطرہ لاحق تھا کہ اب انکا کی پراسرار قوت میرے سر پر نازل ہو گی اور مجھے کسی حقیر کیچوے کے مانند کچل کر رکھ دے گی۔ اب تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ ٹیکسی چل رہی تھی اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمارتیں متحرک ہو گئی ہوں اور اب وہ ایک پل میں ٹیکسی پر گرنے والی ہوں۔ اس وقت مجھے نرگس کی یاد آئی۔ یہ خوفناک خیال بھی تھا کہ اب میں دوبارہ اس کی صورت نہیں دیکھ سکوں گا۔

مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے تربینی سے الجھ کر دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میں بڑے سے بڑے حادثے کا منتظر تھا اور اس سے فرار بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے اپنے لیے ایک کمرا بک کرا لیا لیکن مجھے یقین تھا کہ میں وہاں بھی محفوظ نہیں رہ سکوں گا۔ میں دنیا کے کسی بھی خطے میں پہنچ جاؤں' انکا مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے ایک سرد آہ بھری۔ دروازوں کو اچھی طرح بند کیا۔ میری حماقت دیکھئے' انکا کے لیے دروازے اور کھڑکیاں کیا اہمیت رکھتے تھے۔ بستر پر لیٹتے ہی میں بگڑے ہوئے حالات پر غور کرنے لگا۔ باہر ذرا بھی آہٹ ہوتی تو میں انکا کے خوف ناک تصور سے کانپ کانپ جاتا۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا' میری پریشانیاں بڑھتی گئیں۔ دن بھر میں تذبذب میں مبتلا رہا۔ میرے اندر اتنی جرات بھی نہ تھی کہ میں کھانے کے لیے کمرے سے باہر نکل سکتا۔ مجھے اس بات پر شدید حیرت تھی کہ آخر اب تک تربینی کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی کیوں نہیں کی گئی۔ کیا تربینی نے محض مجھے دور رکھنے کی خاطر ڈرایا دھمکایا تھا۔ کیا وہ مجھ سے اپنا تعلق ختم کر دینا چاہتا تھا؟ لیکن ایک بات طے تھی کہ انکا پنڈت بدری نرائن کے کہنے کے مطابق میرے حالات سے ناواقف رہی تھی۔ دوسری صورت میں اتنی آسانی سے نہ تو میں برکاتی شاہ تک پہنچ سکتا تھا اور نہ وظیفہ مکمل کر سکتا تھا مگر یہ وظیفہ کیسا تھا جس میں مجھے یہ پتا نہیں تھا کہ میں نے کیا حاصل کیا اور کیا نقصان اٹھایا۔ اس وظیفے کے اچھے اثرات مرتب ہوئے یا برے۔ اس کشمکش نے مجھے ہلکان کر دیا تھا۔

دن بھر میں خود سے الجھتا رہا۔ آپ یقین کریں گے میرے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر بتی جلا سکتا۔ اسی کشش و پنج کی حالت میں نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں بھی میں انہی الجھنوں میں گھرا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں گھپ اندھیرے کا راج تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور جلدی سے کمرے میں روشنی کر دی۔ ابھی میں جاگنے کے سبب پر غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ میں نے سہمتے ہوئے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو خوف و دہشت سے میری چیخ نکل گئی۔ انکا وہاں موجود تھی۔ اس لمحے مجھے سانپ سونگھ گیا۔ موت کے تصور سے میرا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔ اس عرصے میں انکا نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ مسکراتی رہی۔ مجھے اس کی مسکراہٹ سے شدید نفرت اور خوف محسوس ہوا۔ بہر حال میں نے کسی نہ کسی طرح اپنے حواس مجتمع کئے اور دوبارہ مسکراتی ہوئی انکا پر نظر ڈالی جو میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی' مجھے تیکھی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"تت...... تم...... تم انکا۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"ہاں میں۔" انکا نے شرارت سے کہا۔ "کیا میں تمہیں تلاش نہیں کر سکتی تھی؟"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''اتنی حیرت سے کیوں گھور رہے ہو۔ کیا مجھے پہلے نہیں دیکھا؟'' انکا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''تمہارے بہت سے روپ دیکھے ہیں لیکن آج مجھے تم سب سے زیادہ خطرناک نظر آ رہی ہو۔'' میں نے ہمت کر کے جواب دیا۔

''کیوں کیا میں بری نظر آ رہی ہوں۔'' انکا نے اٹھلا کر کہا۔

''نہیں تم سدا بہار ہو۔ تم اتنی ہی حسین ہو جتنی پہلے تھیں۔'' میں نے خوشامدی انداز میں کہا۔

''جھوٹ کہتے ہو۔'' انکا نے خالص نسوانی انداز میں کہا۔ ''خوشامد کرتے ہو۔''

''نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ویسے تمہاری خوشامد سے مجھے کیا حاصل ہو جائے گا۔'' میں نے اداس لہجے میں کہا۔

انکا کا لہجہ پہلے سے بدلا ہوا تھا۔ مجھے اس کی طنزیہ گفتگو زہر میں بجھے ہوئے کسی نشتر سے کم نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے تنگ آ کر کہا۔

''کام کی بات کرو۔ میں اپنی قسمت کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔ اب زیادہ برداشت کی قوت نہیں رہی۔ جو کرنا ہے کرو۔''

''کیا کروں۔ تم ہی بتا دو کہ میں تمہاری قسمت کا کیا فیصلہ کروں۔'' انکا نے اپنی روایتی شوخی سے کہا۔

''جو تمہیں تربینی نے بتایا ہو' تمہارے آقا نے'' میں اب ہر فیصلہ سننے کو تیار تھا۔

''تربینی نے تو بہت کچھ کہا ہے۔'' انکا سنجیدگی سے بولی۔

''تو جو کچھ کہا ہے اسے کرو۔'' میں نے بگڑ کر کہا۔

''جی نہیں چاہتا۔''

''تمہارے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم تو تربینی کی غلام ہو۔''

''ہاں یہ تو ہے پر مجھے تم سے بھی تو محبت ہے۔'' انکا نے کہا۔

''انکا وہ گھاؤ نہ لگاؤ' جواب تک ہو چکا ہے وہی بہت ہے۔''

''کیا تمہیں بھی وہ دن یاد ہیں؟''

''وہ باتیں اب خواب بن چکی ہیں انکا۔'' میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا تو انکا مسکرا دی۔

''ماضی ہمیشہ خواب ہوتا ہے' اسے بھول جانا چاہیے۔ مستقبل پر نظر رکھنی چاہیے۔''

''لیکن جس کا مستقبل روٹھ گیا ہو وہ غریب کیا کرے۔ مجھ سے میرے دن روٹھ گئے۔''

''مشکل باتیں یاد کر رہے ہو۔ کہاں سے آ گیا اتنا غم تمہاری باتوں میں۔''

''حالات انسانوں کے لہجے متعین کرتے ہیں مگر تم آج اس قدر لگاوٹ کی باتیں کیوں کر رہی ہو'' میں نے انکا کے انداز میں بہت تبدیلی محسوس کی تو پوچھا۔

''حالات حالات کی بات ہے۔'' انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا، پھر بولی۔ ''کیا تمہیں میرا بولنا ناگوار لگ رہا ہے؟''

''مجھے معلوم ہے کہ اس شیریں گفتگو کے بعد تم مجھ سے کس طرح پیش آؤں گی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا کام کرو۔ مجھے حکم دو کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

''اور اگر میں یہ کہوں کہ تم مجھے حکم دو۔''

''میرے اندر مذاق سہنے کی صلاحیت بھی ختم ہو گئی ہے۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔

''اچھا۔ اتنے دکھی ہو۔''

جواب میں' میں خاموش رہا۔ مجھے انکا کی طول کلامی سے گھٹن ہو رہی تھی۔ انکا دیر تک یونہی دلچسپ انداز میں گفتگو کرتی رہی، اس کے تیور عجیب تھے۔ وہ مسکرا مسکرا کر' اٹھلا اٹھلا کر بڑی اپنائیت کی باتیں کرتی اور کبھی اس کے چہرے پر نفرت اور حقارت کے ملے جلے جذبوں کا کھنچاؤ پیدا ہو جاتا۔ اس کی حسین آنکھیں اچانک شعلہ بار ہو جاتیں۔

''جانتے ہو جمیل۔ میں اس وقت تمہارے پاس کیوں آئی ہوں؟'' کچھ دیر بعد وہ بولی۔

''ہاں۔'' میرا دل ڈوبنے لگا۔ ''تمہیں تربینی داس نے بھیجا ہے۔'' میں نے بچوں کی طرح کہا۔

''خاصے سمجھ دار ہوتے جا رہے ہو۔'' انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ ''اور جانتے ہو تربینی داس مہاراج نے تمہارے حق میں کیا فیصلہ کیا ہے؟''

''انکا۔'' میرا دل بھر آیا۔ میں نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔ ''میں موت سے نہیں ڈرتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم تربینی داس کے اشارے پر سنگلاخ پہاڑوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح اڑا دینے کی طاقت رکھتی ہو لیکن انکا......'' میں کہتے کہتے رک گیا تو انکا بولی۔

''مرنے سے پہلے نرگس سے ایک بار ملنا چاہتے ہو۔ کیا نرگس یاد ہے تمہیں اب تک؟''

انکا نے میرے منہ کی بات چھین لی تھی۔ میں نے کہا۔ ''میں تو تمہیں بھی نہیں بھولا۔ تم تو دلوں کا حال پڑھنا جانتی ہو۔ تم نے میرے دل کو پڑھ لیا ہوگا۔''

''رہنے دو جمیل۔ بس کرو۔''

''میرے اوپر شک نہ کرو۔''

''اچھا۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔''

''کہاں؟'' میں نے خوف زدگی سے کہا۔

''تربینی داس نے مجھے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ ہماری راہ دیکھ رہا ہوگا۔'' انکا اچانک بڑی سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''ہمارے درمیان بھی دوستانہ مراسم بھی رہ چکے ہیں۔ تمہیں میری محبوبہ کا درجہ حاصل ہے۔ میں تمہیں اس ربط خاص کا واسطہ دیتا ہوں کہ نرگس کو آخری بار......''

''وقت ضائع مت کرو جمیل۔'' انکا نے کسی الھڑ دوشیزہ کی طرح کہا۔ ''سنو میں ہمیشہ اپنے مالک سے وفادار رہنے پر مجبور ہوں۔ اپنے آقا کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ اب تم چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''چلو۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔ ''جو تمہاری مرضی۔''

راستے بھر میں انکا کے چہرے پر ابھرنے والے متضاد تاثرات بھانپتا رہا۔ بلاشبہ اس کے رویے میں غیر معمولی فرق تھا۔ اس سے قبل میں نے اسے ایسی مختلف کیفیتوں سے دوچار نہیں دیکھا تھا۔ مجھے تربینی سے کسی خوش گوار سلوک کی توقع نہ تھی اور میں نے خود کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ میں اب مقتل کی طرف جا رہا ہوں۔ مقتل کی طرف جاتے ہوئے کسی شخص کی جو حالت ہو سکتی ہے وہی میری تھی۔

''کس خیال میں الجھے ہوئے ہو جمیل!'' انکا کی آواز اچانک میرے کانوں سے ٹکرائی تو میرے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے انکا پر نظر ڈالی جو میرے سر پر کھڑی بڑی دل نواز نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت مجھے انکا کا یہ انداز بہت ظالمانہ محسوس ہوا۔ میں نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اور انکا کی طرف سے نگاہیں پھیر لیں۔

''اے جمیل صاحب' اتنی نفرت کچھ تو میری پرانی مہربانیوں کا خیال کیا ہوتا۔ سچ ہے مرد بڑے بے مروت ہوتے ہیں۔''

''انکا' خدا کے لیے میرے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو۔ میں بڑا مجبور اور بے بس ہوں۔''

''جب تک زندہ ہو ہنستے بولتے رہو۔ موت سے کیا ڈرنا۔ تربینی کو دیکھو اس کے سینے میں تمہارے خلاف انتقام کا جوالا مکھی روشن ہے لیکن جانتے ہو وہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔ بمبئی کی ایک حسین ترین ساحرہ اس کی خواب گاہ میں موجود ہے۔ وہ اس وقت بمبئی کی سب سے حسین لڑکی کے ساتھ عیش کر رہا ہے۔ عیش' بالکل اسی طرح جس طرح تم رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔ کیوں یاد ہیں نا تمہیں وہ باتیں۔''

انکا کی طنز بھری باتوں کا سوائے خاموشی کے میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ اس وقت عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔ تمام راستے وہ مجھے ستاتی رہی۔ مجھ پر طنز کے نشتر چلاتی رہی۔ میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی جو کچھ وہ کہتی جا رہی تھی' میں سنتا جا رہا تھا۔ اس نے مجھے کملا نامی لڑکی کو یاد دلایا جسے بمبئی میں' میں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ کملا کے شباب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نشہ سا بھر گیا پھر اچانک اس کے تیور بدل گئے۔ میری خاموشی سے وہ بگڑ گئی۔ ''ہاں تم نے یہ نہیں پوچھا کہ تربینی نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟''

میں نے اس پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''تربینی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس حسین ساحرہ کے سامنے ذلیل کرے گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں زندہ آگ میں بھی جلا دے اور اس لڑکی کو اپنی غیر معمولی قوت سے متاثر کرے۔''

''میں جانتا ہوں تربینی کو پراسرار قوتوں کا سہارا حاصل ہے۔'' میں نے زہر خند سے جواب دیا۔

''اور میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اس کی تابع ہوں۔ اپنے آقا کا حکم ماننا میرا فرض ہے۔'' انکا نے روکھے لہجے میں کہا اور پھر اس کے بعد خاموش ہو گئی اس لیے کہ تربینی کا بنگلہ آ گیا تھا۔

انکا نے غلط نہیں کہا تھا۔ تربینی اپنے خاص کمرے میں اس وقت ایک انتہائی حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ مصروف عیش تھا۔ میری نظروں سے اتنی حسین صورت شاذ و نادر ہی گزری تھی۔ وہ بے حد خوب صورت تھی۔ نیم عریاں لباس میں اس کا کندن کے مانند دمکتا ہوا جسم جھلک رہا تھا۔ شراب کے نشے نے اس کی آنکھوں کو کچھ زیادہ ہی نشیلا بنا دیا تھا۔ تربینی کی گردن میں بانہیں ڈالے وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ غالباً تربینی نے اسے میرے بارے میں کچھ بتا دیا تھا۔

''کیوں جمیل' کیسی ہے لڑکی! شرمیلی' نازک' گداز' سرخ ہے نا حسین لڑکی۔'' انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی لیکن مجھے یہ سب سوچنے کی فرصت کہاں تھی۔ میرے اوپر تو خوف مسلط تھا۔ میں تربینی کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔

''آ گئے۔'' اس نے حلق میں گلاس کی باقی ماند شراب انڈیلتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ ''ننھے' کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں تجھے سمندر کی تہوں سے بھی ڈھونڈ نکالنے کی شکتی رکھتا ہوں۔''

میں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ انکا بدستور میرے سر پر براجمان تھی۔

''کچھ بولو جمیل احمد خان' چپ کیوں ہو۔'' تربینی نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا لیکن میں بدستور مہر بلب رہا۔ خاموشی کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا۔

''ڈارلنگ! کیا یہی وہ مورکھ ہے جس نے تم سے ٹکرانے کی حماقت کی تھی۔'' تربینی کے برابر بیٹھی ہوئی لڑکی نے پہلی بار کہا۔ اس کی آواز بھی اس کے خوب صورت جسم کی طرح لوچ دار تھی۔

''ہاں کوشلیا' یہی وہ سورما ہے جو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔'' تربینی نے مجھے غضب ناک نظروں سے گھورتے ہوئے اور پھر اسے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ ''بتاؤ تم اس کے لیے کیا سزا تجویز کرو گی۔ میرے اپمان کی کیا سزا ہو سکتی ہے' کوشلیا؟''

''تمہارے اپمان کی سزا۔'' کوشلیا شرماتے ہوئے بولی۔ ''اس کی کم سے کم سزا موت ہی ہو سکتی ہے۔''

''تم حسین ہونے کے ساتھ ذہین بھی بہت ہو۔ اٹھاؤ اپنا پستول اور مار دو اسے گولی۔'' تربینی نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بھکتے ہوئے کہا۔

''مم......میں۔'' کوشلیا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔تم ماردو اس حرام زادے کو۔'' تربینی غصے سے بولا۔

''تمہارے کارن تو میں خود کو بھی شوٹ کرسکتی ہوں۔'' کوشلیا نے اٹھتے ہوئے کہا پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے پرس سے اپنا لیڈیز آٹومیٹک پستول نکالا اور لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی۔ ڈھیلے ڈھالے باریک لباس نے بے ترتیب ہوکر اسے اور عریاں کردیا تھا لیکن میں اس کے جسمانی نشیب و فراز سے زیادہ اپنے انجام پر غور کررہا تھا۔میرے قریب آکر کوشلیا نے نفرت بھری نظروں سے مجھے سرتاپا دیکھا پھر بھویں چڑھا کر بولی۔ ''کوئی آخری اچھا ہے تمہاری۔''

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا۔انکا میرے سر سے رینگ کر میرے بائیں کاندھے پر آگئی اور سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ ''جمیل' ہمت کرو۔دیکھو کتنی حسین لڑکی سامنے ہے۔اس کے ہاتھوں مرنا بھی کتنا اچھا ہے۔میری مانو تو مرنے سے پہلے کوشلیا سے اس کا شریر مانگ لو۔اس کے بعد کوشلیا کے ہاتھوں مرنے میں تمہیں زیادہ لطف آئے گا۔''

کوشلیا نے مجھے خاموش پایا تو بڑی نخوت سے بولی۔ ''بولتا کیوں نہیں' ارے میں کیا پوچھتی ہوں کمینے۔بتا تیری آخری اچھا کیا ہے؟''

میں نے کوشلیا کی انگلیوں کی گرفت پستول پر مضبوطی سے جمتے دیکھی تو میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔اب اس کی ٹریگر پر رکھی ہوئی ایک انگلی کی حرکت کی دیر تھی جو میری شمع حیات گل کردیتی۔میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔آنکھیں دھندلانے لگیں۔میں نے کسمپرسی سے پہلو بدلا تو انکا نے تیزی سے کہا۔ ''ارے تم تو بہت خوف زدہ ہوگئے۔تمہارا جھگڑا تربینی سے ہے' تم اس نازک لڑکی سے کیوں ڈر رہے ہو۔یہ تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہے۔''

انکا کا آخری جملہ سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔جس انداز میں اور لہجے میں اس نے وہ جملہ کہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوشلیا کے مقابلے میں میری مدد کرے گی۔میں نے عالم تصور میں دیکھا تو ششدر رہ گیا۔مجھے انکا کی حسین آنکھوں میں اپنے لیے ہمدردی کا وہی جذبہ نظر آیا جو میں بار ہا اس وقت دیکھ چکا تھا جب وہ میرے سر پر سوار تھی پھر بھی مجھے یقین نہیں آیا۔تربینی کی موجوگی میں انکا کا میرے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا تعجب خیز ہی تھا۔کہیں ایسا تو نہیں کہ انکا بھی تربینی اور کوشلیا کی طرح میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہو۔وہ موت کے اس ڈرامے سے لطف لے رہی ہو۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ انکا کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

''یہ مذاق نہیں ہے جمیل۔تم قطعاً نہ گھبراؤ۔جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں' کوشلیا تمہارا بال

بیکا نہیں کرسکتی۔آگے بڑھو اور اس خوب صورت لڑکی سے دو باتیں ضرور کرلو۔''

''کیا تم جو کچھ کہہ رہی ہو' سچ ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا۔

''ہاں۔میرے اوپر اعتماد کرو۔'' انکا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

انکا کے جملوں نے جیسے میرے جسم میں برقی لہر دوڑا دی۔یک لخت مجھے ایسا لگا جیسے میرے اندر بے پناہ طاقت آگئی ہو۔کچھ دیر قبل میں جس بے چارگی اور بے بسی کا شکار تھا' وہ اچانک جاتی رہی۔میں نے کوشلیا کے خوب صورت چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے دبنگ لہجے میں کہا۔

''کیا تم میری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتی ہو۔''

''بول! کیا چاہتا ہے۔'' کوشلیا نے شہزادیوں کی طرح کہا تو میں بڑی بے باکی سے بولا۔

''اگر تم اپنی بات کی پکی ہو تو میری یہ آخری خواہش پوری کردو۔میں چاہتا ہوں تم میری موجودگی میں تربینی کے منہ پر تھوک دو۔''

''ننئے۔حرامی۔'' تربینی شعلے کے مانند میری طرف لپکا۔''میں تجھے بتاؤں گا کمینے میں تیرے منہ پر پیشاب کرواتا ہوں۔''

کوشلیا کو بھی میرے اچانک بدلتے ہوئے طرز عمل پر حیرت ہوئی تھی پھر جب تربینی داس کسی زخمی درندے کی طرح جھپٹ کر آگے بڑھا تو وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ایک ثانئے کے لیے میں بھی خوف زدہ ہوگیا مگر اسی وقت انکا نے مجھے اپنی سمت متوجہ کرکے کسی قدر جوشیلے انداز میں کہا۔ ''جمیل' اس ڈرامے کو اور خوب صورت بناؤ۔تمہیں نہیں معلوم کہ تم نے برکاتی شاہ کے بتائے ہوئے وظیفے پر عمل کرکے کیسی طاقت حاصل کرلی ہے۔سنو تربینی کے سر سے اترتے ہی میں تمہاری ہوچکی ہوں۔صرف اس بات کی دیر تھی کہ کب تربینی مجھے خود سے جدا کرے اور میں تمہارے سر پر پہنچ جاؤں۔اب میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے پر مجبور ہوں۔صرف تمہاری' تمہارے لیے۔''

انکا کی باتوں نے مجھے نئی زندگی کا پیغام دیا اور میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔میری آنکھوں میں مسرت کے ہزاروں دیپ روشن ہوگئے۔میں نے ایک بار انکا کو بڑی اپنائیت سے دیکھا۔مجھے اس وقت وہ بہت بھولی بھالی' معصوم اور دلکش نظر آئی۔وہ مجھے اس وقت اپنے تمام خوابوں کی حسین تعبیر نظر آرہی تھی۔میرا جی چاہا کہ میں اسے سر سے اتار کر اپنے دل میں رکھ لوں۔ابھی میں انکا کی غزالی آنکھوں میں جھانک رہا تھا کہ تربینی کی کرخت آواز کمرے میں گونجی۔وہ کوشلیا سے مخاطب تھا۔

''کوشیلی۔لاؤ یہ پستول مجھے دو۔اس حرامزادے کو میں ابھی تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔تم دیکھو ابھی کیسا تماشا ہوتا ہے۔مجھے یقین ہے تمہیں اس کھیل میں بہت لطف آئے گا۔''

کوشلیا اب بری طرح سہم چکی تھی۔اس نے پستول تربینی کو تھما دیا۔میں اب قطعاً خوف زدہ نہیں تھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے جی میں اس صورت حال سے لطیف لینے کا خیال آیا۔ میں نے تربینی کو جو انکا کے پراسرار وجود کے میرے سر پر منتقل ہو جانے کی حقیقت سے ناواقف تھا' سنجیدگی سے دیکھا اور بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔ ''تربینی داس' تم نے مجھے متر کہا تھا لیکن افسوس تم اپنا وچن بھول گئے' کیا تمہارے دھرم نے یہی سکھایا ہے کہ دوست بنا کر پیچھے اس کی کمر میں چھرا گھونپ دو۔''

''دھرم کے بچے۔'' تربینی غراتے ہوئے بولا۔ ''میں تجھے ابھی کیڑے کی طرح مسل دوں گا۔''

''تم کچھ اور زیادہ بڑھ رہے ہو تربینی داس۔'' میں نے بہت نرمی سے کہا۔ ''میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم مجھ سے معافی مانگ لو۔ میں تمہیں شما بھی کر سکتا ہوں۔''

''تو اور مجھے شما کرے گا۔'' تربینی حیرت سے فلک شگاف قہقہے لگانے لگا۔ اسے میری صحیح الدماغی پر غالباً شبہ ہو رہا تھا۔ چند ثانئے تک وہ جھوم جھوم کر قہقہے لگاتا رہا پھر یک لخت اس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ اس نے پستول کا رخ میری جانب کر کے لبلبی دبا دی۔ اسی وقت انکا نے مجھے مشورے دینے شروع کر دیے کہ میں کس سمت مڑ جاؤں۔ پہلا وار خالی گیا۔ میں وہیں کھڑے کھڑے پہلو بچا گیا۔ میں تربینی کی بوکھلاہٹ پر مسکرایا تو اس پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔ یکے بعد دیگرے اس نے پستول کی باقی ماندہ گولیاں بھی میرے اوپر داغ دیں۔ انکا لمحوں میں مجھے نشانے سے بچا دیتی تھی۔ میری حالت تربینی کی گولیوں کے درمیان کسی ناچنے والی کی سی رہی۔ تربینی کا ہر نشانہ خطا گیا۔ وہ میرا بال بیکا بھی نہ کر سکا پھر اچانک میں نے تربینی کو یوں چونکتے ہوئے دیکھا جیسے اسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔ اس نے براہ راست میرے سر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ ''انکا' میری آ گیا ہے کہ تو اس حرام زادے نٹنے کو بے بس کر کے میرے چرنوں میں ڈال دے۔ آج میں تیرے لیے اسی مشٹنڈے کا خون فراہم کروں گا۔''

''خوب۔'' میں نے آنکھیں نچا کر کہا۔ مجھے تربینی کے چہرے پر وحشت کے آثار دیکھ کر ہنسی آگئی۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انکا بول پڑی۔

''جمیل! تم یہاں سے خاموشی سے چلے جاؤ۔ کوشلیا کو دیکھ کر میرا برا حال ہو رہا ہے۔'' انکا نے اپنے گلابی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ ''کوشلیا کے جسم کو دیکھو۔ کیسا انار کی طرح سرخ ہو رہا ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ انکا کا مقصد کیا ہے۔ ۔ کوشلیا پر ریجھ گئی تھی اور اس کا خون پینے کی خواہش مند تھی۔ مجھے بھلا کیا انکار ہو سکتا تھا لیکن جانے سے پہلے میں تربینی کو کوئی سبق دینا چاہتا تھا۔ مجھے ان مظالم کا حساب چکانا تھا جو تربینی نے میرے اوپر توڑے تھے مگر انکا سے کچھ کہنے سے پیشتر ہی تربینی نے پھر انکا کو آواز دی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس کے سر کے بال بکھر گئے تھے اور وہ وحشت زدہ نظر آتا تھا۔ کوشلیا سہمی دور کھڑی تھی اور اس نے ایک کوٹ سے اپنے جسم کو چھپانا شروع کر دیا تھا۔

''جمیل! مجھے اجازت دو کہ میں کوشلیا کے تازہ خون سے اپنے وجود کو سیراب کروں۔'' انکا نے

کہا۔ ''میں وعدہ کرتی ہوں کہ کل صبح تک دوبارہ تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ تربینی سے اپنا حساب تم بعد میں چکا لینا جمیل۔ میری بات غور سے سنو۔ میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

انکا نے کچھ ایسے ملتجیانہ انداز میں یہ درخواست کی تھی کہ میں اسے رد نہ کر سکا مگر جانے سے پہلے میں نے اس سے دل ہی دل میں کہا۔ ''تربینی کو ایسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اور یہ کوشلیا جو لباس پہن رہی ہے' اس سے کچھ نمٹنے کو دل کہتا ہے۔''

''دل جو کچھ کہتا ہے وہ اب خوب پورا کر لینا۔ کوشلیا جیسی ہزاروں لڑکیاں تمہیں ملیں گی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تربینی سے کوشلیا کو ختم کراؤں گی اور تربینی کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جائے گا۔ تمہارے انتقام کا یہ طریقہ کیسا رہے گا۔'' انکا نے کسی سمجھ دار بوڑھی عورت کی طرح کہا۔

''تم بہت ذہین ہو مگر مجھے اجازت دو کہ میں دو دو ہاتھ تربینی سے ضرور کر لوں ورنہ مجھے رات کو نیند نہیں آئے گی۔'' انکا سے یہ بات میں نے زبان سے نہیں کہی اس لیے کہ زبانی کہتا تو تربینی کو پتا چل جاتا۔ میں دل میں اس بات کا تصور کرتا اور مجھے معلوم تھا کہ انکا دل کا احوال پڑھنے کی طاقت رکھتی ہے۔

''ٹھیک ہے مگر جلدی کرو تاکہ کوشلیا کی یہاں موجودگی ... تربینی کا نشے میں ہونا اور پھر ایک قتل۔ یہ موقع نکل جائے گا۔ جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔'' انکا نے مجھے سمجھایا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں انکا سے کہہ کر بہت آہستگی سے تربینی کی طرف بڑھا جو مجھے بری طرح گالیاں بک رہا تھا۔ مجھے قریب آتا دیکھ کر اس کی گالیوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ دوسری طرف مجھے کوشلیا دروازے کی طرف بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے تربینی کی طرف بڑھنے کے بجائے لپک کر اسے پکڑا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے پوری طاقت سے ایک زوردار طمانچہ اس کے رخسار پر رسید کیا۔ میرے اوپر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔

میں نے اس کا بازو کھینچا تو وہ فرش پر لڑھک گئی۔ اس عرصے میں تربینی داس میرے اوپر کود چکا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر گھونسے مارنے شروع کر دیے۔ ادھر کوشلیا نے موقع غنیمت دیکھ کر اپنے شکستہ لباس کی پروا کیے بغیر میری ٹانگ میں دانت گاڑ دیے۔ تکلیف کی شدت سے میں بلبلا اٹھا۔ عین اسی لمحے انکا میرے سر سے اتر گئی اور میں نے تربینی کو چیختے ہوئے فرش پر لوٹتے دیکھا۔ انکا تربینی کے سر پر پہنچ گئی تھی۔ تربینی کو اس عالم میں دیکھ کر میں پھر کوشلیا کی طرف بڑھا اور نہ جانے مجھے کیا ہوا' میں نے جنون میں اس کا لباس نوچنا شروع کر دیا۔ جب وہ تقریباً برہنہ ہو گئی اور اس نے مزاحمت ترک کر دی تو میں نے ایک لات اس کے چہرے پر ماری۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ خون کو دیکھ کر میں سنبھلا! حالانکہ میں کوشلیا کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مجھے انکا کی ہدایت یاد آگئی اور میں نے تڑپتے ہوئے تربینی داس کو مخاطب کیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''تربینی داس! میں جا رہا ہوں۔ تم نے آج جو سزا میرے لیے تجویز کی تھی اس کا میں خیال رکھوں گا۔ ہماری دوسری ملاقات جلد ہوگی۔''

پھر میں نے کوشلیا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں اسے حقارت کی نظروں سے گھورتا ہوا باہر آ گیا اور تاریکی میں ملازموں کی نظروں سے بچتا بچاتا تربینی کے بنگلے سے باہر نکل گیا۔ ہوٹل پہنچ کر جب میں اپنے بستر پر دراز ہوا تو میرے سامنے ایک طویل پروگرام تھا۔ میں اپنے اندر غیر معمولی طاقت محسوس کر رہا تھا۔ میرا پورا ماضی میرے سامنے تھا۔ چہرے میری نظروں کے سامنے ابھر رہے تھے۔ ایک طویل مشقت کے بعد کہیں یہ دن آیا تھا۔ اس رات میں بہت دنوں بعد سکون کی نیند سویا۔ صرف مجھے انکا کا انتظار تھا۔ دیکھیں وہ کب میرے پاس آتی ہے۔ آنے والا کل میرے لیے بہت اہم تھا۔

☆============☆============☆

اب میری قسمت کا ستارہ چمکنے کے لیے کسی آنے والے کل کی دیر نہیں تھی۔ صبح جب میں سو کر اٹھا تو ایک فرحت بخش احساس تھا۔ ایک ایسی لذت جو میں نے بہت دنوں بعد محسوس کی۔ انکا آ رہی تھی۔ وہ ننھی منی حسین و جمیل پراسرار عورت، جس نے مجھے عجیب و غریب حالات سے دوچار کر دیا تھا۔ بہت کم لوگ ہوں گے جن کی زندگی میں اتنے نشیب و فراز آئے ہوں گے۔ ایک عرصے سے میں انکا کی نوازشوں، اس کے ستم، اس کے عتاب اور اس کی محبتوں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب انکا کے وہ الفاظ میرے کانوں میں رس انڈیل رہے تھے کہ میں نے برکاتی شاہ کا وظیفہ پڑھ کر تربینی سے اسے چھین لینے کی قوت حاصل کر لی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تربینی کے سر سے اترتے ہی وہ میری ہو چکی ہے۔ صرف اس بات کی دیر تھی کہ کب تربینی اسے خود سے جدا کرے اور کب وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ میری ہر خواہش پوری کرنے پر مجبور تھی۔ مجھے اس کا ایک ایک جملہ یاد آ رہا تھا۔ جب وہ کہہ رہی تھی۔

''یہ مذاق نہیں جمیل۔ یقین کرو اب میں صرف تمہاری ہوں۔ صرف تمہاری۔''

انکا اب میری ہے۔ جن حضرات نے میری یہ داستان پڑھی ہے ان سے یہ اظہار کرنے کی ضرورت نہیں کہ انکا کی آمد کا مژدہ سن کر میرے دل کا کیا عالم ہوا۔ میں نے انکا کی پراسرار طاقت دیکھی تھی۔ انکا کی وجہ سے زندگی کے سب سے خوب صورت دن میرے ساتھ وابستہ رہے۔ اس دن ناشتہ کرنے کے بعد لان پر ایک آرام کرسی پر دراز دھوپ کا لطف اٹھا رہا تھا اور مستقبل کے پروگرام بنا رہا تھا۔ اس بار انکا آئے گی تو میں کیا کروں گا۔ میں اس انمول ہیرے کو تمام تر حفاظت سے رکھوں گا۔ برکاتی شاہ اور بدری نرائن نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ اب میں لہو و لعب سے پرہیز کروں گا اور ایک نئی زندگی کی ابتدا کروں گا۔ ایک ایسی زندگی جو برائیوں سے دور ہو۔ مجھے گزشتہ سالوں میں انکا کو صحیح طور پر استعمال نہ

کرنے کا غم تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب میں سب کچھ بدل دوں گا۔ میری نرگس میرے پاس آ جائے گی۔ جب نرگس کا خیال آیا تو اصفہانی صاحب کا رویہ بھی مجھے یاد آ گیا اور میری مٹھیاں خود بخود بھنچ گئیں۔ میں نے اس وقت اصفہانی صاحب کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہا مگر وہ تو ایک طویل فہرست تھی ان لوگوں کی جن سے انتقام لینے کو جی چاہتا تھا۔ وہ تمام لوگ جنہوں نے میری حالت بگڑتے دیکھ کر مجھ سے منہ پھیر لیا تھا۔ میرے کاروبار کے ساتھی، لڑکیاں، تربینی اور اصفہانی صاحب وہ تمام لوگ جو مجھے بھیک دیتے ہوئے ٹھوکر مار کر چلے جاتے تھے۔ وہ مردم آزار نظریں، وہ شرمناک رویے۔ میں نے خود کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ میں ان سب کو بھلا دوں۔ اب انتقام لینے سے کیا حاصل، اور میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا لیکن تربینی اور اصفہانی کے سلسلے میں خود پر قابو نہ پا سکا۔

بہرحال انکا کی آمد میرے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھی۔ میں دن میں اپنے سنہری مستقبل کے خواب دیکھ رہا تھا۔ یہ صبح میرے لیے ایک نیا پیغام لے کر طلوع ہوئی تھی۔ جب میں ناشتہ کر چکا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے وہ آ گئی تھی۔ وہی انکا۔ میری زندگی، وہ واقعی آ گئی تھی۔ اب کچھ جھوٹ نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں بوجھل تھیں، غنودہ، اس نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ مستی سے بھرپور ایک نگاہ پھر اس نے ایک انگڑائی لی، اور میرا جی چاہا کہ میں اس کے حسین وجود کو اپنے دل میں رکھ لوں۔ میں اس سے آج بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی آمد پر اپنی بے پناہ مسرت اور اس سے اپنی شدید وابستگی کا اظہار کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ وہ رات بھر کوشلیا سے مصروف رہی ہوگی۔ اس لیے اس کی آنکھوں میں خمار تھا۔ میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم آ گئیں۔ میں تمہارا شدت سے منتظر تھا۔''

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔'' اس نے تمام تر شیرینی سے جواب دیا۔

''تمہاری آنکھوں میں نیند ہے۔ تم کچھ دیر کے لیے سو جاؤ۔''

''نہیں ایسی بات بھی نہیں جمیل۔'' وہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

''سو جاؤ میری جان۔'' میں نے اصرار کیا۔

''ارے اتنی محبت کا اظہار نہ کرو۔ میں ایک آنی جانی چیز ہوں۔''

''اچھا باتیں بند کرو..... اور اطمینان سے سو جاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت میرے احساسات کیا ہیں؟''

''مجھے معلوم ہے۔''

''کیا معلوم ہے؟''

''یہی کہ تم اس وقت میرے عشق میں بری طرح مبتلا ہو۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''ہاں انکا' انکا۔ بہت دنوں بعد یہ دن آیا ہے۔ میں نے تمہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ اب میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ کوئی عزیز شے اتنے دکھوں کے بعد ملے تو کیا کیا خوشیاں محسوس نہ ہوتی ہوں گی۔ یہی حال میرا ہے۔''

''مگر تم نے میرے متعلق بڑی بدگمانی کی۔''

''تم نے بھی کچھ کم ظلم میرے اوپر نہیں توڑے۔''

''میں مجبور تھی۔ بتاؤ میں کیا کرتی۔''

'' کچھ تو خیال کیا ہوتا۔ انکا' کیا تمہیں میرے اوپر ظلم کرتے ہوئے واقعی کوئی دکھ نہیں ہوتا تھا۔''

''یقین کرو' ہوتا تھا۔'' انکا نے اداسی سے کہا۔

''پھر تم اتنی سنگ دل کیسے بن جاتی تھیں۔ تم نے پچھلے تعلقات کی کی کوئی رعایت بھی مجھے نہیں دی۔'' میں نے شکایتاً کہا۔

''جمیل' تربینی نے مجھے جاپ کر کے حاصل کیا تھا تم تو جانتے ہو کہ جو میرا جاپ کر لیتا ہے' میں اس کی تابع رہتی ہوں۔ میں اس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''بہر حال گزری ہوئی باتوں کو بھول جاؤ۔ اب میں کسی اور کو جاپ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ تم نظر رکھنا کہ کون تمہارے اوپر للچائی ہوئی نظریں رکھتا ہے' میں اس کا کام وقت سے پہلے تمام کر دوں گا۔'' میں نے جوش سے کہا۔

'' آگے کیا ہو گا اس پر توجہ نہ کرو۔ جو لمحے ملے ہیں' انہیں سرمستی سے گزار دو۔''

''کیا مطلب۔ کیا اب بھی کوئی امکان رہ گیا ہے؟''

''ارے نہیں۔ نہیں جمیل' میرا مطلب ہے تمہیں اپنے الجھے ہوئے حالات کو سنبھالنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔''

''وہ تو میں کروں گا لیکن تم کچھ اداس باتیں کر رہی ہو۔''

''نہیں' ایسا نہیں ہے۔ ویسے تم نے پچھلے دنوں بہت بے وقوفیاں کیں۔ حالات اتنے خراب نہ ہوتے جتنے ہو گئے۔''

میں دوپہر تک انکا سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ میرے سر پر بائیں کروٹ لیٹی تھیں۔ اپنے نازک ہاتھوں کو اس نے بطور تکیہ استعمال کیا تھا۔ تنفس کے ساتھ اس کے جسمانی نشیب و فراز کے زیر و بم مجھ پر نشے کی کیفیت طاری کر رہے تھے۔ میں نے اسے والہانہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی مست آنکھوں میں مجھے اپنا تابناک مستقبل نظر آ رہا تھا۔ انکا نے جماہی لی اور بڑے ناز و ادا سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو انکا کے ہونٹوں پر ایک دلکش تبسم جاگ اٹھا۔ میری آنکھوں میں وہ شوخی سے جھانکنے

لگی تو میں نے پوچھا۔

''رات کیسی گزری۔ کوشلیا کیسی تھی؟''

''مت پوچھو جمیل۔ بہت عرصے بعد کوشلیا جیسا کوئی جسم ملا۔ تم نے دیکھا تھا کہ اس کی رنگت کتنی سرخ تھی۔ اس میں خون ہی خون تھا۔ مجھ پر تو نشہ طاری ہو گیا۔''

''اچھا۔ بہت اچھی لگی وہ تمہیں؟''

''ہاں۔ وہ بڑی خوش ذائقہ نکلی۔''

انکا نے کوشلیا کا قصہ بڑی دلچسپی سے سنایا۔ انکا کے گفتگو کرنے کا اپنا ایک مخصوص انداز تھا۔ میں دیر تک اس کی بھولی بھالی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر معاً مجھے تربینی کا خیال آ گیا۔ میں نے پوچھا۔

''تم نے مجھے تربینی کے بارے میں نہیں بتایا؟ اس کا کیا ہوا؟''

''تمہارا دشمن اس وقت پولیس کے قبضے میں ہے۔ پولیس نے وہ پستول بھی قبضے میں کر لیا ہے جس سے تربینی نے کوشلیا کو مارا تھا۔ تربینی کی حویلی کو سربمہر کر دیا گیا ہے۔ اب بڑے بڑے رازوں سے پردہ اٹھے گا۔''

''جس وقت کوشلیا قتل ہوئی' اس وقت پولیس موجود تھی؟''

''نہیں۔ پولیس کوئی آواز سنتی تو اندر آتی۔ پھر جیسے ہی فائر کی آواز آئی' پولیس نے اندر داخل ہو کر تربینی کو گرفتار کر لیا۔ وہ پولیس کی آمد پر کوٹھی میں چھپا چھپا پھر رہا تھا اور ملازموں سے پناہ مانگ رہا تھا۔''

''مگر یہ برا ہوا۔'' میں نے اپنا نچلا ہونٹ دباتے ہوئے کہا۔ ''اگر تربینی کو لمبی سزا ہو گئی تو میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میں اسے اتنی آسان سزا نہیں دینا چاہتا۔ انکا اس نے مجھ پر بڑے ظلم توڑے ہیں۔ بڑی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ میں اپنی مرضی کے مطابق اسے سزا دینا چاہتا ہوں۔''

''بس اتنی سی بات ہے۔'' انکا نے اپنے گھنیرے بالوں کو سر کی جنبش سے پیچھے کرتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ ''تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم میرے آقا ہو' میں تمہاری باندی۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کروں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تربینی کو اپنے ہاتھوں سزا دو تو وہ پولیس کے شکنجے سے نکل سکتا ہے۔''

''مگر کس طرح؟ پولیس نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا تو انکا بے اختیار ہنس پڑی اور شوخ نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

''اپنی انکا کے بارے میں تم ابھی کچھ نہیں جانتے۔ ابھی کیا دیکھا ہے تم نے تو ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ مجھے یہ شکایت ہی رہی کہ کسی نے مجھ سے وہ کام نہیں لیا جو میں کر سکتی ہوں۔ تربینی بھی بس عورت' پیسے اور شراب کا رسیا تھا اور معمولی کام مجھ سے لیتا تھا۔ تم نے بھی یہی کیا۔ حالانکہ یہ کام تو نہایت معمولی ہیں بچی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بات تو یہ ہے میں جو کسی شخص کے لیے کرسکتی ہوں وہ کسی کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ میری صلاحیتیں اور طاقتیں اپنے دائرے میں رہ کر بہت کچھ کرسکتی ہیں۔ میری کچھ حدود ہیں لیکن میں اپنی حدود میں رہ کر بھی بڑے بڑے کام کرسکتی ہوں۔ میں کسی کو قتل نہیں کرسکتی لیکن میں یہ کام بڑی آسانی سے کرواسکتی ہوں۔ میں اپنے حصول کے لیے جاپ کرنے والے کو نقصان نہیں پہنچاسکتی مگر میں بتاسکتی ہوں کہ کون کب اور کہاں جاپ کررہا ہے۔ میں خون خود حاصل نہیں کرسکتی لیکن اپنے لیے خون فراہم کروانا میرے لیے مشکل نہیں۔ میں ذہنوں کو پلٹ دیتی ہوں لیکن اس کے لیے وہاں میری موجودگی ضروری ہے۔ میں انکا ہوں جمیل احمد صاحب۔ میرا نام انکا ہے اور اب میں تمہاری باندی ہوں۔ تربینی کو پولیس کے چنگل سے نجات دلانا کون سا مشکل کام ہے۔ اگر تربینی کا ملازم کوشلیا کے قتل کا الزام اپنے سر لے لے تو کیسا رہے؟ اس طرح تربینی بچ جائیگا اور پھر تم تربینی کے ساتھ جو چاہے کر لینا۔''

''مگر......'' میں کچھ کہتے کہتے چپ ہوگیا۔ میں انکا سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ پستول پر ثبت تربینی کے ہاتھ اور انگلیوں کے نشانات کا کیا بنے گا لیکن مجھے فوراً انکا کی پراسرار قوتوں کا خیال آگیا۔ وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''میں یہی چاہتا ہوں کہ تربینی کوشلیا کے قتل کے الزام سے چھوٹ جائے۔''

''تمہارا اشارہ کافی ہے۔'' انکا نے اپنی دراز پلکوں اور سر کو ایک طرف جھکاتے ہوئے پیار سے کہا اور پھر کھڑے ہو کر بولی۔ ''میں چلتی ہوں۔ میرا وہاں جانا یوں ضروری ہے کہ ملازم کو اقبال جرم کرانے 'کیس کو الجھانے' پستول پر ملازم کے نشانات بنانے اور پولیس افسران کے ذہن کو قلابازیاں کھلانے میں وقت صرف کرنا پڑے گا۔ اجازت دو مجھے۔''

''جگر تم تو ابھی سونا چاہو گی۔ رات بھر تم کوشلیا سے مصروف رہی ہو گی۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

''میں اطمینان سے سولوں گی۔ اس وقت میرا جانا ضروری ہے۔'' انکا نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔ میں نے بھی اسے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''اجازت ہے میری خوب صورت کنیز۔ تم جاؤ لیکن خیال رہے جتنی دیر تم میری نظروں سے دور رہو گی میرا حال برا رہے گا۔ واپسی میں دیر ہوگی تو میں تم سے باقاعدہ ناراض بھی ہوسکتا ہوں۔''

''کنیز کوشش کرے گی کہ وہ حضور کی دل جوئی کی خاطر جلد سے جلد واپس ہو۔'' انکا نے شوخی سے کہا۔ کچھ دیر بعد وہ میرے سر سے چلی گئی۔ اب میرے سامنے ایک طویل پروگرام تھا۔ میں نے تیزی سے اپنے ذہن کو نئے حالات سے نپٹنے کے لیے تیار کیا۔ تربینی سے نپٹ کر مجھے نرگس کے پاس پہنچنا تھا اور وہاں اصفہانی صاحب سے ملنا تھا۔ میں نے ایک پروگرام تیار کیا۔ انکا کے واپس آجانے کے بعد اب

Downloaded from Paksociety.com

کوئی کام مشکل معلوم نہیں ہوتا تھا۔

دوپہر تک میں انکا کی راہ دیکھتا رہا پھر کھانا کھا کر کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔ شام کو آنکھ کھلی تو میں نے عالم تصور میں انکا کی جانب دیکھا مگر انکا ابھی واپس نہیں آئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اسے اتنی دیر کہاں لگ گئی پھر میں نے بیرے کو بلا کر چائے لانے کو کہا اور اٹھ کر بالکونی میں آگیا۔ ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکوں نے مجھے فرحت بخشی۔ بیرا چائے لے کر آیا تو میں نے اپنے لیے ایک کپ تیار کیا۔ ابھی پہلا گھونٹ حلق سے اتار رہا تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ انکا واپس آگئی ہے۔ میں نے سر کی جانب دیکھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ انکا حقیقتاً میرے سر پر موجود تھی۔ قبل اس کے کہ میں اسے مخاطب کرتا وہ از خود بولی۔

''جمیل میں نے تمام حالات ٹھیک کردیے ہیں۔ کل صبح تربینی کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے میں نے اس کے ملازم رام پرشاد سے پولیس کے سامنے اقرار جرم کرالیا ہے' وہ کل مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہو کر اقبال جرم کرلے گا۔ پستول پر سے کسی کی انگلیوں کے نشانات دستیاب نہیں ہوسکیں گے کیونکہ انہیں صاف کردیا گیا ہے۔''

''گویا مجھے اب ایک روز اور اس شہر میں رہنا پڑے گا۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو انکا مسکرا کر بولی۔ ''نرگس بہت زیادہ یاد آرہی ہے۔ کیوں جمیل؟''

''ہاں انکا۔ سچ مچ نرگس بہت یاد آرہی ہے' بہت زیادہ۔''

''اس نے تمہاری خاطر بہت دکھ جھیلے اور ظلم سہے ہیں۔''

''یہی احساس مجھے ستاتا ہے انکا۔ میں اب اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اب تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔'' انکا نے سنجیدگی سے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولی۔ ''نازلی یاد ہے تمہیں جمیل؟ کہو تو اصفہانی صاحب کو پھر کسی عورت کے چکر میں پھنسا دیا جائے۔ بڑا لطف رہے گا۔''

''ان باتوں کا فیصلہ نرگس کرے گی۔'' میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر وہ کمینہ نرگس کا باپ نہ ہوتا تو میں یقیناً اسے عبرتناک حالات سے دوچار کرادیتا۔''

نرگس کے ذکر سے میری بے بسی بڑھ گئی۔ انکا جو دل کا حال پڑھنے میں کمال رکھتی تھی' مجھے افسردہ دیکھ کر چند ثانیے کے لیے خود بھی سنجیدہ ہوگئی پھر بڑی خوب صورتی سے باتوں کا رخ بدل کر بولی۔

''جمیل تربینی داس نے میرے بل بوتے پر بڑے بڑے گل کھلائے ہیں۔ اس کے گناہوں کی فہرست طویل ہے' مگر مجھے ایک بات کی خوشی ہے کہ وہ کلدیپ کو حاصل نہیں کرسکا۔''

''یہ کلدیپ کون ہے انکا؟ میں یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔''

''کلدیپ۔'' انکا نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ ''کلدیپ تو ایک پری ہے۔ تم نے اتنی حسین لڑکی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔"

"کون ہے وہ۔ کیا نرگس سے بھی زیادہ حسین ہے؟"

"نرگس کی بات اور ہے اس کی اور۔ نرگس ایک گھریلو عورت ہے۔ کلدیپ کے ہاں جو ادائیں اور تیور ہے وہ نرگس میں کہاں۔ کلدیپ تو جمیل وہ لڑکی ہے کہ اس کی ایک ایک ادا پر لوگ جانیں قربان کر دیں۔

"اسی لیے تو میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس کلب میں لے چلو' جہاں کلدیپ بیٹھتی ہے۔ وہاں ہم دونوں جشن منائے گے۔" انکا نے مسرت سے کہا۔

"خوب۔ تم بھی آج موڈ میں ہو' چلو جہاں چاہو لے چلو' جہنم میں لے چلو...... لیکن انکا اب ہمیں اعتدال کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔" میں نے اسے نصیحت کی پھر مجھے اچانک خیال آیا۔" انکا میرے پاس کلب میں جانے کے لیے روپے نہیں۔ کپڑے بھی کلب جیسے نہیں۔"

"یہ کوئی گھبرانے کی بات ہے' میں تمہیں روپے تو فراہم نہیں کر سکتی' لیکن ایک ترکیب میرے ذہن میں آ رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"سنو میں ہوٹل کے منیجر کے سر پر جاتی ہوں۔ اسے اپنے ساتھ کچھ نقدی لانے پر مجبور کرتی ہو۔ وہ نقدی میں نیچے کے حال سے ملحق باتھ روم میں رکھوا دو گی۔ تم فوراً وہاں چلے آنا اور نقدی اٹھا کر لے آنا۔ منیجر کے سر پر جانے کے بعد یہ کام کرانا میرے لیے کچھ مشکل نہیں' ریس کا وقت نہیں رہا۔ اس کے بعد تم بازار سے لے کر اعلیٰ درجے کے کپڑے پہننا اور کلب چلنا۔"

"یہ تو بہت عمدہ ترکیب ہے۔ تم جاؤ۔ میں کلدیپ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔" میں نے مضطرب ہو کر کہا۔

"خوب۔ ابھی تم نرگس کے بارے میں بے چین ہو رہے تھے؟" انکا نے طنزاً کہا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ نرگس کی بات اور ہے کلدیپ کی اور۔"

"تم بہت شریر ہو۔" یہ کہہ کر انکا میرے سر سے اتر گئی۔ چند لمحوں بعد میں نے ہوٹل کے منیجر کو لان کے باتھ روم کی طرف جاتے دیکھا۔ جب وہ واپس آیا تو میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں کوئی ڈھائی ہزار روپے بڑی احتیاط سے رکھے ہوئے تھے جیسے وہ میرے ہوں۔ میں نے انہیں گنے بغیر اٹھا لیا اور فوراً باہر نکل آیا۔ جب میں اوپر اپنے کمرے میں پہنچا تو کچھ دیر بعد انکا واپس آ گئی۔ میں نے جلدی جلدی لباس درست کیا اور ہوٹل سے رخصت ہو گیا۔ باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑ لی اور ایک بڑی دکان سے اپنے لیے ایک سوٹ' قمیص' جوتے موزے اور دیگر چیزیں خریدیں۔ میں نے اپنا لباس وہی چھوڑ دیا جو میں پھر

کبھی واپس لے کر نہیں آیا۔ راستے میں انکا مجھے کلدیپ کے بارے میں اور کچھ بتاتی رہی۔ میں کبھی اس کے جواب میں سر ہلا دیتا اور کبھی مسکرا دیتا۔ میرے مسکرانے پر کئی بار ٹیکسی والے نے مجھے مڑ کر دیکھا اور حیرت سے خاموش ہو گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں انکا سے کھل کر بات کرنا مناسب نہ تھا۔

کلب میں عام آدمیوں کا داخلہ بند تھا۔ صرف ممبر اندر جا سکتے تھے' دروازے پر پہنچ کر یہ مشکل پیش آ گئی۔ میں تمکنت اور ایک عجیب خسروانہ انداز کے ساتھ اندر داخل ہونے ہی والا تھا کہ ایک ملازم نہایت ادب کے ساتھ مجھ سے گویا ہوا۔ "مجھے معاف کر دیجئے۔ اگر میں یہ پوچھنے کی جسارت کروں کہ کیا آپ نے آج ہی کلب کی ممبر شپ حاصل کی ہے؟"

میں نے جواب میں اسے اعتماد کے ساتھ دیکھا اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکرا دیا پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے سو روپے کے دو نوٹ تھما دیے۔

"بخدا۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ جناب والا۔ اس کلب کا دستور ہے کہ......"

وہ اپنی بات پوری بھی نہیں کر پایا تھا کہ میں آگے بڑھ گیا۔ وہاں کے دوسرے ملازمین کی نظروں میں اجنبیت اور حیرت موجود تھی لیکن میرے پاس آنے اور مجھ سے استفسار کرنے کی جرات کسی میں نہ ہوئی۔

انکا نے یہ اجنبیت محسوس کی تو وہ ایک شخص کو میری میز پر لے آئی جو مجھے دیکھتے ہی بغل گیر ہو گیا۔ "آخاہ نواب صاحب آف جمیل نگر۔ حضور والا آپ کب تشریف لائے؟"

میں اس شخص سے بالکل واقف نہیں تھا لیکن انکا چونکہ میرے سر پر نہیں تھی اس لیے یقیناً اس کے سر پر چلی گئی ہو گی۔ میں نے بے نیازی سے کہا' کل صبح۔"

وہ بھاگا بھاگا منیجر کے پاس گیا اور تھوڑی دیر میں منیجر اپنے سٹاف کے ساتھ میری میز کے گرد ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اس شخص نے جس کا نام رمیش چندر تھا' مجھے سب سے بڑے القاب و آداب کے ساتھ ملوایا۔ ہر شخص جھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر میں رمیش چندر کی تیز کلامی اور شیریں بیانی کے سبب میں اس شام وہاں کی سب سے اہم شخصیت بن گیا۔ منیجر نے مجھے اعزازی ممبر شپ فارم پیش کیا جسے میں نے دیکھے بغیر دستخط کر دیے۔ میری آمد کے بعد کلب کے تین چار پرانے ممبروں سے رمیش چندر نے میرا تعارف کرایا۔ رمیش خود بھی کلب کا سرکردہ ممبر تھا۔ مجھے انکا کا یہ انتخاب بہت پسند آیا۔ رمیش کا یہ حال تھا کہ بچھا بچھا جاتا تھا۔ ادھر میری نظریں کلدیپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ میں لوگوں کے پُرتپاک استقبال پر کسی قدر مسکراتا۔ گردن ہلاتا اور مختصر سا جملہ کہہ کر خاموش ہو جاتا۔ کلب میں خاصی عورتیں تھیں۔ حسین و جمیل تندرست و توانا عورتیں۔ منیجر نے میرے سامنے دنیا بھر کے مشروبات رکھ دیے تھے۔ رمیش چندر نے اعلیٰ درجے کی اسکاچ کا پیگ بنا کر مجھے دیا۔ میں اب شراب نہیں پینا چاہتا تھا' لیکن کلب کے اس ماڈرن ماحول میں یہ بالکل ممکن نہیں تھا کہ میں اسکاچ سے انکار کر دوں میں نے طے کیا کہ بادہ نوشی احتیاط سے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کی جائے گی۔ اس شام منیجر نے میرا جام صحت تجویز کیا۔ کسی میں ہمت نہیں تھی جو جمیل نگر کے بارے میں کچھ پوچھتا پھر ایک صاحب بولے۔ "ریاست کا کیا حال ہے؟ آپ کی ریاست کے تو دور دور تک تذکرے ہیں۔ یہ سب آپ کی اقبال مندی کے سبب سے ہے' جمیل نگر کے لوگ خوش قسمت ہیں کہ انہیں آپ جیسا نواب ملا۔"

ایک صاحب نے تو یہاں تک کہا۔ "میں ایک دفعہ جمیل نگر گیا تھا۔ آپ کی نیاز حاصل کرنے کو بہت دل چاہا تھا لیکن مجھے کسی نے ملنے نہیں دیا۔ آج یہاں قسمت دیکھیے کہ کیسے ملاقات ہوگئی۔"

اس وقت کلب کی صورت یہ تھی کہ میں میر محفل تھا۔ سب کی نظریں مجھ پر تھیں' اب مشکل یہ تھی کہ رمیش چندر ہی مسلسل بولے جا رہا تھا' انکا کا اس کے سر پر سوار رہنا ضروری تھا۔ ادھر مجھے انکا کی ضرورت تھی۔ میں نے سامنے بیٹھی ہوئی پری وش کو دیکھ لیا تھا جو یقیناً کلدیپ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس کلب کی بلکہ یوں کہیے پونا کی اور اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ اور کہنے کی جرأت کروں کہ کئی شہروں کی حسین لڑکیوں کے مقابلے میں وہ ایک حسین لڑکی تھی۔ وہ بڑی سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی' لبوں پر سحر انگیز مسکراہٹ اور انداز میں دلربائی تھی۔ اس کا لباس شاہانہ تھا۔ وہ مجھے ایک مشکل لڑکی نظر آئی۔ ان تمام حشر سامانیوں کے باوجود وہ بڑی پُر وقار' بردبار لڑکی نظر آئی تھی۔ میں نے اس کی طرف اچٹتی نظروں سے دیکھا۔ میرا ذہن اس سے ہمکلامی کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ رمیش چندر اس بات کو تاڑ گیا۔ وہ فوراً اٹھا اور بولا۔ "حضور نواب صاحب' آیئے میں آپ کو اس کلب کی سب سے حسین اور معزز خاتون مس رتنا کلدیپ سے ملواؤں۔"

اس نے کلدیپ کو اشارہ کیا۔ میں اس کے آنے سے پہلے کھڑا ہوگیا۔ جب وہ ادھر آئی تو رمیش چندر نے تمام تر فصاحت کے ساتھ کہا۔ "نواب جمیل احمد خان صاحب۔ نواب آف جمیل نگر۔" میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ "اور یہ ہیں مس رتنا کلدیپ۔ اس کلب کی سب سے حسین' سب سے معزز خاتون۔"

"تم بہت شریر ہو رمی۔" کلدیپ نے مسکراتے ہوئے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "نواب صاحب آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

وہ میز پر بیٹھ گئی اور جمیل نگر کے بارے میں پوچھنے لگی۔ میں نے سرسری طور پر اس سے جمیل نگر کی خوش حالی اور اپنی ریاست کی عظمت کا تذکرہ کیا۔ میں کچھ بے نیاز سا شخص تھا۔ میری بات پوری نہ ہو پاتی تھی کہ رمیش چندر باقی باتیں کہہ دیتا تھا۔ جمیل نگر کے بارے میں اس کا نواب ہونے کے باوجود میری معلومات صفر کے برابر تھیں۔ رمیش کی شیریں بیانی اور تاثر انگیز انداز بیان سے کلدیپ یقیناً متاثر ہو رہی تھی۔ ہم دونوں کو جلد ہی رمیش نے بے تکلف کر دیا۔ اتنا کہ کلدیپ لطیف قہقہے لگانے لگی پھر

میرے اشارے پر ہم تینوں کلب کے ایک نسبتاً سنسان گوشے میں آ بیٹھے اور رمیش کچھ دیر ہمارے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اچانک معذرت کر کے رخصت ہوگیا۔ جب میں اور کلدیپ تنہا رہ گئے تو میں نے اس شام کی رنگینی کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کر کے کلدیپ کو اکسانا چاہا۔ میں اس سے بہت متاثر ہوگیا تھا۔ وہ تھی ہی ایسی' میں نے اس کے لیے ایک اور پیگ بنایا پھر رمیش نہیں آیا اور میں کوئی ساڑھے دس بجے تک کلدیپ کو شیشے میں اتارتا رہا۔ وہ خاصی خوش ذوق تھی۔ میں نے باتوں باتوں میں اسے یہ بھی بتا دیا کہ میں ایک تنہا شخص ہوں۔ ایک بڑی ریاست کا مالک مگر بہت اداس۔ میری شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کوئی امکان ایسا نہیں رہنے دیا جس سے میں کلدیپ کو اپنی جانب متوجہ نہ کر پاتا۔ وہ کئی پیگ چڑھانے کے بعد بھی بہت سنبھلی سنبھلی نظر آتی تھی۔ اس نے میری باتیں توجہ سے سنیں۔ وہ بار بار مسکرائی لیکن اس نے اپنے کسی تیور سے میری جانب التفات کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے اس انداز سے میری آتش شوق اور بھڑک اٹھی۔ جب گیارہ بج گئے تو منیجر نے رقص کا اعلان کیا۔ مجھے ایک عرصہ رقص کیے ہوئے ہوگیا تھا۔ بمبئی میں قیام کے دوران جب میرا واسطہ کلدیپ جیسی لڑکیوں سے عموماً رہتا تھا' میں رقص بھی کرتا تھا۔ منیجر کے اعلان کے بعد میں نے کلدیپ کی طرف بڑی آرزو کے ساتھ دیکھا۔ وہ ایک ادا سے اٹھی اور اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہال میں رقص شروع ہو چکا تھا۔ رمیش چندر وہاں موجود نہیں تھا۔ میں انکا کا منتظر تھا۔ اب اس کے بغیر کام مشکل نظر آتا تھا۔ سجے سجائے ہال میں رقص شروع ہوا اور مجھے محسوس ہوا جیسے میں شداد کے باغ ارم میں آ گیا ہوں۔ شراب اور شباب کی آمیزش نے اس ماحول کو بڑا سحر آگیں بنا دیا تھا۔ مجھ پر تو کلدیپ کے قرب سے جادو سا ہوگیا تھا۔ میں نے اپنی بانہہ کلدیپ کے لیے وا کر دی تھی اور اس نے میرا بازو پکڑ کر رقص کرنا شروع کر دیا۔ کلدیپ کے ساتھ رقص اف۔ کوئی اس خوش بختی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور پھر میرے جیسا آدمی' جو اسی شہر کی سڑکوں پر بھیک مانگا کرتا تھا۔ جو کل رات ہی ذلت کی موت مرنے والا تھا۔ یہ انکا کی آمد کا سحر تھا۔ یہ سب انکا کا اعجاز تھا' ورنہ میں کیا تھا' رقص کے تین چار راؤنڈ ہم نے لیے تھے کہ انکا میرے سر پر آ گئی اور آتے ہی بولی۔ "خوب تم نے تو رنگ جما دیا۔"

میں خاموش رہا تو انکا بولی۔ "کیا خیال ہے؟"

جواب میں' میں نے کلدیپ کو کسی قدر قریب کر لیا اتنا کہ وہ کسمانے لگی۔

"ٹھیک ہے۔ مگر بڑی سخت مزاج لڑکی ہے۔"

میں جواب دے ہی نہیں سکتا تھا۔ اپنے دل میں' میں نے انکا سے کہا۔ "تم سفارش کر دو۔"

"میں اس کے سر پر کیوں نہ چلی جاؤں۔ رمیش چندر کی طرح۔"

"پھر اسے فتح کرنے میں کیا مزہ آئے گا۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"پھر تمہیں بہت دن لگیں گے اور نتیجہ کچھ برآمد نہیں ہوگا۔"

"اچھا۔ تو پھر جو چاہو کرو۔"

"میں اس کے سر پر جا رہی ہوں۔ دیکھو کیا لطف آتا ہے۔" یہ کہہ کر انکا میرا سر خالی کر گئی اور ایک لمحے میں' کلدیپ کی حالت بدل گئی۔ اس کی آنکھوں میں جھجک کے بجائے وارفتگی آ گئی۔ میں نے اسے اور قریب کر لیا۔ رقص ختم ہوتے ہی ہم رقص گاہ سے نکل کر لان میں بچھی کرسیوں پر آ گئے۔ لان میں اس وقت کوئی نہیں تھا پھر مدھم روشنیوں کو چھوڑ کر ہم دونوں درختوں کی آڑ میں ہو گئے۔ میرے اوپر جنونی کیفیت طاری تھی۔ خود کلدیپ کا بھی یہی حال تھا۔ جب سے انکا اس کے سر پر گئی تھی اس کی بردباری اور احتیاط پسندی رخصت ہو گئی تھی۔ میں نے بے تابانہ اپنا بازو اس کی کمر میں حمائل کر دیا۔ اس کا مداز قرب' میں بتا نہیں سکتا کہ میں کیا محسوس کر رہا تھا لیکن مجھے ابھی چند ہی لمحے ملے تھے کہ میں نے اچانک کلدیپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے محسوس کیا۔ میں حیران تھا کہ اچانک اسے کیا ہو گیا۔ عین اس وقت انکا ویر نے اپنے سر پر محسوس کیا۔ اس نے بغیر کسی تمہید کے مجھ سے کہا۔ "جمیل' کلدیپ کو فوراً چھوڑ دو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تربینی کے ایک ملازم نے تمہیں کل رات اس کے بنگلے سے باہر نکلتے دیکھ لیا ہے' معاملہ بہت الجھ گیا ہے یہاں سے فوراً بھاگ چلو۔ پولیس کو ملازم نے تمہاری آمد اور تربینی سے تمہارے تعلقات کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ تم ہوٹل پہنچو' وہاں پولیس تمہاری منتظر ہوگی۔ ادھر میں اس ملازم کو سنبھالتی ہوں۔"

"مگر یہ کیسے ہو گیا؟" کلدیپ کی موجودگی کے بارے میں میرے منہ سے نکل گیا۔

"جب ملازم رام پرشاد نے تھانے میں آ کر اقرار جرم کر لیا تو اس کا ایک دوست ملازم بنسی اس کی مدد کو آیا۔ اس نے پولیس کو بھگوان کی سوگند کھا کر یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ رام پرشاد کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ رات بھر اس کے ساتھ رہا ہے' اس نے تمہارے بارے میں بتایا کہ تم تربینی سے ملنے آئے تھے اور اچانک غائب ہو گئے۔ نہ جانے اس نے تمہیں کیسے دیکھ لیا۔"

"اب کیا ہوگا؟" میں نے کلدیپ کی موجودگی میں پوچھا جو مجھے بڑی متوحش نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اپنی ساڑی درست کر رہی تھی۔

"میں حالات درست کرنے جا رہی ہوں۔ اس کام میں دیر بھی لگ سکتی ہے۔ اگر تمہارے پاس پولیس آئے تو تم لاعلمی کا اظہار کرتا کہ قتل کے وقت تم موجود نہیں تھے۔ اس کا خیال رکھنا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے انکا سے کہا اور وہ فوراً چلی گئی۔ کلدیپ مجھے اب بھی گمبھیر نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں نے آخری بار اسے قریب کرنا چاہا مگر اس نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہم دونوں ہال میں آ گئے۔ وہاں سب رقص کر رہے تھے' میں لوگوں کی نظروں سے چھپتا چھپاتا وہاں سے واپس آ گیا۔ مجھے

اس موقع پر کلدیپ کو چھوڑنے کا بڑا غم تھا۔

ہوٹل میں پولیس میرا انتظار کر رہی تھی۔ رات کے اس وقت باہر سے پولیس کی جیپ کھڑا دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور مجھے احتیاط سے اس سے نمٹنا ہوگا۔ میں نے دل کو مضبوط کیا اور تیزی سے ہوٹل کی نچلی عمارت عبور کر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر ایک انسپکٹر اور دو سپاہی موجود تھے۔ ان کے چہروں پر خشونت تھی۔ میں نے جاتے ہی انہیں حیرت سے دیکھا۔

"ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں جمیل صاحب۔" انسپکٹر کے لہجے میں طنز اور تحکم تھا۔

"میرا؟ بھلا مجھ سے کون سا قصور سرزد ہو گیا۔" انسپکٹر میرے اطمینان پر یقیناً پریشان ہوا ہوگا۔

"قصور کا شبہ ہے جناب والا۔" انسپکٹر نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"فرمائیے' بات کیا ہے؟" میں نے مجسم سوال بن کر معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے ہی بتانا پڑے گا۔ سنئے کل رات بمبئی کے ایک تاجر کی لڑکی مس کوشلیا کا قتل ہو گیا ہے۔ پولیس نے اس سلسلے میں تربینی داس کو گرفتار کیا تھا۔ چونکہ یہ قتل اس کی کوٹھی پر پیش آیا تھا۔ تربینی نے اس قتل سے انکار کیا ہے مگر آج تربینی داس کے ایک ملازم رام پرشاد نے حیرت انگیز طور پر جرم کا اقرار کر لیا ہے کہ اس نے کوشلیا کا خون کیا ہے۔ پولیس کو اس معاملے میں مزید وضاحتوں اور شہادتوں کی ضرورت ہے۔"

"تو آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں؟" میں نے درمیان میں لقمہ دیا۔

"پہلے میری بات سن لیجئے مسٹر جمیل۔" انسپکٹر نے روکھے پن سے کہا۔

"کہئے۔" میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ "مگر انسپکٹر صاحب میں پولیس کے معاملوں سے ذرا گھبراتا ہوں۔ بہتر ہوگا پہلے یہ یقین کر لیں کہ آپ نے تفتیش کے لیے صحیح آدمی منتخب کیا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے' مجھے پولیس کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔"

انسپکٹر نے میری باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ "ہمیں معلوم ہے کہ کل رات حادثے سے کچھ دیر پہلے آپ تربینی کے ہاں گئے تھے' یہ بات تربینی کے دوسرے ملازم نے بتائی ہے۔"

"ہاں۔ میں کل رات وہاں موجود تھا مگر یہ واقعہ کس وقت پیش آیا؟"

"کوئی نو بجے شب۔"

"نو بجے۔ خدا کا شکر ہے میں وہاں سے آٹھ بجے یا اس کے کچھ منٹ بعد چلا آیا تھا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اے خدا تیرا شکر ہے۔"

"آپ نے وہاں کس کس کو دیکھا تھا؟" انسپکٹر نے تحکم سے پوچھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

انسپکٹر میرے برتاؤ سے کس قدر بوکھلا سا گیا تھا۔ میں بڑے سکون اور اعتماد سے اس کے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔ پولیس' قانون اور شہادتیں۔ یہ معاملات میرے لیے نئے نہ تھے۔ میں نے بڑی سرد مہری سے انسپکٹر کو بتایا۔ "تربینی میرا دوست ہے۔ میں ایک عرصے بعد جب واپس آیا تو تربینی سے ملنے گیا۔ تربینی موجود نہیں تھا' شام کو پھر وہاں گیا۔ اس وقت وہ حسب معمول ایک لڑکی کے ساتھ شراب میں مصروف تھا۔ میری اس سے رسمی بات چیت ہوئی۔ وہ بری طرح بہکا ہوا تھا اور لڑکی اس سے کچھ خوف زدہ معلوم ہوتی تھی' میں نے یہ موقع مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے چلا آیا۔ یوں بھی تربینی کی خلوت میں زیادہ ٹھہر کر میں اسے بور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے آنے کے بعد اتنا بڑا حادثہ ہو جائے گا۔ اب تربینی کہاں ہے جناب والا؟"

"اسے ہم نے ملازم کے اقرار کرنے پر چھوڑ دیا تھا مگر وہ ہماری نگرانی میں ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔

انسپکٹر نے میرے کاروبار' تربینی سے میرے تعلقات اور تربینی کے معمولات کے متعلق کرید کرید کر سوالات کیے۔ میں نے جو جوابات دیے اس سے کیس اور الجھتا تھا۔ کیس الجھانے میں ہی میرا فائدہ تھا۔ میں نے اپنی پوزیشن صاف کر کے تربینی اور اس کے ملازمین کو آپس میں الجھا دیا اور اس واقعے سے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کی۔ میں نے کہا۔ "ہوٹل کا منیجر گواہ ہے کہ میں کل رات آٹھ بجے آ گیا تھا۔"

پستول پر میرے نشانات بھی نہیں تھے اور میرے پاس انکا موجود تھی۔ تاہم شہر میں پیش آنے والے گزشتہ واقعات سر اٹھا سکتے تھے' جن میں میں شریک تھا' اس لیے میں نے پولیس کی ساری توجہ موجودہ واقعے کی سنگینی پر مرکوز کر رکھی۔ انسپکٹر میرے بے باک جوابات اور بلا کی حاضر جوابی سے کچھ نہ سمجھ پایا۔ چلتے چلتے اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں ایک ڈیڑھ مہینے کے لیے مزید یہاں ٹھہرا رہوں۔ یہاں مجھے ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا لیکن اگر میں پونا میں ٹھہرنے نہ ٹھہرنے پر انسپکٹر سے اڑ جاتا تو معاملہ اور نازک ہو سکتا تھا۔ میں نے اس سے ہنس کر کہا۔ "انسپکٹر صاحب' میرے کوچ میں تو ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ممکن ہے کہ میں یہ ہوٹل چھوڑ کر دوسرے میں منتقل ہو جاؤں۔ مجھے اختلاج کی شکایت ہے اور یہاں آرام دہ کمرے نہیں ہیں۔" پھر میں نے اسے اپنی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ انسپکٹر رخصت ہوا تو اس کے چہرے پر اطمینان تھا مگر اس کے جاتے ہی میں مضطرب ہو گیا۔ اب میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا جبکہ نرگس کی یاد مجھے بے چین کیے دیتی تھی۔

ساری رات میں خود سے الجھا رہا۔ انکا صبح تک واپس نہیں آئی اور جب آئی تو سورج چڑھ آیا تھا۔ میں نے عالم تصور میں اس کے سراپا پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ وہ بہت مضمحل ہے۔ جب میں نے انکا سے اس کی اضطرابی کیفیت کا حال معلوم کیا تو وہ بڑے پژمردہ انداز میں بولی۔ "جمیل' رات بھر میں مختلف سروں پہ جاتی رہی ہوں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ کیس کس قدر الجھ گیا ہے۔ اس شہر میں تم نئے نہیں ہو۔

گزشتہ کئی وارداتوں میں تمہیں ملوث کیا جا سکتا تھا۔ کلب میں جس وقت میں کلدیپ کے سر پر سوار تھی' مجھے معلوم ہوا کہ بنسی نے اپنے دوست رام پرشاد کے اقرار جرم پر تھانے جا کر بتایا ہے کہ رام پرشاد بے گناہ ہے کیونکہ وہ رات بھر اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے اپنے مالک تربینی پر بھی شبے کا اظہار نہیں کیا بلکہ پولیس کو دوسری طرف بہکانے کے لیے تمہارا نام لے دیا کہ تم کل رات تربینی سے ملنے آئے تھے۔ اس نے آتے ہوئے تمہیں دیکھا تھا' جاتے ہوئے نہیں۔ اس کا یہ بیان تمہیں خاصی پریشانیوں میں مبتلا کر سکتا تھا۔ ادھر رام پرشاد نے میرے سر سے اترتے ہی حوالات میں جا کر ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ وہ رونے پیٹنے اور چیخنے چلانے لگا کہ اسے کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ اس نے تھوڑی دیر پہلے کوشلیا کے قتل کا اعتراف کیا ہے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے چیخ چیخ کر سارا تھانہ سر پر اٹھا لیا لیکن اس کی اس حرکت سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ پولیس نے اسے پاگل قرار دے کر اسے قاتل سمجھنے کے یقین کو اور مستحکم کر لیا۔ بنسی نے آ کر یہ سارا کھیل بگاڑ دیا۔ اب میرے لیے ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ میں دوبارہ رام پرشاد کے سر پر جاؤں اور اس کی زبان سے دوبارہ قتل کا اعتراف کراؤں۔ میں نے یہی کیا۔ اس نے ایک بار پھر میرے سر پر پہنچنے کے بعد جرم کا اقرار کر لیا۔ اس طرح پولیس کو اسے پاگل قرار دینے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ تربینی اپنی کوٹھی میں پولیس کی نگرانی میں ہے۔ اسے صبح اس کے مرتبے کا خیال کر کے لے دے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ شہر میں اس قتل کی خبر عام ہو گئی ہے اور بڑی کشیدگی پائی جاتی ہے۔ جمیل۔ یہ سب جب میں نے کر لیا تو مجھے خیال آیا کیوں نہ میں رام پرشاد کو جیل سے فرار کرا دوں۔ میں کوئی تین بجے رات کو جب تھانے کے پہریدار اونگھ رہے تھے' اس پہریدار کے سر پر پہنچ گئی جس کے پاس حوالات کی کنجیاں تھیں' بس پھر یہ ہوا کہ پہریدار نے بغیر کسی چون و چرا کے دروازہ کھولا۔ رام پرشاد بری طرح سٹپٹا گیا اور پہریدار کی ایک ٹھوکر سے مشتعل ہو گیا۔ دونوں میں معمولی سی کشمکش ہوئی اور میں نے پہریدار کے سر پر اپنے پنجوں کی چبھن سے اسے بے ہوش کر دیا۔ جیسے ہی پہریدار بے ہوش ہوا' میں رام پرشاد کے سر پر پہنچ گئی اور اسے دوسرے پہریداروں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے' تھانے کی دیوار پھلانگ کر ریلوے اسٹیشن لے گئی۔ بمبئی کی ٹرین جانے میں دیر تھی۔ رام پرشاد کو میں نے اسٹیشن پر چھپائے رکھا۔ کوئی پانچ بجے ٹرین روانہ ہوئی اور جب وہ سوار ہو گیا تو میں اس کے سر سے چلی آئی اور سیدھی تھانے پہنچی جہاں رام پرشاد کے فرار سے ایک ہنگامہ برپا تھا۔ اس وقت میں انسپکٹر کے سر پر چلی گئی جس نے اس موقع کی نزاکت کے خلاف بے سروپا فیصلے صادر کیے۔ اب یہ سارا معاملہ الجھ گیا ہے۔ رام پرشاد کے اچانک فرار سے تربینی کے بچنے کے امکانات قوی ہو گئے ہیں۔ پولیس کی ساری توجہ اس کی تلاش میں صرف ہوئی' دیکھا تم نے میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے۔" انکا نے یہ طویل خبر سنا کر اطمینان کا سانس لیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"واقعی تم نے کمال کر دیا۔" میں نے اسے تحسین کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر جمیل' اب تم اپنی نرگس کے پاس نہیں جا سکو گے۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہاں ٹھہرنا ضروری ہے' اچھا ہے کچھ شامیں تم کلدیپ کے ساتھ گزار لو۔" انکا نے اپنی روایتی شوخی سے کہا۔

"تم مجھے پھر خراب کر کے رہو گی۔ کل میں نے توبہ کر لی تھی لیکن سچ تو یہ ہے کہ کلدیپ نے ایسا جادو کیا ہے کہ اب اسے پائے بغیر چارہ بھی نہیں۔ میں اس ہوٹل سے آج منتقل ہو رہا ہوں۔ کلدیپ کے لیے ضروری ہے کہ ہم اچھے ہوٹل میں قیام کریں۔"

اسی دن میں نے ۔۔۔ ہوٹل چھوڑ دیا اور شہر کے ایک بڑے ہوٹل میں مقیم ہو گیا۔ صبح کے اخبارات نے تفصیل کے ساتھ کوشلیا کے قتل کی خبر شائع کی تھی۔ تربینی کی گرفتاری اور اس کے ملازم کے ڈرامائی اقرار جرم کی خبر کو اخبار نے صفحہ اول پر جگہ دی تھی۔ ایک جگہ سرسری میرا ذکر بھی آیا تھا لیکن میری حیثیت چونکہ مشکوک تھی اس لیے میرا نام شائع نہیں کیا گیا۔ اخبار میں رام پرشاد کے فرار کی خبر نہیں تھی۔ اس دن کے اخبارات کی اشاعت کے بعد رام پرشاد کو انکا نے فرار کرایا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ میں رشوت کے ذریعے بھی پولیس کو اپنی بے گناہی کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ دن خیریت سے گزر گیا۔ شام کو ریس تھی۔ انکا نے مجھے جس گھوڑے پر رقم لگانے کو کہا تھا اس نے مجھے چند گھنٹوں میں ہزاروں کا آدمی بنا دیا۔ ریس کے میدان میں میری ملاقات کلدیپ سے بھی ہو گئی۔ وہ مجھ سے وہاں اس تپاک سے نہیں ملی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رات کی باتیں وہ بھول گئی ہو۔ میں ڈھٹائی سے اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ وہ جن گھوڑوں کو منتخب کر رہی تھی' انکا نے انہیں مسترد کر دیا تھا۔ جب میں نے کلدیپ سے ایک ایسے گھوڑے پر کھیلنے کو کہا جس کے جیتنے کی امید قطعاً نہیں تھی تو اس نے میرا مذاق اڑایا اور کہنے لگی۔

"نواب صاحب' یہ ریس کا میدان ہے۔ جمیل نگر اسٹیٹ نہیں۔"

مجھے اس کی یہ بات بری لگی۔ میں نے کہا۔ "تم نہیں مانتیں تو ٹھیک ہے۔ بعد میں پچھتاؤ گی۔"

اور یہی ہوا۔ میرا گھوڑا جیت گیا اور مجھے اس پر پچیس ہزار کا فائدہ ہوا۔ کلدیپ حیرت سے میرا منہ تکنے لگی۔ سات آٹھ گھوڑوں تک میں ریس مسلسل جیتتا رہا اور کلدیپ ہارتی رہی۔ یقیناً یہ انکا کی شرارت تھی۔

ریس کے خاتمے پر کلدیپ ہزاروں روپے ہار کر اور میں جیت کر اٹھا۔ چلتے ہوئے کلدیپ نے اپنی بدکلامی کی معافی مانگی اور میں نے اس سے رات کو کلب میں ملنے کا وعدہ لے لیا۔ ریس سے واپسی پر میں ایک جوہری کی دکان پر گیا۔ ایک قیمتی ہار اور اپنے لیے لباس خرید کر میں کوئی نو بجے کلب روانہ ہو گیا۔ اس عرصے میں انکا مجھ سے خوب صورت باتیں کرتی رہی۔ ہوٹل میں اپنا اثر و رسوخ جمانے کے لیے میں نے بیروں کو لمبی لمبی رقمیں ٹپ میں دینی شروع کر دیں۔ لمحوں میں' میں نے نہ جانے کتنی رقم گنوائی۔ جو فقیر

Downloaded from Paksociety.com

سامنے آتا' میں اس پر نوٹ نچھاور کر دیتا۔ انکا میرے جوش و خروش کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ کلب میں جیسے ہی میں اندر داخل ہوا' رمیش چندر کو میں نے دور سے دیکھ لیا تھا لیکن آج وہ میرے استقبال کے لیے نہیں آیا۔ وہ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ منیجر اور دوسرے اسٹاف نے میری پذیرائی کے لیے آج خاص اہتمام کیا تھا۔ کلدیپ اس وقت تک نہیں آئی تھی۔ میری نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ رمیش چندر کے سوا دوسرے تمام لوگوں نے جن سے کل میرا تعارف رمیش نے کرایا تھا' میری خیریت پوچھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان میں کئی لوگ ایسے بھی تھے جو آج کی ریس میں شریک تھے اور جنہوں نے مجھے مسلسل جیتتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے بیٹھتے ہی وہاں کئی لوگوں کو اپنی میز پر مدعو کر لیا اور ریس کے متعلق اپنی زبردست معلومات کے بارے میں دلچسپ باتیں کرتا رہا۔ ریس کے موضوع پر میرے تجربات سننے کے لیے میرے گرد بہت سی خواتین بھی جمع ہو گئی تھیں جو ناز و ادا کے ساتھ میری باتیں سن رہی تھیں۔ اسی دوران میں نے دیکھا' لوگوں کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی اور وہ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ "کلدیپ۔۔۔ کلدیپ۔" میں نے مردوں اور عورتوں کی سرگوشیاں سنیں۔

"آج بے چاری بہت پریشان ہوگی۔ مستقل ہارتی رہی ہے۔" ایک عورت نے کہا۔

کلدیپ کے آنے کے بعد مجمع میرے گرد سے چھٹ گیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ کلدیپ کے دم سے اس کلب کی رونق کس قدر قائم ہے۔ ہر شخص اسے اپنی میز کی جانب لے جانے کی پیش کش آنکھوں آنکھوں میں کر رہا تھا لیکن وہ عجب شاہانہ انداز کے ساتھ میری میز پر آئی اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ ایکسیوزمی۔"

"حسین عورتیں عموماً دیر سے آیا کرتی ہیں۔" میں نے یہ کہا تو چاروں طرف قہقہے ابل پڑے۔ کلدیپ کچھ شرما سی گئی۔ اس بے ساختہ جواب کی اسے توقع ہرگز نہ تھی۔ اس نے دوبارہ مجھ سے معذرت چاہی اور میری میز پر بیٹھ گئی۔

"کیا پیو گی؟" میں نے بے نیازی سے کہا۔

"جو آپ پلائیں۔ آج ہم آپ کے مہمان ہیں۔" اس نے ادا سے کہا۔

"زہے نصیب۔" میں نے جواب دیا اور منیجر کو آرڈر دیا جو سامنے مودب کھڑا تھا۔ "وکٹوریا کے زمانے کی کوئی شراب ہو تو پیش کی جائے۔" منیجر مسکرا کر چلا گیا۔

"یہ آپ کے گرد بھیڑ کیسی تھی؟" کلدیپ نے حیرت سے پوچھا۔

"ریس کے متعلق لوگ کچھ جاننا چاہتے تھے۔"

"اچھا۔ واقعی آج تو ہم بھی قائل ہیں۔ حیرت ہے آپ کیسے کیسے مریل گھوڑوں پر جیت گئے۔"

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا مگر تم نہ مانیں۔"

"بہرحال کل بھی ریس ہے۔ کل میں آپ کے سوا کسی اور کی بات نہیں مانوں گی۔"

"تو پھر جیت یقینی ہے۔"

"کیا اس قدر یقین ہے آپ کو؟"

"ہاں۔" میں نے اختصار سے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟"

"تم سے ہماری گفتگو ہی کہاں ہوئی' اب اس بھیڑ میں کیا بتائیں کہ ریس کے متعلق ہمارا تجربہ کتنا وسیع ہے۔ یقین کرو گھوڑوں اور جاکی کی نفسیات پر ہم نے انگلینڈ میں بہت پڑھا ہے۔"

"کیا مطلب؟" کلدیپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "آپ کو کیا پتا ہم جمیل نگر کے نواب ہونے کے علاوہ اور کیا کیا ہیں۔"

کلدیپ کو میری باتیں عجیب لگیں۔ میں نے جب اسے اپنی طرف مائل پایا تو انکا کو مستعد رہنے کا اشارہ کیا۔ اس عرصے میں ہماری میز پر صرف میں اور کلدیپ رہ گئے تھے۔

جب سب لوگ ہٹ گئے تو میں نے کلدیپ سے پوچھا۔ "مس کلدیپ تمہیں ایک راز کی بات بتائیں۔ سنو گی؟"

"سنائیے نا۔" کلدیپ نے بچوں کی طرح کہا۔

"تم نے آنکھ کی نفسیات اور اس کی حیرت انگیز قوتوں کے بارے میں کچھ پڑھا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے نفسیات پڑھی ہی نہیں۔"

"اب میں تمہیں کیا بتاؤں جب تم نے پڑھا ہی نہیں' مگر سنو انسانی ذہن میں جتنی صلاحیت ہے اتنا اس سے کام نہیں لیا جاتا۔ میں نے اپنے ذہن کو زیادہ کارآمد بنانے کے لیے باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ میرا ذہن بہت سی باتوں کو پہلے سے سونگھ لیتا ہے بشرطیکہ میں ذہن پر مکمل طور پر اپنی توجہ مرکوز کردوں۔ یہی حال میری آنکھوں کا ہے۔ میں نے سالوں کی مشق کے بعد اپنی آنکھوں میں وہ طاقت پیدا کرلی ہے کہ عام لوگوں سے میں جو کام چاہوں کسی حد تک کرا سکتا ہوں۔"

"آپ عجیب و غریب باتیں کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"اور میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"واقعی۔ یقین نہیں آتا۔"

"دیکھو۔ میں تمہیں ایک کرشمہ دکھاتا ہوں۔" سامنے ایک بیرا ٹرے لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور کلدیپ سے کہا۔ "یہ شخص دس قدم بعد گر جائے گا اور ٹرے اس کے ہاتھ سے

Downloaded from Paksociety.com

چھوٹ جائے گی۔" ساتھ ہی میں نے انکا کو اشارہ کیا جو ایک لمحے میں میرے سر سے اتر گئی۔ ٹھیک دس قدم چلنے کے بعد بیرا ٹرے لے کر دھڑام سے فرش پر گر پڑا اور بہت سے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے۔ اور انکا چند لمحے بعد میرے سر پر آ گئی۔

"دیکھا تم نے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"حیرت ہے۔ کیا واقعی؟ مجھے تو آپ سے ڈر لگنے لگا ہے۔" "نہیں نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ صرف مشق اور ریاضت کی بات ہے۔ یہ تو ایک معمولی کرشمہ ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی خاتون تم سے حسد رکھتی ہے؟"

کلدیپ نے بہت دیر بعد جھجک کر کہا۔ "وہ۔ دور بیٹھی ہوئی مس شرما مجھے پسند نہیں۔ بہت بری عورت ہے۔"

میں نے انکا کو اشارہ کیا۔ وہ مسز شرما کے سر پر چلی گئی اور چند لمحوں بعد ہی مسز شرما میرے قریب آئی اور میری گردن میں بے اختیار باہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے الگ کرنا چاہا لیکن اس نے میرے بوسے لینے شروع کردیے۔ میں نے اسے بری طرح دھتکارا لیکن وہ میری گود میں بیٹھ گئی۔ صورت حال دیکھ کر کلب کے مینجر نے مسز شرما کے شوہر کو متوجہ کیا اور اس نے بڑی خفت کے ساتھ مسز شرما کو مجھ سے علیحدہ کیا۔ یہ بات مسز شرما کے لیے باعث شرم تھی۔ آج تک کلب میں ایسا نہیں ہوا کہ کسی عورت نے اتنی پی ہو اور وہ بہکتے ہوئے اس قسم کے ردعمل کا اظہار کرے' مسز شرما فوراً ہال سے اپنی بیوی کے ساتھ نکل گئے اور انکا میرے سر پر آ گئی۔ مینجر اور دوسرے معززین نے مجھ سے بڑی معذرت کی۔ کلدیپ اس مظاہرے کو دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں۔ تم میرے سامنے ہو۔ یہ کوئی جادو نہیں تھا۔ صرف میرے ذہن اور آنکھ کا بھرپور عمل تھا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"آپ تو کمال کے آدمی ہیں نواب صاحب۔" کلدیپ حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اس کے بعد میں نے اسے متاثر کرنے کے لیے دو چار تماشے اور دکھائے۔ میں کلدیپ پر ایک گھنٹے کے بعد اس قدر حاوی ہو چکا تھا کہ اس سے دوران لان پر چلنے کی درخواست کروں اور وہ مسترد نہ کرے۔ میں اس دلچسپ واقعے کو مختصر کرتا ہوں۔ کلدیپ کو لان پر لے جا کر میں نے اس کے گلے میں وہ ہار ڈال دیا جو میں نے آج رات ہی خریدا تھا۔ کلدیپ میں اب انکار کی جرات نہیں تھی۔ وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔ اس کے قرب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ نہایت نفیس عادات و اطوار کی لڑکی ہے۔ اس کے ہاں اب کوئی طمطراق نہیں تھا' کوئی ادا نہیں تھی۔ وہ مکمل طور پر ایک شرمیلی' خوف زدہ سی دوشیزہ نظر آتی تھی۔

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

شدت شوق میں، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ نہ جانے کہاں سے مجھ سنگدل شخص میں محبت سمٹ آئی تھی۔

ہم دونوں لان میں بیٹھے ادھر ادھر کی گپیں ہانکتے رہے، کئی بار میں نے اس کی کمر میں اپنا بازو حمائل کر دیا لیکن اس قدر قربت کے باوجود اس کے ہاں ایک جھجک تھی۔ انکا کے ذریعے رام کر سکتا تھا لیکن نہ جانے کیوں میں کلب کے اندر اپنے لیے خود بخود ایک جگہ دیکھنے کا خواہش مند تھا اس لیے میں نے آج رات اسی پر اکتفا کیا۔ ہم لان سے نکل کر رقص گاہ میں آ گئے اور دیر تک رقص کرتے رہے۔

دوسرے دن صبح میں ذرا دیر سے اٹھا۔ صبح کے اخبارات نے کوشلیا کے قتل کی خبر آج بھی نمایاں طور پر شائع کی تھی۔ رام پرشاد کے فرار کا پورا واقعہ بھی درج تھا۔ اخبارات کی خبروں سے پتا چلتا تھا کہ پولیس اب بالکل رام پرشاد کو قاتل سمجھتی ہے۔ ممکن ہے تربینی نے کچھ رقم دے دلا کر اپنی گلو خلاصی کرا لی ہو۔

تربینی کا ایک بیان بھی اس قتل کے ضمن میں شائع ہوا جس میں اس نے کہا تھا کہ کوشلیا اس سے رخصت ہو چکی تھی، اوپر والے کمرے میں جب اس نے فائر کی آواز سنی تو وہ بھاگتا ہوا نچلی منزل پر چلا آیا جہاں کوشلیا خون میں لت پت پڑی تھی اور قاتل کا نام و نشان نہ تھا۔ تربینی نے کہا تھا کہ وہ صورت حال دیکھ کر سہم گیا اور اس نے ملازموں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ اس عرصے میں پولیس آ گئی، اس نے پکڑ لیا۔ تربینی نے رام پرشاد پر قتل کا شبہ ظاہر کیا تھا۔ غرضیکہ تربینی خود کو صاف طور پر بچا لے گیا تھا یا یوں کہیے کہ انکا نے وہ تمام مواقع فراہم کر دیے تھے جن سے وہ بچ سکے۔ تربینی کا نام اخبار میں پڑھ کر ایک بار پھر میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے عالم تصور میں اپنے سر کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"وہ حرام زادہ تربینی اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنی کوٹھی میں۔ پولیس نے چند ضروری چیزوں کو تحویل میں لینے کے بعد اسے آزاد کر دیا ہے لیکن وہ پولیس کی نگرانی میں ضرور ہے۔" انکا نے میرے چہرے پر غصے کے تاثرات محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

"کیا تم اسے یہاں لا سکتی ہو؟"

"کیا یہ تمہارے لیے مناسب ہو گا؟"

"انکا۔ دنیا میں سب سے زیادہ میں جس شخص سے نفرت کرتا ہوں، وہ تربینی ہے۔ میرے اندر تاب انتظار نہیں۔ اسے طویل سزا ملنی چاہیے۔ وہ ایک چالاک، بدعہد اور بدطینت شخص ہے۔"

انکا کے جواب کا انتظار کیے بغیر میں کپڑے بدل کر ہوٹل سے روانہ ہو گیا۔ میرے قدم تربینی کی کوٹھی کی طرف اٹھ رہے تھے۔ میں نے پولیس کے دو آدمیوں کو دیکھا لیکن انہوں نے مجھے اندر جانے سے نہیں روکا۔ میں اطلاع دیے بغیر تربینی کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ غالباً وہ حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے راہ فرار اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں خیال آیا کہ تربینی

کے منحوس وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں، لیکن میں نے فوراً ارادہ ترک کر دیا۔ میں تربینی کا قرض ان انداز میں چکانا چاہتا تھا جس انداز میں اس نے مجھ پر ظلم توڑے تھے۔ چند لمحات خاموشی سے گزر گئے۔

تربینی اپنے کام میں اس قدر منہمک تھا کہ اسے میری موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا پھر وہ پلٹا اور مجھے اپنے قریب دیکھا تو خوف اور حیرت سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"مہاراج، اتنے اچنبھے سے کیا دکھ رہے ہو۔ پہچانا نہیں؟" میں نے زہرخند سے پوچھا تو تربینی کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ گنگ سا کھڑا ایک ٹک مجھے دیکھا کیا تو میں نے دوبارہ کہا۔

"تربینی داس جی۔ میں تمہارا پرانا سیوک ہوں۔ جمیل احمد خان جسے تم نے اپنی کرپا سے بھی اپنا متر بنایا تھا۔ کچھ یاد ہے تمہیں یا اپنے سیوک کو بھول گئے؟"

"جمیل خان صاحب۔" تربینی نے ہکلاتے ہوئے بمشکل جواب دیا۔ "میں اب بھی آپ کو اپنا متر سمجھتا ہوں۔"

"بڑی دیا ہے آپ کی مہاراج۔ میں بھلا کس قابل ہوں۔" میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"پدھارو خان صاحب۔ آؤ بیٹھو۔ تم کھڑے کیوں ہو...... خان صاحب۔ یہ سب بھاگ کے کھیل ہیں۔ مجھے معلوم ہے تم یہاں کیوں آئے ہو۔"

"ہاں تربینی داس جی، بہتر ہے تمہیں معلوم ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں نے تمہیں کوشلیا کے قتل کے الزام سے بچایا ہے۔ میں نے پستول پر سے تمہارے ہاتھ کے نشانات مٹوائے ہیں۔ میں نے رام پرشاد سے اقبال جرم کرایا اور اسے فرار کروا دیا ہے۔ مہاراج کو اس کا احساس ہے؟"

"جمیل احمد خان صاحب، مجھے معلوم ہے، آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ جب آپ نے اتنا کیا ہے تو آپ مجھے شما نہیں کر سکتے؟" تربینی نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

"شما۔ خوب تربینی داس جی۔ جب کہ تم نے میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی۔ مجھے گھر سے بے گھر کر دیا۔ انکا اور نرگس کو مجھ سے چھین لیا۔ میری آنکھ چھینی، تربینی داس، تمہارا نامہ اعمال بڑا سیاہ ہے، شما اتنی آسانی سے نہیں دی جاتی۔"

"بھول منش سے ہوتی ہے خان صاحب، اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں، مجھے شما کر دیجیے۔ میری آدھی دولت لے لیجیے۔ سب لے لیجیے پر مجھے شما کر دیجیے۔"

"تم جیسے کٹھور دل پاپی کو شما۔ تربینی داس ناممکن۔"

"میں آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں خان صاحب مجھ پر دیا کیجیے، میں سارا جیون آپ کے پوتر چرن دھو کر پینے کو تیار رہوں۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تربینی کی عبرت انگیز حالت سے دیر تک میں لطف لیتا رہا۔ اس کا عالم برا تھا۔ میرے طنزیہ فقروں نے یہ اثر کر لیا کہ وہ میرے سامنے ہاتھ باندھے گڑگڑاتا رہا۔ وہ سچ مچ میرے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر رحم کی بھیک مانگنے لگا لیکن وہ جس قدر بھی گڑگڑاتا' میرا دل اور پتھر بن جاتا۔ دو قدم پیچھے ہٹ کر میں نے کرخت آواز میں کہا۔ ''مرد بنو تربینی داس۔ مرد۔ میں نے بھی تمہارے مظالم کو برداشت کیا تھا۔ اب تم بدترین سزائیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب تک میں تمہیں ان مظالم کی سزائیں نہیں دے لوں گا جو تم نے مجھ پر توڑے تھے' اس وقت تک مجھے سکون نصیب نہیں ہوگا۔ تربینی تم نے مجھے انسان سے جانور بنا دیا تھا۔ تمہارے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں۔ اب کچھ مت کہو ورنہ میرا غصہ اور شدید ہو جائے گا اور یاد رکھنا میری سزا ذرا مختلف ہوگی۔ اس کا عرصہ طویل ہوگا۔''

تربینی گڑگڑاتا رہ گیا لیکن میں وہاں سے چلا آیا۔ میں اس وقت اسے کوئی اذیت نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ باہر پولیس کا پہرا تھا۔ یقیناً میری حاضری پولیس نے نوٹ کی ہوگی۔ مجھے اطمینان تھا' شام تک تربینی کی سزا کا پہلا مرحلہ مکمل ہو جائے گا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا کہ تربینی انکا کو حاصل کرنے سے پہلے چھوٹا موٹا پجاری ضرور تھا اور اسے خود کو محفوظ کرنے کے دو چار داؤ پیچ آتے ہیں لیکن انکا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج رات وہ مجھے تربینی کے متعلق کوئی دل خوش کن خبر سنائے گی۔

شام کو میں ریس کھیلنے گیا کیونکہ مجھے تیزی کے ساتھ اپنی دولت بڑھانی تھی۔ اس شام کلدیپ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ رقم لگائی اور کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم دونوں مسلسل جیتتے رہے۔ میری وجہ سے کلدیپ نے اس شام اسی ہزار روپے جیتے اور میں نے کوئی سوا لاکھ۔ کلدیپ حیرت سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ ریس ختم ہونے کے بعد وہ میرے ساتھ ہوٹل میں آ گئی۔ اس نے اسی ہزار روپوں میں سے نصف میرے حوالے کرنا چاہیے کیونکہ یہ میری ٹپ پر اس نے جیتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ مجھے کلدیپ کی یہ دریا دلی بہت بھائی۔ جس قدر بھی وہ میرے قریب آتی جا رہی تھی' اس کے اندر کے جوہر کھل رہے تھے۔ وہ اپنے باطن میں بھی حسین لڑکی تھی اور نرگس کے بعد وہ پہلی لڑکی تھی جس کے متعلق میں اپنے دل میں کچھ مختلف جذبہ محسوس کر رہا تھا۔ اس کی باتیں دل نشین تھیں۔ ہوٹل سے رخصت ہو کر وہ مجھ سے یہ وعدہ کر کے چلی گئی کہ رات کو کلب میں ملے گی۔ انکا اس وقت موجود نہیں تھی۔ میں نے رات کا کھانا ہوٹل میں کھایا اور رات کو حسب معمول کلب روانہ ہو گیا جہاں کلدیپ میری منتظر تھی۔ یہاں مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ مجھ سے متاثر ہونے کے علاوہ اور دوسرے احساسات نے بھی اسے آ گھیرا ہے۔ وہی ہنگامے کلب میں رہے۔ رقص' موسیقی' کلدیپ کا قرب۔ رات کو اس نے مجھے میرے ہوٹل چھوڑا' جہاں میں بے سدھ سو گیا۔

صبح ہوتے ہی انکا میرے سر پر تھی لیکن انکا کے کچھ بتانے سے پہلے میں نے اخبارات میں یہ خبر پڑھ

لی تھی کہ تربینی کا گھر جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ تربینی نے وحشت کے عالم میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی کوٹھی کو آگ لگا دی۔ میں نے یہ خبر پڑھ کر انکا کو جگایا تو اس نے تفصیل سے مجھے بتایا کہ تربینی کو اذیت ناک سزائیں دینے سے پہلے ضروری تھا کہ اس کی دولت اور گھر ختم کر دیا جاتا۔ چنانچہ اس نے تربینی کے سر پر پہنچ کر اس کے ہاتھوں خود اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ اس بھیانک آگ میں تربینی کا چہرہ مسخ ہو گیا اور پولیس اور فائر بریگیڈ کے عملے نے اسے بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچا دیا۔ تربینی کی لاکھوں روپے کی جائیداد جل گئی تھی لیکن یہ کچھ بھی نہ تھا میں جو کچھ چاہتا تھا یہ اس کا عشر عشیر بھی نہ تھا ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انکا بولی۔

''جمیل' اتنے بے صبرے نہ بنو۔ ابھی تو ابتدا ہے۔''

تربینی کے مکان کی آتش زدگی سے کوشلیا کے قتل کا واقعہ دب گیا۔ اخبارات ان دونوں واقعات کا تانا بانا عجب انداز میں غیر متوقع جوڑ رہے تھے۔ تربینی کے جسم کو آگ نے اس طرح لپیٹ دیا تھا کہ مہینوں اس کے اچھے ہونے میں لگتے۔ پونا میں میرے قیام کا اب کوئی جواز نہیں تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ پولیس میری نگرانی پر مامور ہے۔ کوشلیا کے قتل کا معاملہ ابھی تازہ تھا۔ میں کوئی دس دن پونا میں ٹھہرا رہا اور ریس میں ہر بار جیتنے کی وجہ سے مختصر عرصے میں لاکھوں کا آدمی بن گیا۔ میرے پاس بیش قیمت ملبوسات کا ڈھیر لگ گیا۔ کلدیپ کو بھی میں ریس میں جتاتا رہا۔ دس دن کے اندر میں کلب کی سب سے مقبول شخصیت بن گیا تھا اور کلدیپ کے ساتھ میرا نام رشک اور حسد سے لیا جانے لگا تھا۔ کلدیپ نے مجھ سے باقاعدہ محبت شروع کر دی تھی۔ یہ محبت اس وجہ سے یقیناً نہیں تھی کہ میں نے اپنی دولت اور کرشموں سے [illegible] دیا تھا بلکہ اس کے ہاں کچھ سچے جذبے واقعی بیدار ہو گئے تھے اور یہی سبب تھا کہ انتہائی قربت کے باوجود میں دوسری عورتوں کی طرح اسے نہ برت سکا۔ نرگس کے بعد ایک دوسری لڑکی بہت چپکے سے میرے اندر داخل ہو رہی تھی۔ انکا نے مجھے کئی بار ٹوکا کہ میں کلدیپ کے دریائے حسن سے اپنی تشنگی کیوں نہیں دور کرتا۔ میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کلدیپ تو ایک پھول تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے احتیاط نہ کی تو وہ مرجھا جائے گا۔

جانے سے آخری دن پہلے میں اس انسپکٹر کے پاس گیا جو تربینی کے سلسلے میں تفتیش کرنے میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں پونا چھوڑ رہا ہوں۔ جلدی واپس آ جاؤں گا۔ اس عرصے میں اگر اسے میری ضرورت پڑے تو وہ مجھے بمبئی میں تاج ہوٹل کے پتے پر خط لکھ سکتا ہے۔ انسپکٹر میری اس غیر متوقع آمد سے خاصا مرعوب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے ایک نیک شخص تو کیا سمجھا ہوگا' کسی بڑے گروہ کا سرغنہ ضرور تصور کیا ہوگا۔ شکریے کے ساتھ اس نے مجھے اجازت دے دی کہ اب میں پونا چھوڑ سکتا ہوں لیکن وہ شہر چھوڑنا کوئی ایسا آسان کام نہیں تھا۔ اس شہر سے میری بڑی تلخ اور شیریں یادیں وابستہ تھیں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اور گزشتہ دس بارہ دن تو میری زندگی کے یادگار دن تھے۔اس میں مجھے انکا ملی تھی' کلدیپ ملی تھی' دولت ملی تھی۔آخری دن کلدیپ نے مجھے رقت انگیز انداز میں رخصت کیا اور مجھ سے کئی بار جلد آنے کا وعدہ لیا۔میں نے چلتے چلتے جب اسے یہ بتایا کہ جمیل نگر نامی کوئی ریاست ہی اس ملک میں موجود نہیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئی۔مجھے خدشہ تھا کہ وہ اس انکشاف پر مجھ سے ناراض ہو جائے گی لیکن وہ جمیل نگر اسٹیٹ کے نواب سے نہیں' جمیل احمد خان سے محبت کرنے لگی تھی۔جمیل احمد خان کو اس پر جتنا بھی ناز ہوتا کم تھا۔

پونا سے میں سیدھا بمبئی آیا اور بمبئی میں ایک ہفتے قیام کرنے کے بعد میں نے انکا کی بدولت بہت سا سرمایہ جمع کر لیا۔ایک خاصی معقول کوٹھی خرید لی۔بمبئی میں مجھے کلدیپ کا خیال آتا رہا۔عجیب بات یہ تھی کہ نرگس کی یاد کے ساتھ کلدیپ اور کلدیپ کی یاد کے ساتھ نرگس میرے ذہن میں ابھر آتی تھی۔میں نے اپنی نرگس کے لیے کلدیپ کو ذہن سے نکالنا چاہا لیکن کلدیپ نے پونا سے مجھے فون کر کے اور بے چین کر دیا۔بمبئی میں انکا نے بڑے تماشے کیے۔ایک ہفتے کے اندر اس نے میری ساکھ کو بڑی حد تک بحال کرا دیا۔بمبئی میں ایک بار پھر پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔میں اپنی کئی شناسا عورتوں سے ملا......یہی وہ عورتیں تھیں جنہوں نے میرے برے دنوں میں منہ پھیر لیا تھا۔اب پھر وہ میرے قریب جمع ہونے لگی تھیں۔زمانے کی نیرنگی بھی کیا چیز ہے۔یہاں کسی شے کو ثبات نہیں۔ثبات اس وقت تک قائم رہتا ہے جب سلسلے مربوط ہوں۔جب کوئی سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو سب کچھ بکھر جاتا ہے۔میں نے بہت، اچھے اور بہت برے دن دیکھے تھے۔میری دعا ہے کہ کوئی اچھے دنوں کے بعد برے دن نہ دیکھے اور برے دن دیکھے تو پھر اس کے اچھے دن بھی آئیں۔پھر قسمت نے ایک بار پھر مجھے موقع دیا تھا۔میں پہلے سے بہت زیادہ محتاط تھا۔میں نے طے کر لیا تھا کہ اب روپے کو کسی ایک کاروبار میں مرکوز نہیں رکھوں گا اور اعتدال کو شیوہ بناؤں گا۔ہر چند کہ اعتدال ہی کی ایک کمی میرے ہاں ہمیشہ رہی۔

اب میری منزل نرگس کے شہر کی طرف تھی۔نرگس کے شہر میں اس بار میں بڑے اعتماد کے ساتھ جا رہا تھا۔اصفہانی صاحب سے انتقام لینے کے کئی منصوبے میرے ذہن میں تھے۔جب گاڑی منزل مقصود پر پہنچی تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے نیچے اترا۔قلی کے ذریعے اپنا اسباب ایک ٹیکسی میں رکھوایا اور شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں اپنا کمرا مخصوص کرا لیا۔دیار نرگس میں آنے کے بعد میری بے چینی بڑھ گئی۔ایک ایک پل بھاری ہو رہا تھا۔میں اڑ کر نرگس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔اسے بتانا چاہتا تھا کہ جو کچھ کھو گیا تھا' مل گیا۔میں نے بہ عجلت ممکن نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔گرم کافی نے مجھے بڑی فرحت اور تازگی بخش دی تھی۔انکا جو سوئی ہوئی تھی' اب بیدار ہو چکی تھی اور میری بے چینی محسوس کر کے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔جب میں جانے کے لیے اٹھا تو انکا سنجیدہ ہو کر بولی۔"جمیل میری مانو تو ابھی نرگس سے نہ

ملو۔"

"نرگس سے نہ ملوں؟" میں نے حیرت سے انکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔انکا۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔؟"

"تمہاری بے چینی اپنی جگہ ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ پہلے تم اصفہانی صاحب سے نمٹ لو۔وہ سرمایہ دار ہے اور دولت نے اسے اندھا کر دیا ہے۔کم درجے کے انسانوں سے ملنا وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔پہلے اسے ذرا زمانے کے نرم و گرم کا اندازہ ہو جانے دو' سمجھ رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"ہاں......مگر یہ تو بہت مدت کی بات ہوگی۔" میں نے کہا۔

"میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔دو ایک دن میں تماشا دکھا دوں گی۔"

انکا کا مشورہ معقول تھا۔اصفہانی' تربیتی سے کوئی کم درجے کا ذلیل شخص نہیں تھا۔اپنی امارت کے سامنے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا اور اصفہانی کا غرور توڑنے کا عہد کر لیا۔میں نے سوچا جہاں نرگس سے اتنی دوریاں وہاں کچھ دن اور سہی۔اصفہانی سے اگر اس کے زوال کے وقت ملا جائے تو مزہ آ جائے گا۔اسی لمحے میں نے انکا سے اصفہانی کی کمزوریاں پوچھیں۔بڑے ٹھیکے' اس کی تجارت اور عورت اس کی کمزوری تھی۔میں نے انکا کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد اصفہانی کے کاروبار کے متعلق تمام تفصیل مہیا کرے' چند لمحوں میں پتا چل گیا کہ اصفہانی کے پاس اس وقت چار بڑے بڑے ٹھیکے ہیں جو سب کے سب رشوت دے کر حاصل کیے گئے ہیں۔بڑے بڑے افسروں کو روپیہ اور عیش و عشرت مہیا کرنا اصفہانی کا کام تھا۔میں نے انکا سے کہا کہ جو کام بھی ہو' جلد ہو اور یہ دوسرے دن کی بات ہے کہ اصفہانی کے چاروں ٹھیکے مسترد کر دیے گئے۔انکا نے نہ جانے کیا جادو کیا تھا کہ رشوت لینے والے کئی حکام رشوت ستانی میں ملوث ہو گئے۔انکا نے ایک اخبار کے رپورٹر کے سر پر پہنچ کر اس کو وہ تمام اہم دستاویزات دیں اور رشوت کی تصدیق کرا دی جو ان ٹھیکوں سے متعلق تھی۔رپورٹر نے سیاہ حاشیے کے ساتھ یہ خبر پورے اہتمام سے شائع کی۔ایک دن میں اصفہانی صاحب کی رسوائی کا سامان پیدا ہو گیا۔رشوت کی بات چونکہ بالکل صحیح تھی اس لیے محکمہ رشوت ستانی حرکت میں آ گئی۔شام کے اخباروں نے اس خبر کو اور اچھالا اور رات گئے تک کئی افسران نے رشوت لینے کا تحریری اقرار کر لیا' وہ یہ کیسے نہ کرتے۔انکا کے لیے کون سا کام مشکل تھا۔چار بجے صبح مجھے انکا نے جگا کر بتایا کہ اصفہانی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔انکا مجھے پل پل کی خبر دے رہی تھی۔گزشتہ دن وہ بڑی سرگرم رہی۔دوسرے دن صبح کے اخبارات اصفہانی کے متعلق کچھ اور حیرت انگیز خبریں لے کر آئے۔اصفہانی کی نجی زندگی سے بہت سے رپورٹروں نے پردہ اٹھایا تھا۔صابر علی مجسٹریٹ اور اصفہانی کے تعلقات پر نکتہ چینی کی گئی۔غرضیکہ کون سا ایسا پہلو تھا جو اخبارات کے کھوجی رپورٹروں نے چھوڑ دیا تھا۔مجھے خوشی تھی کہ ایک دو دن کے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اندر اندر اصفہانی کی ساکھ برباد ہو گئی تھی۔ بعد میں مجھے اطلاع ملی کہ وزارت تجارت کے ایک عہدیدار کی بیوی نے اصفہانی کو ضمانت پر چھڑوا لیا ہے۔ شہر میں ہر طرف اس خبر کا چرچا تھا۔ شام کو شائع ہونے والے اخبارات نے میری خوشیوں کو اور بڑھا دیا۔ اصفہانی کے پاس پہلے جو ٹھیکے موجود تھے ان کا کام بھی روک لیا گیا تھا۔ انکا نے مجھے بتایا۔ ''جمیل، تمہارے سسر اب سنجیدگی سے خودکشی پر غور کر رہے ہیں۔ اگر انہیں کشور بیگم نے سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید اب تک وہ خود کو گولی مار چکے ہوتے۔''

''یہ کشور بیگم کون ذات بد ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ وزارت تجارت کے ایک عہدیدار شاہ زمان کی بیوی ہے۔ اسی نے تمہارے سسر کی ضمانت لی ہے۔ بڑی خوب صورت اور منچلی عورت ہے۔ تمہارے سسر کی بڑی گرویدہ ہے۔ چوری چھپے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی ہے۔ شاہ زمان کی ترقی میں کشور بیگم کا بڑا ہاتھ ہے۔ اسی وجہ سے وہ خاموش رہتا ہے۔''

''گویا کشور بیگم کا بھی علاج کرنا ہوگا۔''

''کشور بیگم اور تمہارے سسر کے درمیان پوشیدہ خط و کتابت بھی ہوتی رہتی ہے۔ بڑے رومان انگیز خطوط لکھے جاتے رہے ہیں۔ کہو تو ان خطوط کو اڑا کر اخبارات والوں تک پہنچا دیا جائے۔''

مجھے انکا کا مشورہ بے حد پسند آیا۔ اس طرح اصفہانی کا آخری سہارا بھی ختم ہو جاتا۔ میں نے انکا کی بات پر صاد کیا تو وہ خوشی سے مسکرا کر بولی۔

''جمیل! ملو گے کشور بیگم سے؟''

میں نے انکا کی بات کو ہنس کر ٹال دیا۔ فی الحال میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس سے میری بدنامی کا احتمال ہوتا۔ اسی شام جب اصفہانی صاحب کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں رام دیال سے ملنے اس کے گھر پہنچا۔ رام دیال گھر پر موجود نہیں تھا لیکن وہاں ایک ناقابل یقین واقعہ پیش آیا۔ اس کی بیوی شیاما نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی آؤ بھگت کی۔ پہلے کی طرح وہ آج بھی مجھ سے بڑی بے تکلفی سے پیش آ رہی تھی۔ انکا میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی ہماری گفتگو سن رہی تھی۔ کچھ دیر بعد شیاما کسی کام سے اٹھ کر اندر گئی تو انکا نے مجھ سے ایک عجیب بات کہی۔

''جمیل! شیاما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونکتے ہوئے انکا کے چہرے پر نظر ڈالی۔

''سنو شیاما کی نیت تمہارے سلسلے میں اچھی نہیں ہے۔ رام دیال آج کل ایک دوسری عورت کے چکر میں پڑ گیا ہے۔ شیاما نے انتقامی جذبے کے تحت دوسرے لوگوں سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔''

''چپ ہو جاؤ انکا۔'' میں قدرے برہمی سے بولا۔ ''شیاما میرے دوست کی بیوی ہے، وہ میری بہن کے برابر ہے۔ رام دیال کے کچھ احسان بھی ہیں مجھ پر۔''

''جمیل! جاؤ چپکے سے اندر جا کر دیکھ لو۔ اس وقت بھی شیاما کے کمرے میں ایک شخص موجود ہے۔''

نہ جانے کیوں مجھے انکا کی بات پر اعتبار نہیں آیا۔ تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انکا میری رہنمائی کرنے لگی۔ راہداری سے نکل کر جب میں شیاما کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا اور کھڑکی کی جھری سے اندر جھانکا تو مجھے شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ انکا نے شیاما کے بارے میں غلط بیانی نہیں کی تھی۔ اس وقت شیاما حقیقتاً ایک غیر مرد کے ساتھ ہم آغوش تھی۔ میں خاموش کھڑا سب کچھ دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد شیاما نے نوجوان سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''سندر لال، تم اب پچھلے دروازے سے نکل جاؤ۔ رام دیال کا ایک متر باہر ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔''

سندر لال شیاما کا ہاتھ تھام کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ ''دوبارہ دیوی کے درشن کب ہوں گے؟''

''کل رات۔'' شیاما نے شوخی سے جواب دیا۔

''اور اگر تمہارے پتی دیو موجود ہوئے تو؟''

''ارے اسے کامنی سے فرصت کہاں ملے گی۔'' شیاما تڑخ کر بولی۔ ''وہ دو روز سے پہلے نہیں آئے گا۔''

میں دبے قدموں واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ شیاما کو اس نئے رنگ میں دیکھ کر مجھے شدید تعجب ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شیاما آئی تو مجھے خاموش پا کر بولی۔

''شما کیجئے گا جمیل صاحب۔ میں ذرا رسوئی میں ہانڈی دیکھنے گئی تھی۔''

''رام دیال کب تک واپس آ جائے گا؟'' میں نے پوچھا شیاما کے جھوٹ پر مجھے سخت تاؤ آ رہا تھا۔

''کاروبار کے سلسلے میں کہیں باہر گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک دو روز بعد واپسی ہو۔'' شیاما نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا پھر اچانک مسکرا کر بولی۔ ''آپ کب یہاں آئے اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ میں تو پوچھنا ہی بھول گئی۔''

''میرا قیام ہوٹل میں ہے۔'' میں نے مختصر جواب دیا۔

''یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنا گھر ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں نہیں رہ سکتے۔ جایئے اور ابھی سامان اٹھا لایئے۔'' شیاما کے لہجے میں اپنائیت اور سپردگی کا انداز تھا۔ میں چپ نہ رہ سکا۔ غیر اختیاری طور پر میرے منہ سے نکلا۔

''رام دیال کا گھر ہمیشہ سے میرا اپنا رہا ہے لیکن اگر میں یہاں آ گیا تو سندر لال کی آمد و رفت میں دشواری ہوگی۔ شیاما میں کوئی اور عذر نہیں سنوں گا۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

شیاما نے میری زبان سے سندر لال کا نام سنا تو اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ کچھ دیر مجھے متعجب انداز سے گھورتی رہی پھر تڑپ کر اٹھی اور بے اختیار مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔ ایک خوب صورت اور جوان جسم کے لمس نے میرے احساسات اور جذبات میں ارتعاش سا پیدا کیا۔ میں نے شیاما کو ہٹانا چاہا تو وہ مجھ سے اور قریب ہو کر بولی۔

"جمیل صاحب' آپ نے جو کچھ دیکھا ہے' میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ پرنتو آپ رام دیال کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس نرموہی نے آج کل ایک عورت سے تعلقات پیدا کر لیے ہیں۔ دو دو تین تین دن گھر کا رخ نہیں کرتا۔"

میرے تن بدن میں چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں' میری کنپٹی سائیں سائیں کر رہی تھی۔ میں خاموش رہا تو شیاما ہاتھ باندھ کر بولی۔

"جمیل صاحب میں بنتی کرتی ہوں کہ آپ رام دیال سے کچھ نہ کہیں۔ میرا گھر برباد نہ کریں۔ ویسے مجھے وشواش ہے کہ اب اسے میری ضرورت نہیں۔ کامنی اس کا من بہلانے کے لیے کافی ہے۔"

شیاما کی حالت قابل رحم تھی۔ رام دیال نے واقعی اس کے ساتھ ناانصافی کی تھی لیکن میں اس عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔ شیاما میرے دوست کی بیوی تھی اور خود سپردگی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ میں خاموشی سے اس کا منہ تکتا رہا۔ شیاما نے میری خاموشی سے نہ جانے کیا نتیجہ اخذ کیا اور ایک بار پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گئی۔

میری قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ میرا گلا خشک ہو رہا تھا۔ تنفس پر میرا قابو نہیں تھا۔ دل تھا کہ ایک قیامت خیز قرب سے بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ اسی لمحے انکا نے کیف و مستی میں ڈوبی آواز میں کہا۔
"سنو جمیل! اس وقت یہ تمہیں رام کرنے کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار ہے' ہر قیمت پر تمہارے اوپر اپنا شریر دان کرنے کو تیار ہے۔"

میں نے عالم تصور میں انکا کی سمت دیکھا تو اس کی نشیلی آنکھوں میں خمار و مستی کے ڈورے تیر رہے تھے۔ انکا کو اس عالم میں دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا ہاتھ شیاما کی کمر کے گرد حلقہ بن گیا۔ اس کی خود سپردگی میں بڑی کشش تھی۔ میں کسی مقناطیسی قوت کے تحت اس کی جانب کھنچنے لگا' لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے اپنے دوست رام دیال کا خیال آ گیا۔

رام دیال جو میرا دوست تھا۔ میری غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اپنے دوست کی بیوی کو بری نظر سے دیکھوں۔ حالانکہ اس کی بیوی پہلے سے آلودہ تھی اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے اس کی پیشکش کو رد کر دیا تو سندر لال موجود ہے۔ رام دیال کی شیاما ہر حالت میں اس کے لیے غیر ہو چکی تھی۔ میں نے اسے نفرت سے دھکیل دیا۔ وہ دور جا گری اور میں فوراً وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"شیاما تم میرے دوست کی بیوی ہو۔ آئندہ میں سندر لال کو اس گھر میں نہ دیکھوں۔ نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" میری اس دھمکی پر وہ میرے پیروں میں پڑ گئی اور میں اسے دھتکارتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

اس واقعے کے بعد مجھے غیر معمولی سکون ملا۔ میرا ضمیر مطمئن تھا' کسی بات سے مجھے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس واقعے سے ہوئی تھی۔ میں نے طے کر لیا جب رام دیال آئے گا تو میں اس سے اس سلسلے میں کھل کر بات کروں گا۔

دوسری صبح میرے لیے بڑی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی' تازہ اخبارات کی سرخیوں نے یقیناً پورے شہر میں تہلکہ مچا دیا ہوگا۔ بیشتر اخبارات نے ان خطوط کو پہلے صفحے کی زینت بنایا تھا جو اصفہانی اور کشور کی مکروہ سازشوں اور گھناؤنی طبیعتوں کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی تھے۔ میں نے ان خطوط پر نظر ڈالنے کے بعد دوسری سرخی کو دیکھا تو چونک اٹھا۔ یہ خبر میرے لیے حیرت انگیز تھی کہ پولیس نے مختلف بینکوں سے اصفہانی کا اثاثہ دریافت کرنے کے بعد انہیں سختی سے ہدایت کی تھی کہ جب تک اوپر سے کوئی دوسرا حکم نہ ملے' اصفہانی کی طرف سے موصول ہونے والا کوئی چیک یا ڈرافٹ کیش نہ کیا جائے۔ میں دیر تک ان خبروں پر غور کرتا رہا پھر ضروریات سے جلدی جلدی فراغت پا کر کپڑے تبدیل کیے اور نرگس کے مکان کی طرف چل دیا۔ انکا بیدار ہو چکی تھی اور میرے سر پر صبح کی چہل قدمی میں مصروف تھی۔

جیسے جیسے نرگس کا مکان نزدیک آتا جا رہا تھا' میری حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد میری منزل مقصود میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ نرگس کا بنگلہ میرے ارمانوں کا مسکن تھا لیکن صدر دروازے پر پولیس کا پہرا دیکھ کر میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"کیوں جمیل' تم رک کیوں گئے؟ گھبراؤ نہیں جمیل۔ جب تک تمہاری کنیز تمہارے ساتھ ہے' تمہیں کسی بات سے خوف نہیں کھانا چاہیے' بے دھڑک آگے بڑھو۔"

انکا کے پہلے جملے نے مجھے تقویت بخشی۔ میں نے قدم آگے اٹھائے' صدر دروازے پر کھڑے ہوئے ایک پولیس افسر نے مجھ سے چند سوالات کیے پھر مجھے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ عمارت میں داخل ہو کر میں سیدھا اس حصے کی طرف گیا جہاں اصفہانی صاحب کی موجودگی متوقع تھی۔ جس وقت میں نے ان کے کمرے میں قدم رکھا' میری ساس اور سسر دونوں علیحدہ علیحدہ صوفوں پر بیٹھے اپنے اپنے خیالات میں گم تھے۔ اصفہانی صاحب کے چہرے سے وحشت اور پریشانی مترشح تھی۔ ان کے چہرے کی تمام شگفتگی اور کرختگی غائب ہو چکی تھی۔ میں ایک لمحے دروازے پر کھڑا دونوں میاں بیوی کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر میں نے اپنی ساس کو سلام کیا تو وہ جیسے کسی خواب سے چونک کر اچانک بیدار ہو گئیں۔ مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگیں' اصفہانی صاحب کی حالت مختلف تھی۔ مجھے اپنے روبرو

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دیکھ کران کی خشونت واپس لوٹ آئی۔

''تو کیوں آیا ہے یہاں؟ میں نے تجھے منع کیا تھا پھر کبھی اپنی منحوس صورت مجھے نہ دکھانا حرام زادے! تجھے اس عمارت میں قدم رکھنے کی جرات کیسے ہوئی۔ میں تجھے گولی ماردوں گا۔''

انکا برق رفتاری سے میرے سر سے اتر گئی۔ اصفہانی صاحب نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا اعشاریہ دو پانچ کا آٹو میٹک پستول نکال لیا جسے غالباً انہوں نے اپنا آخری نجات دہندہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔

''کمینے...... ذلیل۔ تو ہمارا مذاق اڑانے کی خاطر آیا ہے' میں تیرا جسم چھلنی کرڈالوں گا۔'' پستول کا رخ میری سمت کر کے اصفہانی صاحب دوبارہ گرجے مگر قبل اس کے کچھ وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہناتے' میری خوش دامن نے لپک کر شوہر کے ہاتھوں سے پستول اچک لیا اور تیزی سے بولیں۔

''کیا بالکل ہی دیوانے ہوگئے ہو؟ کیوں اپنی بگڑی ہوئی ساکھ اور ڈوبتی ہوئی عزت کا جنازہ اٹھوانے کے درپے ہو' پہلے ہی کیا کم پریشانیاں ہیں جو ایک اور مصیبت کا اضافہ کررہے ہو۔''

اصفہانی صاحب پیچ وتاب کھا کر رہ گئے' بیگم سے کچھ نہ بولے' میری جانب گھور کر سرد لہجے میں کہا۔

''جمیل احمد خان۔ خیریت چاہتے ہو تو چلے جاؤ میرے سامنے سے' ورنہ نہ جانے کیا ہوجائے گا۔''

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا' میری خوش دامن جلدی سے بولیں۔

''جمیل میاں' جب ہمارے تمہارے رشتے ٹوٹ چکے ہیں تو کیوں بلاوجہ ہمیں پریشان کرنے آجاتے ہو۔ خدا کے لیے ہماری پریشانیوں میں اضافہ نہ کرو۔''

''میں انہی ٹوٹے رشتوں کو جوڑنے آیا ہوں امی حضور۔'' میں نے اپنی ساس کو بڑے ادب سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''نرگس کے ساتھ جو گزر چکی ہے' مجھے اس کا علم ہے۔ میں اپنی سابقہ جلد بازیوں پر نادم ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ نرگس کو دوبارہ میرے عقد میں دے کر مجھے اپنی غلطی کی تلافیوں کا موقع دیں۔''

''بیگم......'' اصفہانی صاحب میری بات سن کر حلق کے بل چیخے۔ ''اس ننگ خاندان سے کہو کہ اپنی زبان بند کرلے۔ میرے سامنے اگر اس نے دوبارہ نرگس کا نام لیا تو میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔''

''خدا کے لیے چلے جاؤ جمیل میاں۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' میری خوش دامن نے گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''نرگس کو اس کی قسمت پر چھوڑ دو۔ اب تم جو چاہتے ہو وہ ناممکن ہے۔''

نرگس کے ضمن میں ناممکن کا لفظ سن کر میرے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ میرا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ میں پلٹ کر اپنی ساس کو کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا کہ پشت سے نرگس کی نحیف آواز سن کر

چونک اٹھا۔

''جمیل اگر آپ مجھے لینے آئے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

میں نے گھوم کر نرگس کے چہرے پر نظر ڈالی تو تڑپ اٹھا۔ کتنی اجاڑ اجاڑ نظر آرہی تھی نرگس۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے' گال کی ابھری ہوئی ہڈیاں چیخ چیخ کر زبان حال سے ان مظالم کی داستان سنا رہی تھی جو مجھ سے محبت کرنے کے عوض اس پر توڑے گئے تھے' وہ مجھے برسوں کی بیمار نظر آرہی تھی۔ بڑی نحیف اور کمزور کمزور سی۔ میں نے وارفتگی شوق میں آگے بڑھ کر نرگس کے ہاتھ تھام لیے اور سسک کر بولا۔ ''نرگس میری روح۔ میں تمہیں صدق دل سے دوبارہ اپنے عقد میں لینے کو تیار ہوں۔''

''بے حیا' بے شرم۔ اگر تو نے اس گھر کی دہلیز سے قدم باہر نکالا تو میں تجھے عاق کردوں گا۔'' اصفہانی صاحب تلملا کر چیخ پڑے۔ ان کی قہر آلود نظریں نرگس کے مظلوم چہرے پر مرکوز تھیں۔ میری خوش دامن گنگ سی کھڑی نرگس کو تک رہی تھی۔ مجھے اصفہانی پر تاؤ آگیا۔ میں نے سرد آواز میں کہا۔

''اصفہانی صاحب کیا' کیا ابھی اور رسوائی کے منتظر ہیں آپ۔''

''خاموش۔'' جواب میں اصفہانی صاحب حلق کے بل اتنی زور سے چیخے کہ ان پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ میری ساس پریشان ہوکر شوہر کی جانب بڑھیں۔ میں نے سوچا تھا کہ اصفہانی صاحب کو جی بھر کے سناؤں گا لیکن نرگس نے مجھے اتنا موقع نہ دیا۔ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

''چلیے جمیل۔ اب جو قسمت کو منظور ہو۔''

میں نرگس کو ساتھ لیے باہر آگیا۔ میرا خیال تھا کہ اصفہانی صاحب ضرور میرے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کریں گے لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ غالباً انکا نے انہیں ٹھنڈا کردیا تھا۔ میں نرگس کو ساتھ لیے صدر دروازے پر پہنچا تو پولیس افسر نے نرگس سے سرسری طور پر دو ایک سوال کیے پھر اسے میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے سڑک پر آکر ایک ٹیکسی پکڑی اور نرگس کو لے کر ہوٹل آگیا۔

نرگس کو دوبارہ اپنے قریب دیکھ کر مجھے جس قدر مسرت ہوئی' اس کا اظہار الفاظ کی زبانی ممکن نہیں' مجھے قوی امید تھی کہ نرگس بہت جلد اپنی کھوئی ہوئی صحت اور مسرتیں واپس پالے گی۔ میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ نرگس کو اپنے ہمراہ کسی صحت افزا پہاڑی پر لے جاؤں گا' جہاں نرگس کی بیماری کا خاطر خواہ علاج ہوسکے۔

نرگس کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔ وہ اپنے والدین کی موجودہ حالت سے پریشان نظر آتی تھی مگر وہ اتنی پریشان ہوچکی تھی کہ اپنے ماضی اور اس کی تلخ یادوں کو یکسر فراموش کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے کی خواہشمند تھی۔ ہم بڑی دیر تک ایک دوسرے کو اپنے اپنے ماضی کے تکلیف دہ حالات کی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جھلکیاں سناتے رہے۔میں نے خاص طور پر نرگس کو بڑی تفصیل سے اپنے بارے میں بتایا۔جب آخر میں میں نے نرگس کو انکا کی واپسی کے بارے میں بتایا تو وہ بے حد خوش ہوئی پھر مسکرا کر بولی۔

''ذرا انکا سے دریافت کیجئے کہیں وہ دوبارہ تو آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ دے گی؟''

''اب ایسا نہیں ہوگا میری زندگی۔''میں نے نرگس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے بڑی خود اعتمادی سے کہا۔''انکا اب ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہماری خوشیوں میں برابر کی شریک رہے گی۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔''نرگس نے دل کی گہرائیوں سے کہا۔

انکا میرے سر پر واپس آ چکی تھی اور بار بار پہلو بدل کر میری اور نرگس کی باتیں سن رہی تھی۔خاص طور پر وہ نرگس کی باتوں کو زیادہ غور سے سن رہی تھی۔شاید اسے اپنی ہم جنس سے زیادہ ہمدردی تھی میں ابھی نرگس سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا۔میں نے نرگس کو آرام کرنے کو کہا اور خود اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔اتنی دیر میں آنے والے نے دوبارہ دروازے پر زوردار دو تین ہتھڑ مارے۔مجھے دستک دینے کے اس انداز پر طیش آنے لگا۔لپک کر میں نے دروازہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحے چونک پڑا۔باہر پنڈت بدری نرائن میرا منتظر تھا۔مجھے بدری نرائن کو دیکھ کر یکلخت اس کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد آگیا۔انکا کے حصول کے سلسلے میں میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چاہے گا بلا کسی حیل و حجت انکا کو اس کے حوالے کردوں گا۔بدری نرائن کی بڑی بڑی اور سرخ آنکھیں معنی خیز انداز میں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

نہ جانے کیوں مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو میری پریشانی دوچند ہوگئی۔انکا مجھے اس وقت کچھ سہمی سہمی سی نظر آئی تھی۔اس کی نظریں بدری نرائن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔میرے دل کی گہرائیوں سے ایک سوال ابھرا۔

''جمیل احمد خان۔اگر پنڈت بدری نرائن نے حسب وعدہ انکا کو تم سے مانگا تو تم کیا جواب دو گے؟''

میں خود کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ادھر بدری نرائن کی مسکراتی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

☆==========☆==========☆

انکا کے سلسلے میں میں نے بدری نرائن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جب چاہے گا میں کسی حیل و حجت کے بغیر انکا کو اس کے حوالے کردوں گا اور اب جب کہ میں انکا کے حصول میں کامیاب ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ چند بہترین وقت گزار چکا تھا تو اس وقت بدری نرائن کو اچانک اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر میں چونک پڑا۔انکا مجھے توقع کے خلاف کچھ سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔مجھے انکا کی یہ حالت دیکھ کر بڑی حیرت

ہوئی۔ادھر بدری نرائن کی مسکراتی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔چند ثانیے ہم ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے پھر بدری نرائن طنزیہ انداز میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

''جمیل احمد خان!پہچانا مجھے؟میں بدری نرائن ہوں......کیا اتنی جلدی بھول گئے میاں جی۔''

''ہاں......ہاں......پنڈت جی۔''میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔''آیئے تشریف رکھیے'میں بھلا آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔آیئے ریستوران میں بیٹھتے ہیں۔''

میں بدری نرائن کی آمد سے خاصا بوکھلا گیا تھا۔میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس بلائے بے درماں سے کیسے جان چھڑاؤں۔میں اسے لے کر ہوٹل کے بڑے ہال کی طرف بڑھا۔پنڈت بڑے اعتماد سے مسکراتا ہوا میرے ساتھ چل رہا تھا۔ہم ہوٹل کے گوشے میں ایک ایسی میز پر بیٹھ گئے جہاں ہماری آواز کوئی نہیں سن سکتا تھا۔میز پر بیٹھ کر جب ذرا اوسان بحال ہوئے تو میں نے پنڈت سے پوچھا۔''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں میں خود آپ کی طرف آنے والا تھا۔''

''ارے جمیل احمد خان۔اب بھلا تم کیوں آتے'مجھے ڈر تھا کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ اور جہاں تک تمہاری یہاں موجودگی کے بارے میں مجھے معلوم ہونے کا تعلق ہے تو بھلا تم سے غافل کب رہا۔مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔بہرحال دھنیہ باد۔تم سپھل ہو گئے۔''پنڈت کے لہجے میں ابھی تک تیکھا پن تھا۔

''ہاں پنڈت جی۔میں سپھل ہو گیا لیکن ان دنوں میں بہت پریشان رہا۔مجھے کچھ الجھنیں درپیش تھیں۔اب بھی میں انہی میں گھرا ہوا ہوں۔''میں نے اپنائیت سے کہا۔''آپ یہ بتایئے آپ کیا پئیں گے'کیا کھائیں گے؟''

''نہیں نہیں جمیل احمد خان۔میں ہوٹلوں سے کچھ نہیں کھاتا پیتا۔میں صرف دودھ پیتا ہوں اور کچی سبزیاں کھاتا ہوں۔پنڈت پجاری لوگوں کو کھانے پینے سے کیا واسطہ۔''

میں نے کوشش کی کہ پنڈت کو ادھر اُدھر کی باتوں میں الجھائے رہوں مگر اس کے تیور نہیں بدلے۔لوٹ پھیر کر وہ انہی باتوں پر آ جاتا جو میں سننی نہیں چاہتا تھا۔اس نے باتوں باتوں میں یاد دہانی کروائی کہ اس نے شیو چرن کو مارنے میں میری مدد کی تھی'برکاتی شاہ سے ملنے کا مشورہ دیا تھا اور انکا کی واپسی کے بارے میں گُر کی باتیں بتائی تھیں۔اس کی ساری باتیں سچی تھیں۔واقعی اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو میں انکا کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔جب وہ اپنے تمام احسانات جتا چکا تو اچانک کہنے لگا۔''یہ ساری باتیں یاد ہیں نا تمہیں؟''

''مجھے یاد ہیں پنڈت جی۔''میں نے اس سے خوف زدہ ہو کر کہا۔''مجھے ہر بات یاد ہے۔ایسی باتیں کون بھول سکتا ہے۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پنڈت نے اپنی ایک آنکھ میچتے ہوئے کہا۔ "اور میاں جی' تمھیں اپنا وچن یاد ہے؟"

"مجھے اپنا وعدہ بھی یاد ہے۔" میں نے مری سی آواز میں جواب دیا۔

"بھلے مانس ہو خان صاحب۔" بدری نرائن نے مسکرا کر کہا پھر اچانک سنجیدگی سے بولا۔ "سنو میاں جی۔ میرے اس سمے آنے کا کارن یہی تھا۔ اب وہ سمے آ گیا ہے جب تمھیں اپنا وچن پورا کرنا ہے۔ مجھے انکا کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ تم اسے کچھ دنوں کے لیے میرے حوالے کر دو۔"

"آپ کے حوالے؟" میں گھبرا گیا اور پھر مصنوعی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تو یہ بات ہے! آخر ایسی کیا ضرورت پڑ گئی آپ جیسے مہان پنڈت کو انکا کی؟"

"بس خان صاحب۔ یہ بات نہ پوچھو۔ میں انکا سے وہ کام لینا چاہتا ہوں جو تم کبھی نہیں لے سکتے۔"

"لے جایئے گا انکا کو۔ آخر ایسی جلدی بھی کیا ہے۔"

"نہیں خان صاحب' مجھے انہی دنوں اس کی ضرورت ہے۔"

"بات یہ ہے پنڈت بدری نرائن جی۔" میں نے انتہائی تحمل سے جواب دیا۔ "میں انکا کے ذریعے ان دنوں اپنے بگڑے ہوئے حالات سدھارنے میں مصروف ہوں۔ مجھے خود قدم قدم پر اس کی ضرورت ہے' اب میرا اس کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤں گا لیکن آپ مجھے کچھ دنوں کی مہلت دے دیں پھر انکا آپ کی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے زیادہ دنوں کے لیے بھی رکھ سکتے ہیں۔"

میرے تحمل کا پنڈت پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جتنا میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی اتنا ہی اس کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے اپنے سر کی طرف کسی مدد کی امید میں انکا کو دیکھا۔ انکا کا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں تھا۔ وہ ابھی تک سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ اس کی نظریں بدری نرائن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ انکا کو بدری نرائن کے حوالے کرنے کا تصور میرے کیے بڑا جان لیوا تھا۔ وعدہ اپنی جگہ پر تھا مگر اب میں اب کوئی خطرہ لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ مجھے بدری نرائن جیسے چالاک پنڈت سے کوئی اچھی توقع نہیں تھی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ انکا بھی متوحش نظر آ رہی تھی۔ ویسے بھی نرگس کے سلسلے میں اس وقت مجھے انکا کے سہارے کی ضرورت تھی۔ مجھے پونا جا کر تربینی سے نمٹنا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس وقت کس طرح بدری نرائن کو مطمئن کر کے رخصت کر دوں' میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے تذبذب میں دیکھ کر بدری نرائن اچانک بدل گیا اور نہایت خشک لہجے میں بولا۔

"من کا کھوٹ دور کرو جمیل احمد خان۔ میں نے تمہاری بہت سی باتیں سن لیں۔ میں دل کے بھید بھی پڑھ سکتا ہوں۔ تم کئی بار میری شکتی دیکھ چکے ہو۔"

"ارے ارے پنڈت جی۔ آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ یقین کیجئے میں آپکا بے حد شکر گزار ہوں۔ آپ نے تو مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں لیکن......" میں نے پنڈت کو بگڑتے ہوئے دیکھ کر اسے پرسکون کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"چھل کپٹ سے کام نہ لو میاں جی۔" بدری نرائن نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے اس بات کے لیے مجبور نہ کرو کہ تمہیں اپنی شکتی کے دو چار چمتکار اور دکھاؤں۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ تمہاری مکتی کا کیول ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنا وچن پورا کرو۔ یہ ایک شریفانہ بات ہے۔"

نہ جانے بدری نرائن کے لہجے میں کیا جادو تھا کہ میں انکا کی موجودگی کے باوجود اس وقت خود کو بڑا بے یار و مددگار محسوس کر رہا تھا۔ میں گنگ سا کھڑا بدری نرائن کو دیکھتا رہا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو جمیل احمد خاں۔" پنڈت نے دھمکی آمیز سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آج سے تیسرے دن پورن ماشی کی رات ہے تم رات کو ٹھیک بارہ بجے اسٹیشن پار والے مرگھٹ پر انکا کے ساتھ آ جاؤ۔ میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم اس رات نہ آئے اور تم نے اپنے دیے ہوئے وچن سے پھرنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہیں مجھے ایک بار پھر یہ نہ بتانا پڑے کہ میں کون ہوں۔"

مجھ پر اس وقت ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری قوت گویائی سلب ہو گئی ہے۔ میں نے بدری نرائن کو حالات کی نزاکت سے آگاہ کرنا چاہا لیکن اس نے میری کسی بات پر توجہ نہ دی۔ وہ اچانک اٹھ گیا اور چند ثانئے تک سینہ تانے مجھے قہر بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے پلٹا اور بڑی بے پروائی کے ساتھ ریسٹوران سے باہر جانے لگا۔ میں نے اسے روکنا چاہا مگر وہ نہیں رکا اور میں کسی سحر زدہ معمول کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اسی وقت انکا نے مجھے چونکا کر پوچھا۔ "یہ بدری نرائن کو تم کب سے جانتے ہو؟"

انکا کے چونکانے پر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی پھر بدری نرائن کے بارے میں اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ انکا بہت غور سے میری باتیں سنتی رہی۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "جمیل' تم اس پنڈت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ اس نے ایک عمر تپسیا میں گزاری ہے لیکن اس کی زیادہ شکتی کی ہوس کم نہیں ہوتی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس نے ایک بار مجھے حاصل کرنے کے لیے دیوتاؤں سے بنتی کی تھی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ بہت دنوں سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جس وقت اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ شیو چرن منڈل میں بیٹھ گیا ہے اور تم اسے مارنے آ رہے ہو اسی سمے سے یہ تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اس نے فریب سے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

یہ وعدہ لے لیا کہ تم عارضی طور پر مجھے اس کے حوالے کر دیا کرو گے۔ اس کے دل میں کینہ ہے' یہ ہر اس شخص کا دشمن ہے جس کے پاس میں ہوں۔ اس نے تمہارے ساتھ مکروفریب سے کام لیا ہے۔ برکاتی شاہ نے جو عمل تمہیں بتایا تھا وہی میری واپسی کے لیے بہت تھا۔ اس پنڈت نے تمہاری پریشانی سے فائدہ اٹھا کر وقتاً فوقتاً مجھے حاصل کرنے کا وعدہ لے لیا اور اب تم اس کے جال میں پھنس چکے ہو۔"

"پھر۔ پھر اب کیا ہوگا؟" میں نے انکا سے پوچھا تو وہ بولی۔

"مجھے سوچنے دو جمیل۔ پنڈت بدری نرائن جہاں ایک چالاک اور کینہ پرور شخص ہے وہیں اس کے پاس طاقت بھی ہے۔ اس کے پاس بے شمار غیر مرئی قوتیں ہیں۔ اسے کالی مائی کی آشیرباد بھی حاصل ہے۔ سفلی علم میں بھی وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ بہت ذہین پنڈت ہے۔ عام پنڈت پجاریوں سے مختلف' مجھے سوچنا پڑے گا کہ تمہیں اس کے چنگل سے کیسے نجات مل سکتی ہے۔"

"انکا۔" میں نے ڈوبتے ہوئے دل سے کہا۔ "کیا تمہاری لامحدود قوتیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ کیا واقعی تم بھی اس سے خائف ہو؟"

"میری بات دوسری ہے جمیل۔ میں اپنے آقا کے سوا کسی کی تابع نہیں۔ مجھے دیوتا ہی پریشان کر سکتے ہیں لیکن جمیل جس طرح انسانوں میں درجہ بندیاں ہوتی ہیں اسی طرح پراسرار شکتیوں میں بھی درجے ہوتے ہیں۔ پراسرار شکتیاں بھی کچھ اصولوں کی پابند ہوتی ہیں اور اس وقت تک ایک دوسرے سے ٹکرانے سے گریز کرتی ہیں جب پانی سر سے اونچا نہ ہو جائے۔"

میں انکا سے باتیں کرتا ہوا اپنے کمرے میں آیا تو وہاں نرگس ٹہل رہی تھی۔ آتے ہی اس نے مجھ سے دریافت کیا۔

"کہاں گئے تھے؟ اور یہ شخص کون تھا جو اتنی بے ہودگی سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ میں تو بہت گھبرا گئی تھی۔"

"اسی ہوٹل میں میرا ایک پرانا واقف کار بھی مقیم تھا۔ میں ریستوران میں اسے چائے پلانے لے گیا تھا۔" میں نے نرگس کو مطمئن کر کے موضوع بدل دیا اور اس کی صحت کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ انکا اس دوران برابر کسی سوچ میں ڈوبی رہی۔ خود میرا ذہن بھی بدری نرائن کی پراسرار شخصیت میں الجھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب نرگس سو گئی تو میں آہستہ سے اٹھ کر برابر والے کمرے میں آ گیا۔ میں نے اپنی ٹانگیں میز پر ٹکا دیں اور انکا کی طرف مایوسی کے عالم میں دیکھا۔ وہ بہت فکرمند نظر آتی تھی۔ ہم دونوں دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "انکا' کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ بدری نرائن نے مجھ سے تمہارے سلسلے میں کیوں وعدہ لیا تھا؟"

"ابھی مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے کوئی بہت اہم کام لے گا۔ کوئی

ایسا کام جو اس کی قوت سے باہر ہو۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ میں اس منحوس کو جان سے مار کر ہمیشہ کے لیے اس سے چھٹکارا حاصل کر لوں۔" میں نے ڈرتے ڈرتے دل کی بات کہی تو انکا تیزی سے بولی۔

"یہ خیال ذہن سے نکال دو میرے پیارے جمیل۔ تم تنہا اس پنڈت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے بے بسی سے پوچھا۔

"جلدی نہ کرو جمیل۔" انکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تم آرام کرو۔ جب تک میں تمہارے سر پر ہوں' تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ مجھے تو ایک بات پریشان کیے دیتی ہے کہ بدری نرائن تمہاری طرف سے مایوس ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو تمہارے لیے تشویش کا باعث ہو۔"

"انکا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہارا اشارہ نرگس کی طرف تو نہیں ہے؟"

"اس عیار پنڈت سے کچھ بعید نہیں جمیل۔ وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔" انکا نے کہا' پھر مجھے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"اتنی جلدی مایوس مت ہو۔ اب ایسا بھی نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تین روز کی مہلت باقی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس عرصے میں' میں یہ معلوم کر لوں گی کہ بدری نرائن کیا چاہتا ہے۔ ویسے نرگس کا خیال مجھے بھی تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ وہ تمہیں عزیز ہے اس لیے مجھے بھی عزیز ہے۔ اب تم نرگس کے پاس جاؤ۔ ہو سکتا ہے میں آج ہی رات بدری نرائن کے بارے میں سب کچھ معلوم کر لوں۔"

"انکا تم جانتی ہو۔ میں ساری دنیا کے لیے برا ہو سکتا ہوں یوں بھی میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں لیکن نرگس کے سلسلے میں' میرے دل میں ہمیشہ سچے جذبے بیدار ہوئے ہیں۔ میں اس سے اپنے آپ سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ میں نے بڑی ٹھوکریں کھانے کے بعد نرگس کو حاصل کیا ہے۔ چاہے میری جان ہی چلی جائے مگر میری نرگس کو کچھ نہ ہو۔ میں اس کی خاطر اپنی زندگی کی بھینٹ دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ تمہیں ہر صورت میں نرگس کا خیال مجھ سے زیادہ رکھنا ہوگا۔"

"یہ تم مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔" اس بار انکا نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اشارہ بہت ہے جمیل۔ اچھا اب تم جاؤ اور آرام سے سو جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ نرگس ہر طرح محفوظ رہے گی۔"

انکا نے نرگس کے سلسلے میں اطمینان دلایا تو مجھے کسی قدر سکون آ گیا۔ میں نے انکا کو زیادہ نہیں کریدا اور چپ چاپ بتی بجھا کر لیٹ رہا۔ وہ رات بہت بری گزری۔ میں بار بار سوتے سے چونک پڑتا۔ پراگندہ خیالات رات بھر مجھے پریشان کرتے رہے' جب بھی میری آنکھ کھلتی' میں انکا کو غور و فکر میں ڈوبا ہوا پاتا۔ ایک دو بار میں نے اٹھ کر نرگس کے کمرے میں بھی جھانکا لیکن وہ بڑے اطمینان سے سو رہی تھی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صبح میری جب آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے انکا پر نظر ڈالی' وہ اس وقت میرے سر پر ٹہل رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ رات بھر جاگتی رہی ہے لیکن اس کے چہرے پر مجھے اُلجھن کے بجائے گہری سرخی نظر آ رہی تھی جو یقیناً کسی جذباتی شدت کا ردعمل تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے مخاطب کیا۔ "کہو کیا رات بھر جاگتی رہی ہو؟"

"ہاں ساری رات۔" انکا نے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "جمیل۔ میں نے ساری رات بدری نرائن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں بتا دی۔ اب میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ پنڈت بدری نرائن کیا چاہتا ہے۔"

"وہ آخر کیا چاہتا ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ میری تمام تر توجہ انکا پر مرکوز تھی اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"اس کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ میرے ذریعے کچھ نادیدہ قوتوں کا راز جان کر انہیں اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم نے مجھے اس کے سر پر چلے جانے کا حکم دے دیا تو میں اس کی خواہش پوری کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی اور وہ مزید طاقت ور ہو جائے گا پھر ممکن ہے وہ تمہیں کچھ اور پریشان کرے۔"

"یہ ناممکن ہے انکا۔ جب تک نرگس صحت یاب نہیں ہو جاتی اور تربنی سے میں نمٹ نہیں لیتا' میں تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی دور نہیں کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تم خود بھی کہہ رہی ہو کہ اس کے ارادے ٹھیک نہیں۔"

"ہاں بہتری اسی میں ہے کہ تم مجھے کبھی بدری نرائن کے حوالے نہ کرو۔ اس طرح وہ اور شیر ہو جائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ میں کسی ایسے شخص کے حکم پر چلنے کے لیے مجبور ہو جاؤں جو بعد میں خود میرے لیے وبال جان بن جائے۔ میں اس کے سر پر جانا نہیں چاہتی جمیل۔"

"تمہیں جانے کون دے رہا ہے؟ میں تو اس کمینے سے پہلے ہی خار کھائے ہوتے ہوں مگر پھر اس شریر پنڈت سے کیسے نمٹا جائے؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی بات تو مجھے بھی پریشان کر رہی ہے۔ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو میرے لیے وہ چند لمحوں کا تھا مگر یہ تو پنڈت بدری نرائن ہے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے۔ مجھے تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ اس کے کہنے کے مطابق پورن کی ماشی کی رات مرگھٹ پر جانا ہی پڑے گا اور کوئی صورت تو نظر نہیں آتی۔" میں نے اداسی سے کہا۔

"ہاں جمیل۔" انکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ تم وہاں ضرور جاؤ۔"

"کیا مطلب' یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ یعنی مجھے مرگھٹ جانا ہوگا اور پھر تمہیں گویا اس کے حوالے کرنا

ہوگا۔ طشتری میں رکھ کر' لیجئے انکا حاضر ہے۔ پنڈت جی۔ یہ آپ کے حکم کی تابع رہے گی۔ آپ اس کے ساتھ جو جی چاہے کریں۔"

"تمہیں بھئی۔ تم وہاں جانا اور اس سے کہنا کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ تمہارے ذریعے مجھ سے کہے' مجھے یقین ہے کہ وہ یہ شرط ماننے پر کبھی آمادہ نہ ہوگا۔" انکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس طرح تو ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔" میں نے پرخیال لہجے میں جواب دیا۔

"اور میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ وہ منحوس پنڈت تم سے ٹکرا جائے۔ جانتے ہو جمیل' اس صورت حال کے بعد کیا ہوگا؟ مجھ پر سے وہ پابندی ختم ہو جائے گی' جس کے تحت میں دوسری پراسرار قوتوں سے جنگ کرنے سے گریزاں ہوں۔ میں ظاہر ہے بے وجہ بدری نرائن سے نہیں ٹکرا سکتی۔ دیوتا اس بات سے ناراض ہو جائیں گے' میں ٹکراؤ کا کوئی جواز پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے' پر میری بات مان جاؤ۔"

میں دیر تک پس و پیش کرتا رہا اور انکا مجھے بدری نرائن سے ہونے والی ملاقات کے بارے میں سمجھاتی رہی۔ چار و ناچار میں نے اس کی تمام ہدایتیں ذہن نشین کیں' پھر موضوع بدل کر کہا۔

"نرگس کی صحت کے بارے میں مجھے سخت تشویش ہے' دیکھو نا وہ کس قدر لاغر نظر آتی ہے۔ میں اسے تندرست و توانا دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم نے نرگس کی بیماری کے لیے بھی کچھ سوچا؟"

"تین روز کی بات اور ہے جمیل! اس کے بعد نرگس کو کسی اچھے پہاڑی مقام پر لے چلیں گے جہاں اس کا علاج بہتر اور مناسب طور پر ہو سکے گا اور تم بھی کچھ دن سکون کے ساتھ گزارو گے۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ تم دیکھو گے کہ نرگس کھوئی ہوئی تندرستی دوبارہ حاصل کر لے گی۔ اس پہاڑی مقام پر تمہاری دلچسپی کی اور بہت سی چیزیں ہوں گی۔" انکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

میں نے وضاحت نہیں چاہی کہ اس نے میری دلچسپی کا کیا خاص انتظام کیا ہے' بہرحال اس کے مشورے پر مجھے مجبوراً تین روز نرگس کے شہر میں رکنا پڑا۔ ہر چند کہ میں نرگس کی بیماری کے پیش نظر ایک دن بھی اسے اس شہر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس شہر سے نرگس کی تلخ یادیں وابستہ تھیں لیکن انکا کے مشورے پر مجھے مجبور ہو جانا پڑا۔ بدری نرائن کا پریشان کن مسئلہ بھی حل کرنا ضروری تھا۔ نرگس نے متعدد بار مجھ سے شہر چھوڑنے کے لیے کہا لیکن میں اسے الٹے سیدھے بہانے کر کے ٹالتا رہا۔ میں نے اسے بدری نرائن کے بارے میں کوئی بات بتانی مناسب نہ سمجھی۔ ادھر میری الجھنیں تھیں کہ بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔ میں پنڈت بدری نرائن سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔ کوئی اندرونی بات ایسی ضرور تھی جو انکا کی پراسرار قوتوں کی موجودگی کے باوجود مجھے وسوسوں میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ نہ جانے کیوں میرا دل بار بار اس خیال سے کانپ اٹھتا تھا کہ بدری نرائن اتنی آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں ہے وہ مجھے کوئی بھاری

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نقصان ضرور پہنچائے گا۔ میں اس نقصان کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ میں نے اپنے دل کی یہ کیفیتیں صرف نرگس ہی سے نہیں بلکہ انکا سے بھی پوشیدہ رکھیں۔ یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی جس کا خمیازہ مجھے بعد میں اٹھانا پڑا۔

ان تین دنوں میں بہت سے ہنگامہ خیز واقعات پیش آئے جو عام حالات میں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث ہوتے' لیکن اس وقت مجھے کسی بات میں لطف نہیں آ رہا تھا۔ اصفہانی صاحب گرفتار کر لیے گئے تھے اور اخبارات میں ان کے متعلق بڑی عجیب و غریب خبریں چھپ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ کشور بیگم کے شوہر پر بھی عتاب آ چکا تھا۔ مجسٹریٹ صابر علی بھی معطل ہو چکے تھے۔ میں نے یہ سب خبریں نرگس سے چھپائیں' اسے اخبار ہی نہیں پڑھنے دیا۔ میں اس کے باپ کے شرمناک کرتوت' کچھ حقائق پر مبنی اور کچھ مبالغہ آمیز خبریں پڑھوا کر اس کی صحت کو مزید خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہر صورت اصفہانی صاحب اپنی زندگی کے اس بدترین انجام کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ادھر رام دیال سے ملنے کو میرا دل مضطرب رہا لیکن ایسی صورت میں جب بدری نرائن نے میرا جینا حرام کر رکھا ہو' مجھے کوئی بات اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ میں تین دن تک قیاس آرائیں کرتا رہا اور خود سے الجھتا رہا۔ تین دن بہت ہوتے ہیں یہ پہاڑ جیسے تین دن میں نے بہت بدمزگی اور بے بسی میں گزارے۔

جس دن مجھے بدری نرائن سے ملنے جانا تھا اس روز صبح ہی سے میں خاموش خاموش سا تھا۔ انکا تمام دن مجھے بار بار تاکید کرتی رہی کہ میں بدری نرائن کے سامنے کسی بزدلی کا ثبوت نہ دوں اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کروں' شام تک میں بجھا بجھا سا رہا لیکن اس کے بعد میں نے طے کر لیا کہ حالات خواہ کچھ ہی ہوں' میں بدری نرائن سے خائف نہیں ہوں گا۔ کچھ بھی ہو فی الحال تو انکا کا پراسرار وجود میرے تابع تھا' انکا جو بے پناہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی جو صرف ایک اشارے پر میرے قدموں پر دولت نچھاور کر سکتی تھی۔ اس کی قوت کے کرشمے میرے لیے نئے نہیں تھے۔ میں اس کی حیرت انگیز طاقت کے ہزاروں مظاہرے دیکھ چکا تھا۔ میں کسی ٹھوس چٹان کی طرح اپنی جگہ اٹل ہو گیا۔

رات کو ساڑھے گیارہ بجے میں پوری طرح مستعد ہو کر ہوٹل سے نکلا۔ نرگس اس وقت محو خواب تھی۔ میں نے دروازے کو باہر سے قفل لگایا اور ایک بیرے کو چند سکوں کے عوض اس بات پر رضامند کر لیا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں' وہ میرے کمرے کا خاص طور پر خیال رکھے۔

مرگھٹ کا راستہ میرے لیے نیا نہ تھا۔ ایک بار پہلے بھی رام دیال کی ماں کی ارتھی جلانے کے لیے میں اس طرف آ چکا تھا۔ انکا نے پورے راستے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور غور و فکر کے آثار بدستور موجود تھے۔ میں نے اس کی محویت میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ ہر چند کہ میں نے بدری نرائن سے ٹکرانے کا ٹھوس ارادہ کر لیا تھا اس کے باوجود نہ جانے وہ کیا بات تھی جو مجھے مستقبل میں

آنے والے بہت سے نقصانوں کا احساس دلا رہی تھی۔

پورن ماشی کا چاند نیلے آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا لیکن اس وقت میں اس کے حسن سے متاثر نہ ہو سکا۔ شاید اس لیے کہ مرگھٹ کی پراسرار اور ہولناک ویرانی نے چاندنی کو بھی اپنے خوفناک ماحول میں ضم کر لیا تھا۔ ہر طرف بڑا ہولناک سناٹا طاری تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ کوئی پتا بھی کھڑکتا تو میں چونک پڑتا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے کسی ہندو مردے کی گندی آتما میرا تعاقب کر رہی ہو۔ میری دستی گھڑی اس وقت پورے بارہ کے عمل کا اعلان کر رہی تھی۔ میں نے اندھیرے میں چاروں سمتوں کا بغور جائزہ لیا لیکن دور دور تک کسی ذی روح کا کوئی نشان نہ تھا۔ انکا کا عالم وہی تھا' وہ اب بھی اپنے خیالات میں گم تھی۔ میں ایک جگہ رک گیا اور اس جانب نظریں جما دیں جہاں سے بدری نرائن کی آمد متوقع تھی۔

ابھی مجھے وہاں کھڑے ہوئے بمشکل سے ایک منٹ گزرا تھا کہ پشت سے بدری نرائن کی آواز سن کر میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' بدری نرائن مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تاریکی کے باوجود مجھے اس کی آنکھیں روشن نظر آ رہی تھی۔ دو دہکتے ہوئے سرخ انگاروں کے مانند' مجھے بدری نرائن کی اچانک آمد پر حیرت تھی لیکن پھر میں نے اس خیال سے اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ ممکن ہے وہ پہلے ہی سے یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہو اور مجھے محض خوف زدہ کرنے کی خاطر اس نے یہ ڈرامائی انداز اختیار کیا ہو۔ اس خیال نے میرے دل میں بدری نرائن سے نفرت اور پھیلا دی۔ میں خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا رہا۔ کچھ دیر تک مکمل سکوت طاری رہا پھر بدری نرائن کی خشک آواز سناٹے کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

''جمیل احمد خان۔ مجھے خوشی ہے کہ تم ٹھیک وقت پر آ گئے' کیا انکا اس سمے تمہارے سر پر موجود ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے دیدہ دانستہ اختصار سے کام لیا۔

''اور انکا کے سلسلے میں تمہیں اپنا وچن یاد ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''میں اس سمے تم سے زیادہ باتیں نہیں کروں گا' اپنے دیے ہوئے وچن کے انوسار اب تم انکا کو اپنے حکم سے میرے حوالے کر دو۔ میں تمہیں اپنے دیوی دیوتاؤں کی سوگند کھا کر وچن دیتا ہوں کہ انکا چار روز بعد واپس کر دوں گا۔'' بدری نرائن نے ایک ایک لفظ بہت جما کر کہا۔ اب میرے لیے پینترا بدلنے کا وقت آ گیا تھا۔ میں نے بڑے خشک لہجے میں اس سے کہا۔

''بدری نرائن' تم اس خواہش کا اظہار ہوٹل میں بھی کر سکتے تھے۔ مجھے آدھی رات کو مرگھٹ تک

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بلانے کی کیا ضروری تھی؟ کیا میں اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"تمہیں یہاں بلانے کا کارن کیا تھا' یہ میں بہتر سمجھتا ہوں۔ تمہیں ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔" بدری نرائن نے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری باتوں سے مجھے فریب کی بو آرہی ہے' پنڈت بدری نرائن۔"

"جمیل احمد خان۔" یک لخت بدری نرائن گرج پڑا۔ "تمہاری یاداشت بہت کمزور ہے۔ تم اپنے پرانے دن جلدی بھولنے کے عادی ہو گئے ہو۔ کیا میں تمہیں یاد دلاؤں کہ اس سے تم کس سے بات کر رہے ہو؟ کیا مجھے پھر بتانا پڑے گا کہ تم اس سے کس کے سامنے کھڑے ہو۔"

'تیور بگاڑ کر باتیں نہ کرو۔ اس طرح تم مجھے مرعوب نہیں کر سکو گے بدری نرائن۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر معاملے کی بات کرنی ہے تو اپنی کھوپڑی ٹھنڈی رکھو۔ یہ بات بھی دھیان میں رکھو کہ جب تک تم مجھے مرگھٹ بلانے کا کارن نہیں بتاؤ گے میں انکا کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔"

"تم مورکھ ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تم کس کا اپمان کر رہے ہو۔" بدری نرائن کسی سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بتدریج گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"پنڈت جی' میں پہلے تمہیں نہیں جانتا تھا لیکن اب خوب پہچان گیا ہوں اس لیے اب تم آنکھیں نیلی پیلی کرنے کی کوشش نہ کرو اور مجھے بتاؤ کہ انکا کو حاصل کرنے کی خاطر تم نے شمشان بھومی کا انتخاب کیوں کیا ہے۔" میں نے انکا کے اشارے پر پھر اسے بے پروائی سے جواب دیا۔ "وعدہ اپنی جگہ ہے لیکن ایک مشکوک شخص سے وعدہ نبھانا میرے نزدیک حماقت ہے۔"

بدری نرائن میرا جواب سن کر غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ تم سے تو پر اتر آیا۔

"پاپی۔ تو اپنے وچن سے پھر کر گھور پاپ کر رہا ہے۔ اگر مکتی چاہتا ہے تو اب بھی وقت ہے' سیدھی طرح انکا کو میرے حوالے کر دے' پرنتو اگر تو نے انکار کیا تو پھر نہ کہنا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا۔"

ٹھیک اسی وقت انکا پھدک کر میرے سر سے نیچے اتر گئی' ایک لمحے کے لیے میں گھبرا گیا۔ انکا کا اچانک کچھ کہے بغیر سر سے نیچے اتر جانا میرے لیے تشویش ناک تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود پر قابو پا کر کہا۔

"پنڈت۔ برداشت کی حد ہوتی ہے۔ تم بہت بڑھ رہے ہو' مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے ساتھ بدکلامی کروں۔"

"مورکھ۔ انکا کی شکتی پر تجھے اتنا گھمنڈ ہے؟ لے اپنی آنکھ سے دیکھ۔" بدری نرائن پیچ و تاب کھا کر بولا پھر اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے' غالباً وہ کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔

میرے لیے یہ صورت حال بڑی پریشان کن تھی۔ مجھے اس وقت انکا کے مشورے کی شدید ضرورت تھی مگر وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ مجھے انکا پر غصہ آرہا تھا۔ میری نظریں مسلسل بدری نرائن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے ہونٹ بڑی تیزی سے ہلتے رہے پھر وہ اچانک اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹا اور گرجدار آواز میں بولا۔

"میاں جی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ بچوں کا کھیل دکھاؤں' ذرا اپنے بائیں ہاتھ کی جانب دیکھو۔" میں نے بائیں ہاتھ کی طرف نظر ڈالی تو دل دھک سے رہ گیا' آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انکا مجسم عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی قہر آلود نظروں سے مجھے گھور رہی تھی۔ میں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا پھر معاً میری نظر اس کے پیروں پر پڑی اور مجھے احساس ہو گیا کہ انکا نے بدری نرائن کی شخصیت کے بارے میں کیا کچھ بتایا تھا۔ اس وقت بھی بدری نرائن نے مجھے خوف زدہ کرنے کے لیے ایک فرضی انکا کو اپنی طاقت کے زور سے تخلیق کیا تھا۔ مجھے اس دھوکے کا یقین سامنے کھڑی ہوئی فرضی انکا کے پاؤں دیکھ کر ہوا تھا جہاں انکا جیسے نکیلے پنجوں کے بجائے عورتوں جیسے پیر نظر آرہے تھے۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا' بدری نرائن دوبارہ گرجا۔ "پہچان یہ کون ہے' اگر نہیں پہچانتا اب میں تجھے انکا کا وہ روپ دکھاتا ہوں' جو تو نے ہمیشہ دیکھا ہے۔"

بدری نرائن کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا اسے میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو دہشت کے مارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ میرے سامنے کھڑی ہوئی عورت انکا نہیں ہے' بلکہ کسی بدروح کی مادی صورت ہے پھر بھی وہ منظر میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ عورت کا جسم بتدریج چھوٹا ہو رہا تھا۔ اعضا بھی اسی مناسبت سے چھوٹے ہوتے جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اس کا قد مشکل سے چھ انچ ہو گیا۔ بالکل ویسا ہی جیسا انکا کا تھا۔ ابھی میں یہ خوفناک منظر سہمی سہمی نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ بدری نرائن نے مجھے مخاطب کر کے کرخت آواز میں کہا۔ "میاں جی۔ کیا اب بھی تم وچن پورا کرنے سے انکا کرو گے؟"

"بدری نرائن۔" میں نے انکا کی غیر موجودگی میں محتاط رہنا مناسب سمجھا۔ "میں تمہاری شکتی کے بہت سے چمتکار پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ شیو چرن کے سلسلے میں تم نے میری مدد کی تھی' برکاتی شاہ کا راستہ بھی مجھے تمہی نے دکھایا تھا لیکن......"

"زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں کیول ایک شبد تیری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔" بدری نرائن نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا۔ "انکا کو میرے حوالے کرنے کے سلسلے میں تیرا کیا جواب ہے؟ ہاں......یا......نہیں؟"

میرے لیے وہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موذی پنڈت کو کیا جواب

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com